امیر المومنین

علی ابن ابیطالب علیہ السلام

کی

خلافت

جلد اول

سید ہادی حسن عابدی

یم ۔ ٹیک

فہرست مضامین و ابواب

صفحہ نمبر	مضامین مع ابواب	نمبر شمار
۱۲	عرض مصنف	۱
۱۸	باب اول	۲
۱۸	حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ غدیر خم	۳
۲۰	کیا آج اس گفتگو کی اہمیت ہے؟	۴
۲۶	حجتہ الودع	۵
۳۱	خطبہ عرفات	۶
۳۸	فریضہ حج کے بعد	۷
۴۵	غدیر کا مکمل خطبہ	۸
۷۳	غدیر کے خطبہ کے بعد کے واقعات	۹
۸۵	منقبت : غدیر خم	۱۰
۸۷	منقبت: غدیر کے بعد	۱۱
۸۹	باب دوم	۱۲
۸۹	حضرت علی ع نے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟	۱۳

۱۴	رسول اللہ ص کا پہلا قدم حضرت علی ع کی جانشینی کے لئے	۹۵
۱۵	اسامہ بن زید کو سردار لشکر بنانے کی مصلحت	۱۰۱
۱۶	رسول اللہ ص کا دوسرا قدم حضرت علی ع کی جانشینی کے لئے	۱۰۴
۱۷	رسول اللہ ص کا تیسرا قدم حضرت علی ع کی جانشینی کے لئے	۱۱۷
۱۸	حضرت علی ع کے مخالفین کون تھے؟	۱۱۹
۱۹	نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا پیدا ہوجانا	۱۲۳
۲۰	حضرت علی ع کا ارشاد حق کے غصب ہونے کے تعلق سے	۱۲۷
۲۱	حضرت علی ع سے صبر کا وعدہ لیا گیا	۱۳۲
۲۲	منقبت	۱۳۷
۲۳	باب سوم	۱۳۸
۲۴	حضرت فاطمہ زہراع کا خطبہ باغ فدک کے تعلق س ے	۱۳۹
۲۵	باغ فدک اور خلیفہ مسلمین کا طرز عمل	۱۴۳
۲۶	خلیفہ نے فاطمہ زہراع سے گواہ طلب کئے	۱۴۶
۲۷	فاطمہ زہراع نے خلیفہ سے ارث کا مطالبہ کیا	۱۵۰
۲۸	فاطمہ زہراع نے مسجد میں مسلمانوں سے خطاب کیا	۱۶۰

۲۹	گفتگو کا رخ فدک کی طرف موڑتے ہوئے فرمایا	۱۷۱
۳۰	انصار کو متوجہ کر کے فرمایا	۱۷۴
۳۱	خطبہ کے بعد خلیفہ مسلمین کا بیان	۱۷۹
۳۲	علماء اسلام کا واقعہ فدک پر تبصرہ	۱۸۷
۳۳	منقبت	۱۹۵
۳۴	باب چہارم	۱۹۷
۳۵	حضرت علی ع اور عیسائی علماء کے درمیان مباحثہ	۱۹۸
۳۶	سلمان فارسی نے اسلام کے تعلق سے خطرہ کا احساس کیا	۲۰۶
۳۷	روم کے اسقف آعظم مسلمان ہو گئے	۲۱۲
۳۸	باب پنجم	۲۱۷
۳۹	شوراء حضرت عمر ابن خطاب	۲۱۹
۴۰	خلیفہ نے گفتگو کا آغاز جناب زبیر سے کیا	۲۲۰
۴۱	مولا علی ع شوراء سے قبل شوراء کے نتیجہ کو جانتے تھے	۲۲۷
۴۲	ارکان شوراء رسول اللہ ص کی نظر میں	۲۳۰
۴۳	رسول اللہ ص کی نظر میں اہل جنت	۲۳۴

۴۴	رسول اللہ ص کی پیروی کیوں نہ کی؟	۲۳۹
۴۵	خلیفہ عمر کی احسان فراموشی امیر المومنین ع کے تعلق سے	۲۴۶
۴۶	آغاز شوراء	۲۴۹
۴۷	حدیث مناشدہ	۲۵۶
۴۸	عبد الفتاح عبد المقصود کا بیان	۲۶۳
۴۹	شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کی شرط	۲۶۶
۵۰	حضرت علی ع نے شوراء میں کیوں شرکت کی	۲۷۰
۵۱	باب ششم	۲۷۴
۵۲	امیر المومنین ع کی بیعت بعنوان خلیفہ چہارم	۲۷۵
۵۲	حضرات طلحہ و زبیر کا بیعت کرنا	۲۸۷
۵۳	قریش کا اضطراب و وحشت حضرت علی ع کی بیعت سے	۲۹۹
۵۴	بیعت کے بعد حضرت علی ع کے اقدامات	۳۰۲
۵۵	معاویہ ابن سفیان کی بغاوت و سرکشی کی وجوہات	۳۰۵
۵۶	حضرت علی ع کی بیعت کے تعلق سے اجماع پر اعتراض	۳۱۵
۵۷	باب ہفتم	۳۱۹

۵۸	جنگ جمل	۳۲۲
۵۹	مخالفت کی ابتداء	۳۲۶
۶۰	ام المومنین عایشہ نے تیسرے خلیفہ کے خون کا مطالبہ کیا	۳۴۰
۶۱	طلحہ وزبیر کا ام المومنین کے مطالبہ میں شریک ہونا	۳۴۹
۶۲	طلحہ امیرالمومنین ع کی نظر میں	۳۵۱
۶۳	زبیر ابن عوام	۳۵۷
۶۴	طلحہ وزبیر کے تعلق سے علامہ امینی کی تحقیق	۳۵۸
۶۵	ام المومنین عایشہ کی امیرالمومنین ع سے مخالفت کی وجہ	۳۶۲
۶۶	حکومت کے مخالفین کا جلسہ مکہ مکرمہ میں	۳۶۴
۶۷	ام المومنین ام سلمہ کا احتجاج ام المومنین عایشہ سے	۳۶۶
۶۸	طلحہ وزبیر کے لشکر کے اخراجات کا بندوبست	۳۷۱
۶۹	حوآب کے کتوں کا ام المومنین کو خبردار کرنا	۳۷۶
۷۰	امیرالمومنین ع کا مدینہ منورہ سے بصرہ کے لئے نکلنا	۳۷۸
۷۱	اہل کوفہ کے نام امیرالمومنین ع کا خط	۳۸۵
۷۲	امیرالمومنین ع نے امام حسن ع کو کوفہ روانہ کیا	۳۸۷

۷۳	امیر المومنین ع نے مالک اشتر کو کوفہ بھیجا	۳۹۱
۷۴	عدی ابن حاتم طائی کا امیر المومنین ع کے لشکر میں شامل ہونا	۳۹۲
۷۵	ذیقار کے مقام پر اویس قرنی کا لشکر میں شامل ہونا	۳۹۳
۷۶	اس جوتے کی کیا قیمت ہے؟	۳۹۵
۷۷	ام المومنین عایشہ کا خط ام المومنین حفصہ کے لئے	۳۹۶
۷۸	بیعت توڑنے والوں کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچا	۳۹۸
۷۹	امیر المومنین ع کا حکم بصرہ کے گورنر کے نام	۴۰۳
۸۰	طلحہ وزبیر کی تقریر بصرہ میں داخل ہونے سے قبل	۴۰۸
۸۱	دو لشکروں میں ٹکراؤ کے بعد صلح نامہ کا لکھا جانا	۴۱۱
۸۲	طلحہ وزبیر اور ام المومنین کی وعدہ خلافی اور جرائم	۴۱۳
۸۳	جنگ جمل اصغر	۴۱۶
۸۴	امیر المومنین ع کے لشکر کا ذیقار سے بصرہ کے لئے حرکت کرنا	۴۱۸
۸۵	امیر المومنین ع کے لشکر کی شان وعظمت	۴۱۹
۸۶	حضرت علی ع کا پیغام ام المومنین عایشہ کے لئے	۴۲۴
۸۷	قرآن کو حاکم قرار دیا جائے	۴۲۹

۸۸	زبیر کا قتل	۴۴۱
۸۹	امیرالمومنین کی طلحہ سے گفتگو	۴۴۳
۹۰	جنگ کا آغاز	۴۴۶
۹۱	جنگ جمل میں مولا علی ع کی شجاعت	۴۴۷
۹۲	ام المومنین عایشہ کے لئے فداکاری	۴۵۱
۹۳	ام المومنین عایشہ کی عماری	۴۵۵
۹۴	امیرالمومنین ع کا عمل ام المومنین کے تعلق سے	۴۵۶
۹۵	فاتحین جنگ جمل	۴۵۷
۹۶	جنگ جمل کے تعلق سے ام المومنین کا بیان	۴۶۳
۹۷	خلیفہ عثمان کے بیٹوں کو امیرالمومنین ع نے معاف کردیا	۴۶۸
۹۸	عبداللہ ابن زبیر کی سرگذشت	۴۶۸
۹۹	ام المومنین عایشہ کی مدینہ واپسی	۴۷۰
۱۰۰	جنگ جمل کے ضایعات وتلفات	۴۷۱
۱۰۱	امیرالمومنین ع کی گفتگو جنگ کے مقتولین سے	۴۷۳
۱۰۲	جنگ کا اختتام پر امیرالمومنین ع کا خط اہل مدینہ کے نام	۴۷۸

۱۰۳	امیرالمومنین کا خط اہل کوفہ کے نام	۴۸۰
۱۰۴	مولا علی ع کا خطاب اہل بصرہ سے	۴۸۱
۱۰۵	بیت المال کی تقسیم	۴۸۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

وصی مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم, **مولود کعبہ علی ابن ابیطالب**

علیہ السلام کے

بارہویں جانشین

بقیۃ اللہ , آفتاب عدالت امام عصر عج اللہ تعالی فرجہ الشریف

کہ عدل جن کے ظہور کا منتظر ہے اس بارگاہ اقدس میں بقصد بندگی

خلوص ادب و احترام پیش خدمت ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مصنف

سلام علیکم

امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شخصیت کی عظمت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو انسانیت کے مفہوم کو جانتا اور اسپر اعتقاد رکھتا ہے۔ایسا انسان مولا علی علیہ السلام کی ذات گرامی کو انسان کامل کے عنوان سے انسانیت کے لئے نمونہ قرار دیتا ہے۔

حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شخصیت کی شناخت کے نتیجہ میں اگر محبوب سے محبت و عشق ہونے لگے تو ایسی محبت اور ایسا عشق محب کی آخرت میں نجات اور اس دنیا میں کردار سازی کے ضامن ہیں کیونکہ شخصیت مجموعہ ہے افکار وگفتار و کردار و رفتار اور عقائد کا۔

امیرالمومنین ع کی عظمت, آپ کی تعلیمات اور کردار کی بلندی کو مسلمانوں کی اکثریت آج تک صحیح طور پر نہیں سمجھ سکی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ تاریخی واقعات کی روشنی میں اس عظیم و بے مثل شخصیت کا مطالعہ و مشاہدہ کیا جائے۔

جیسے جیسے انسان میں بیداری آرہی ہے اور وہ انسانی اخلاق, کردار, کمالات و فضیلتوں کی اہمیت کو سمجھتا جارہا ہے ویسے ویسے مولا علی ع کی شخصیت کی عظمت کا

دنیا کو اعتراف ہوتا جارہا ہے۔چنانچہ عرب زبان عیسائی مذہب اسلام شناس شبلی شمائیل اعترف کرتا ہے کہ علی ابن ابیطالب ع تاریخ کی عظیم شخصیتوں میں تنہا شخصیت ہے کہ ایسا انسان نہ مشرق میں اور نہ مغرب میں نہ علی ع سے پہلے اور نہ علی ع کے بعد دیکھا گیا۔

ہروہ شخص یا گروہ جو انسانیت کی ترقی و بقا اوراس مقصد کے حصول کے لئے درپیش مشکلات کے لئے مبارزہ کرر ہا ہے اسے مولاعلی ع کی شناخت کی ضرورت ہے۔

مولاعلی ع کی حیات کو ۳ اہم ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تبلیغ کے آغاز سے لیکر رسول اللہ ص کی وفات تک ۲۳ برس (۱۳ سال مکہ میں اور ۱۰ سال مدینہ میں) حضرت علی ع اعلان بعثت سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے سفر کرنے تک ہر موقع پر اور ہرلمحہ رسول اللہ ص کے ہمراہ ہمدست و ہمگام رہے۔ اپنی ذات کو رسول اللہ ص کے لئے سینہ سپر کئے رہے۔یہ دور حیات اسلام کو بعنوان ایک مکتب جو قیامت تک فرد و معاشرہ کی اصلاح کے لئے ضروری ہے پیش کرنے میں گزرا اور اس ۲۳ سالہ جدو جہد میں رسول اللہ ص کا مشن کامیاب ہوگیا چنانچہ جزیرہ عرب سے بت پرستی کا مکمل خاتمہ ہوگیا تھا۔

دوسرا دور : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی حالات بدل گئے۔وہ گروہ

جو خاموش بیٹھا تھا وہ قدرت حاصل کر چکا تھا۔اب مولا علی ع کے سکوت و گوشہ نشینی کا دور شروع ہوا۔ یہ دوسرا دور حیات علی ع ہے۔سکوت اس معنی میں کہ مولا علی ع فریاد بلند نہیں کر سکتے تھے۔اس لئے کہ جو صحابی ۲۰ سال رسول اللہ ص کے ہمراہ تھے اور جنھوں نے رشتہ داری بھی کر لی تھی اب مولا علی ع کے مقابلے میں کھڑے تھے۔ان سے مبارزہ اسلام کی وحدت کو ختم کرنے اور دشمنوں کو اسلام اور حکومت اسلام پر حملہ کرنے کی دعوت دینا تھا۔

۲۵ برس مولا علی ع نے سکوت کیا۔ یہ وہ سکوت ہے کہ چاہنے والے بھی سکوت کرتے ہیں اور محققین بھی سکوت کو ترجیح دیتے ہیں۔۲۵ سالہ خود ساختہ دور خلافت میں پوری کوشش کی گئی کہ مولا علی ع کی اسلام و رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انجام دی گئیں فداکاریاں, علی ع کے کارنامے, علی ع کی شجاعت, علی ع کی حق پرستی, ان تمام فضیلتوں کو لوگوں کے ذہنوں سے مٹا دیا جاے۔ یہ ۲۵ سالہ سکوت امیرالمومنین ع نے مسلمانوں میں وحدت اور حقیقی مسلمانوں کی جان کی حفاظت کی خاطر ۱۱ ہجری سے ۳۵ ہجری تک اختیار فرمایا۔ یہ مولا علی کی زندگی کا طولانی ترین دور حیات اور سخت ترین دور رسالت تھا۔

تیسرا دور : ۳۴ ہجری کے اواخر میں انقلابی مسلمان حضرت علی ع کے اطراف عدل و انصاف کے لئے جمع ہو گئے یعنی وہ چیز جسے انھوں نے کم از کم تیسری خلافت میں

نہیں پایا تھا۔ مولا علی ع کو حکومت وخلافت کے لئے منتخب کئے۔ یہ حضرت علی ع کی حیات کا تیسرا مرحلہ ہے۔ یہ دور نہ مکتب اسلام کو پھلانے کے لئے تھا کیونکہ مومن و منافق سب اسلامی اصول وعقائد کو جانتے تھے اور نہ سکوت برای وحدت تھا بلکہ یہ دور حکومت برائے برقراری عدل وانصاف تھا۔

۳ خلافتوں کے دور میں مسلمان دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کی تعلیمات سے اس قدر دور ہو گئے تھے کہ جب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل نمونہ سیرت وسنت خلافت وحکومت پر فائز ہوا تو مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ نے پہلے ہی دن سے مخالفت شروع کردی تھی جس کے نتیجہ میں ۳ جنگیں برپا کی گئیں۔

اس کتاب کا مقصد ان تاریخی واقعات کو جن کا تعلق حضرت علی کی خلافت سے ہے نوجوانوں کے مطالعہ کے لئے پیش کرنا ہے۔ اس کتاب کا مقصد کسی کے عقائد پر کیچڑ اچھالنا یا کسی کی دل آزاری نہیں ہے۔ اس کتاب میں چاپلوسی اور خوشامد گوئی کو بالائے طاق رکھ کر کھری کھری گفتگو کی گئی ہے۔ عقل و منطق کے راستے سے تاریخی واقعات کا تجزیہ وتحلیل کرکے مومن ومنافق کو پہچنوانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب میں تحریر ہر لفظ کو اس کے ماخذ سے پیش کرنے کی ذمہ داری اس حقیر پر ہے۔ قارین کرام سے بھی معروضہ ہے کہ وہ مزید اطمنان حاصل کرنے کے لئے خود

بھی زحمت کر کے پیش کردہ حوالوں کو جانچ لیں۔ یقیناً ہر کتاب کی طرح اس کتاب میں بھی غیر عمدی نقص رہ گئے ہوں گے محترم قارین کرام سے معروضہ ہے کہ درصورت امکان اس حقیر کو مطلع کریں تاکہ اگلی طباعت میں اس کا خیال رکھا جاسکے۔

دوسرا معروضہ ان اسکالرس سے ہے جو اس کتاب کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اوراسے انجام دینے کی خواہش بھی رکھتے ہیں وہ محترم مجھ سے رابطہ برقرار فرمائیں۔

میں حجۃ السلام والمسلمین مولانا ظہیر احمد خان افتخاری قبلہ دامت برکاتہ کا ممنون و مشکور ہوں جنکی شخصی توجہ و نظارت سے اس کتاب کی جلد اول کی طباعت ممکن ہوسکی۔

داعی الی الخیر

احقر

سید ہادی حسن عابدی

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۴۱ ھ

۱۴ ڈسمبر ۲۰۱۹ ع

www.RABBIZIDNIELMA.org

email:SHHABEDI@SBCGLOBAL.NET

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

رسول اکرم

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا خطبہ

غدیر خم

حجتہ الودع کے موقع پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ ہجری مطابق ۱۵ مارچ بروز اتوار ۶۳۲ء عیسوی کو غدیر خم کے مقام پر رسول اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی کے حکم سے اپنے جانشین وصی و خلیفہ کا اعلان فرمایا۔ تفصیلی خطبہ کے بعد حاضرین کو حکم دیا کہ وہ غائبین تک پیغام کو پہنچائیں اور والدین کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولاد کو اس پیغام سے آگاہ کریں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ غدیر کا مکمل خطبہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ ۱۸ ذی الحجہ کے موقع پر امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خلیفہ وصی و جانشین بلافصل ماننے والوں کی محفل میں سنایا جائے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے اہم نکات یاد رہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں میں چودہ سو سال سے چلے آرہے اختلافات کی سب سے اہم اور سب سے بڑی وجہہ رسول اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کے بعد آنحضرت** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کے جانشین کے انتخاب کے تعلق سے ہے۔ اگر آج مسلمان رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کے حقیقی جانشینوں کے تعلق سے اتفاق کرلیں تو یہ اختلافات ختم ہوسکتے ہیں۔**

کیا آج اس گفتگو کی اہمیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین کون تھے؟

اس سوال کے جواب میں کبھی اعتراض اور کبھی انتقاد کے عنوان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینی کا مسًلہ چودہ سو سال پرانا ہے۔آج کیوں اس مسًلہ کو گفتگو کا عنوان بنایا جاتا ہے۔ چودہ سو سال گذرنے کے بعد آج یہ بحث بالکل بے فائدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی جانشین کون تھا؟ جو واقعہ تھا وہ ہو چکا, اب ہم بحث کر کے نہ تو حضرت علی علیہ السلام کو خلافت دے سکتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو معزول کر سکتے ہیں۔ دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی گفتگو اتحاد کے لئے نقصان دہ ہے۔ آج جبکہ اتحاد کی شدید ضرورت ہے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کو متحد ہو کر اسلام دشمن

طاقتوں کے خلاف اپنی توانائی کام میں لانا ہےتو اس دور میں ایسی باتیں کر کے اتحاد کونقصان پہنچانا کونسی عقلمندی ہے۔

اس قسم کے اعتراضات موجودہ دور میں, شدت کے ساتھ پڑھے لکھے طبقہ میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ہمارے نوجوانوں کو اس قسم کے اعتراضات کے جوابات معلوم ہونا چاہیے۔میں آپ کی خدمت میں عرض کرونگا کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشینوں کے تعلق سے گفتگو ضروری ہے مگر اس سے قبل اتحاد و اتفاق کے تعلق سے مختصر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اتحادواتفاق کی ضرورت:

آج ساری دنیا میں عقل وشعور رکھنے والا مسلمان ایسانہیں ملے گا جو اتحاد اور اتفاق کی ضرورت کو نہ جانتا ہو اور تفرقہ واختلاف کے نقصان سے واقف نہ ہو۔آج مسئلہ اتحادواتفاق مسلمانوں کے ضمیروں اوران کے احساسات کو بیدار کر گیا ہے۔جس طرح ہم تندرستی و بیماری, بھوک و پیاس کو محسوس کرتے ہیں اسی طرح یہ حقیقت بھی قابل احساس ہوچکی ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔

اتحاد واتفاق برقرار رکھنے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تمام مسلمانان عالم عظیم الشان وباعزت پرچم لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

نیچے جمع ہو جائیں ۔اس پرچم کے نیچے آ کر ہی مسلمان حیات پا سکتے ہیں ورنہ انکی نابودی وبربادی یقینی ہے ۔ یہ وحدت جغرافیائی حدود, نسل, قومیت, رنگ, زبان اور فرقہ وغیرہ کو رکاوٹ نہیں بنا سکتی ۔

یہ وحدت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ہم سب اپنی نفسانی خواہشات اور خود غرضیوں کو عقل وفکر کی قوت کے ذریعہ قابو میں نہ رکھیں اور دوسرے مسلمان کی بہتری وترقی کو وہی اہمیت دیں جو ہم اپنی بہتری وترقی کو دیتے ہیں ۔جس طرح ہم اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے کوشش کرتے ہیں اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کے لئے بھی کوشش کریں ۔ البتہ یہ مشکل کام ہے اور اس وقت تک شروع نہیں کیا جا سکتا جب تک ہم **مساوات ومواسات** پر عمل کرنا شروع نہ کر دیں ۔

مساوات ومواسات کیا ہیں؟ مختصر الفاظ میں یہ کہ جو تم اپنے لئے چاہتے ہو اسے دوسروں کے لئے بھی چاہو ۔ اور اپنا فائدہ, اپنی عزت اور اپنی کامیابی کو دوسروں کے فائدہ, ان کی عزت اور ان کی کامیابی میں چھپا ہوا سمجھو ۔

موجودہ مسلمانوں کے حالات کے پیش نظر مساوات ومواسات کے لئے حالات سازگار ومناسب نہیں ہیں ۔ مگر یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ابتدائی ضروریات کو اپنایا جائے اور اس پر عمل شروع کریں ۔ اس کی ابتدائی ضرورت **عدل وانصاف**

ہے۔حق کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔

اتحاد کے معنی یہ نہیں ہے کہ ایک گروہ, دوسرے گروہ کے جائز حقوق کو پائمال کرے یا اسے قبول نہ کرے اور دوسرا گروہ اتحاد کی خاطر ساکت بیٹھا رہ جائے۔

یہ بات انصاف سے دور ہے کہ اگر مظلوم اپنے حق کا مطالبہ کرے اور اصول عدالت و انصاف کو اجراء کرنے کی درخواست کرے تو اس پر یہ الزام لگا یا جائے کہ وہ اختلاف ڈال رہا ہے, تفرقہ پھیلا رہا ہے۔ بلکہ ایسے موقعوں پر سب کی ذمہ داری ہے کہ اس کی شکایت کو سنیں, اسکی تحقیق کریں اگروہ مظلوم سچ کہہ رہا ہے تو اس کا ساتھ دیں اور اگر مظلوم غلط کہہ رہا ہے تو اسے اسکی غلطی سے واقف کرائیں اور اسے مطمئن کریں۔ اگر کوئی جانتے بوجھتے مظلوم کے خلاف زہر اگلے, تو دوسروں کو چاہیے کہ ان افراد کو اس عمل سے روکا جاے تا کہ اختلاف کی آگ جلد از جلد ٹھنڈی ہو جائے۔

اس گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یقینا اتحاد کے لئے ہر ممکن کوشش کی جاے۔ اتحاد بے حد ضروری ہے۔مگر اتحاد برقرار رکھنا کیا صرف ہماری ہی ذمہ داری ہے۔ اسلام کے دوسرے فرقوں پر یہ ذمہ داری نہیں ہے؟ اتحاد وجود میں لانے کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ

اختلاف کی وجہ معلوم کریں اور اختلاف کی وجہہ کو دور کریں۔ دوسرا قدم یہ اٹھائیں کہ ان تمام باتوں کو جو بے نتیجہ ہیں اور اتحاد مسلمین پر ضرب لگاتی ہیں ان سے دور رہیں مگر یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ علمی گفتگو اور علمی بحث سے دوری نہ کریں اور انھیں نہ چھوڑیں۔ علمی بحث ہو مگر تعصب کی عینک نکال کر, کھلے دل کے ساتھ, حقیقت معلوم کرنے کے لئے گفتگو ہو نہ کہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے لئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشینوں کے تعلق سے گفتگو پر اعتراض کا جواب :

اس قسم کا اعتراض کرنے والے افراد کہ آج چودہ سو سال بعد یہ گفتگو بے فائدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی جانشین کون تھا درحقیقت اس گفتگو کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہماری صلاح اور فلاح کے لئے کچھ عبادتوں کا انجام دینا ہم پر واجب قرار دیا ہے۔ یہ عبادتیں اسی وقت قبول ہوں گیں جب ہم انھیں اسی طرح انجام دیں جس طرح اللہ تعالی نے چاہا ہے۔ اپنے طور طریقہ پر یا اپنی مرضی کی بنیاد پر یا غلط طریقہ پر عبادت انجام دیکر ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

مثال سے بات کو واضح کروں۔ مسلمانوں کے سبھی فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ دن میں پانچ وقت کی نماز واجب ہے۔ مگر اس بات پر متفق نہیں ہیں

کہ یہ نماز کس طرح انجام دیں ۔ جب ہم نماز ادا کرنے کے طریقے کو دیکھتے ہیں تو ہمیں مختلف طریقے نظر آتے ہیں ۔ اللہ تعالی نے یقینا ایک طرح کی نماز کا حکم دیا ہے ۔ جب ہم اس اختلاف کی وجہ پر غور کرتے ہیں تو وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد دو سلسلے مسلمانوں کی رہبری کے چلے ۔ سلسلہ امامت اور سلسلہ خلافت اور ان ہی کی وجہ سے صرف نماز ہی نہیں بلکہ اکثر عبادتوں کے ادا کرنے میں اختلافات پیدا ہو گئے ۔ لہذاء آج کے مسلمان کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کس سلسلہ رہبری کی پیروی کرے کہ اس کی عبادتیں صحیح طریقے پر انجام پا سکیں ۔

چنانچہ یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ یہ گفتگو حضرت علی ع کو خلافت دلوانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ہماری عبادتوں کو اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت دلوانے کے لئے ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حقیقی جانشینوں کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ ہمیں کن کی پیروی جنت لے جا سکتی ہے ۔ اور اس گفتگو کی آج بھی اہمیت ہے اور کل بھی رہے گی ۔ جب تک روے زمین پر انسان کا وجود رہے گا, اس وقت تک یہ گفتگو ہوتی رہے گی کہ کس کی پیروی ہم کو نجات کی ضمانت دیتی ہے ۔ لہذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حقیقی جانشینوں کا جاننا کسی بھی عبادت کے انجام دینے سے قبل ضروری ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کے حقیقی جانشینوں کو جاننے کی ضرورت کو سمجھ لینے کے بعد اب مناسب ہے کہ ہم اس واقعہ کو تفصیل سے پڑھیں جس کو تاریخ نے غدیر خم کے عنوان سے اپنے دامن میں محفوظ کرلیا ہے اور جس میں رسول اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طولانی خطبہ کے ذریعہ سے اپنے جانشینوں کا اعلان کیا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج کے فوری بعد انجام پایا تھا اس لئے حج سے نسبت دیتے ہوئے بیان کرنا امانت داری کا تقاضہ ہے۔

حجۃ الودع:

شیخ کلینی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے بعد دس سال تک مدینہ منورہ میں رہے اور حج نہ کر سکے یہاں تک کہ سورہ حج کی آیت ۲۷ و ۲۸ نازل ہوئی: (ترجمہ) اور لوگوں کو حج کی خبر کردو کہ لوگ تمہارے پاس (جوق در جوق) پیادہ اور ہر طرح کی سواریوں پر جو راہ دور دراز طے کرکے آئی ہوئی ہوں آ پہنچیں تا کہ اپنے (دنیا و آخرت کے) فائدوں پر فائز ہوں اور اللہ نے جو جانور چارپائے انھیں عطا فرمائے ان پر ذبح کے وقت چند معین دنوں میں اللہ کا نام لیں تو تم لوگ (قربانی کا گوشت) خود بھی کھاؤ اور بھوکے محتاج کو بھی کھلاؤ۔

آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کرنے والوں کو حکم دیا کہ مدینہ اور مدینہ کے اطراف منادی کردیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال حج کو جارہے ہیں۔ مدینہ سے دور رہنے والے مسلمانوں کو خط کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کا ارادہ رکھتے ہیں لہذا جو حج کی استطاعت رکھتا ہے وہ حاضر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج ادا کرنے کی خبر سن کر مسلمانوں میں ایک نیا جوش پیدا ہوا اور مدینہ سے باہر رہنے والے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں آکر مدینہ کر باہر خیمہ لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کا انتظار کررہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ اہل بیت اطہار اور اپنی تمام ازواج کولیکر ۲۶ ذیقعدہ سنہ دس ہجری (مطابق ۲۳ فبروری ۶۳۲ عیسوی اتوار کے دن) کو مدینہ سے حج انجام دینے کے لئے ٦٦ قربانی کے جانوروں کے ہمراہ نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **ابودجانہ** کو مدینہ میں اپنا جانشین قرار دیا۔ حضرت علی علیہ السلام کو کچھ دن قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تھا۔

شیخ مفید اور شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خالد ابن ولید کو مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ جن میں براء بن عازب بھی تھے یمن کی طرف بھیجا تا کہ اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں۔ خالد چھ

مہینے وہاں رہے اور ایک شخص کو بھی مسلمان نہ کر سکے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بہت ملال ہوا ۔ آپ نے امیر الموء منین حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ یمن تشریف لے جائیں , اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں , احکام الٰہی کی ان کو تعلیم دیں , حلال و حرام انھیں بتلائیں اور ان کے مال سے خمس وصول کریں ۔ اہل نجران سے جنھوں نے مباہلہ کے بعد جزیہ دینے کا وعدہ کیا تھا, ان سے جزیہ وصول کریں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ خالد ابن ولید کو ان کے لشکر کے ساتھ واپس مدینہ بھیج دو اور اگر خالد کے ساتھوں میں سے کوئی تمہارے ساتھ رہنا چاہے تو اسے روک لو ۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ میں امیر الموء منین ع کے پاس ٹھہر گیا ۔ جب اہل یمن کو ہمارے آنے کی اطلاع ملی تو وہ جمع ہوئے ۔ امیر الموء منین ع نے ہمارے ساتھ صبح کے نماز ادا کی اور نماز کے بعد ہمارے آگے کھڑے ہو کر اہل یمن سے مخاطب ہوئے ۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خط ان کو سنایا ۔ اس دن ہی قبیلہ ہمدان کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے ۔

۲۶ ذیقعدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ سے حج کے سفر کا آغاز کیا, جب ذوالحلیفہ پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ غسل کریں , سلے ہوئے کپڑے اتار کر لنگی باندھیں اور چادر اوڑھیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے غسل احرام کیا اور مسجد شجرہ میں داخل ہوئے, ظہر کی نماز ادا کی, حج کی نیت کی اور احرام باندھا, مسجد سے چلے۔ تلبیہ کہنا شروع کیا۔ مکہ کے قریب پہنچے تو تلبیہ کو قطع کیا۔

۴ ذی الحجہ (مطابق یکم مارچ ۶۳۲ عیسوی بروز اتوار) کو مکہ پہنچے اور باب بنی شیبہ سے مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوکر حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا۔ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اس پر ہاتھ پھیرا اور بوسہ دیا۔ سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا, مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز طواف ادا کی۔ نماز کے بعد چاہ زمزم پر گئے, پانی پیا اور کعبہ کی طرف رخ کرکے یوں دعاء کی: **پروردگار میں تجھ سے نفع بخشنے والا علم, وسیع رزق اور تمام درد و بیماریوں سے شفا چاہتا ہوں۔**

اس دعاء کے بعد دوبارہ حجر اسود کے قریب گئے, اس پر ہاتھ پھیرا, بوسہ دیا اور وہاں سے کوہ صفا کی طرف چلتے ہوئے سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۸ کی تلاوت فرمائی: (ترجمہ) **بیشک (کوہ) صفا و (کوہ) مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص کعبہ کا حج یا عمرہ بجالائے اس کے لئے حرج نہیں ہے کہ وہ صفا و مروہ کا طواف کرے۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ گئے اور رکن یمانی کی طرف رخ کرکے اللہ کی

حمد وثناء بجالائے۔کوہ صفا سے نیچے اترے اور کوہ مروہ پر گئے۔جتنی دیر کوہ صفا پر ٹھہرے تھے اتنی ہی دیر کوہ مروہ پر بھی ٹھہرے۔پھر کوہ مروہ سے نیچے آئے اور کوہ صفا پر گئے۔وہاں توقف فرمایا، دعاء کی، پھر کوہ مروہ پر گئے۔اس طرح سات مرتبہ سعی کی۔ آخری مرتبہ جب کوہ مروہ پر تشریف لے گئے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے اور ہاتھ سے اپنی پشت کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: یہ جبرئیل ہیں کہتے ہیں کہ میں تم لوگوں کو حکم دوں کہ جو شخص اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو وہ محل (احرام اتاردے) ہوجائے اور اپنے حج کو عمرہ سے بدل دے۔جو قربانی لیکر آیا ہے وہ احرام میں رہے جب تک قربانی کو اس کی جگہ پر نہ پہنچادے۔

اسی وقت امیر المومنین ع یمن سے تشریف لائے وہ اپنے ساتھ ۳۴ قربانی کے جانور لائے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا یا علی ع تم نے کس نیت سے احرام باندھا ہے؟

حضرت علی ع نے فرمایا: حضور کی طرح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرح احرام پر باقی رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں کسی کے مکان پر قیام نہیں کیا بلکہ اصحاب کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ حجون (ابطح) میں آپ کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا، وہیں پر حج کے شروع ہونے تک ٹھہرے رہے۔

۸ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت لوگوں کو حکم دیا کہ غسل احرام کریں اور حج کا احرام باندھیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب کے ہمراہ تلبیہ کہتے ہوئے حج کے لئے روانہ ہوئے اور منی پہنچے ۔ منی میں ظہر وعصر ومغرب وعشاء اور دوسرے روز صبح کی نماز بجالائے ۔ نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد غسل کر کے عرفات میں داخل ہوئے ۔ ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ ملا کر ادا کی ۔ عصر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ناقہ غضبا پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبہ عرفات کے نام سے مشہور ہے۔

خطبہ عرفات

اس خطبہ کو پیش کرنا اس لئے ضروری ہے کہ خود ساختہ خلافت اور ان کے بعد آنے والے اقتدار کے بھوکے مسلمان حکمرانوں نے درباری ضمیر فروش بے دین علماء کی مدد سے غدیر خم کے خطبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج کے واقعات سے مٹانے کے ارادہ سے اس خطبہ کو ہی خطبہ حج الودع کے عنوان سے پیش کرتے آرہے ہیں جبکہ یہ خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات کے میدان میں ارشاد فرمایا اور غدیر کا خطبہ غدیر خم کے مقام پر ارشاد فرمایا۔

ابن اسحاق کی روایت کے بموجب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کو عصر کی نماز کے بعد اپنے ناقہ غضباء پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا جبکہ مکبر الصوت کا فریضہ ربیعہ بن اسلم بن خلف انجام دے رہے تھے۔
اللہ تعالی کی حمد و ثناء انجام دینے کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکھٹے نہیں ہوں گے۔ اسلام میں سب انسان برابر ہیں, نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے سوائے اللہ کے تقوی کی وجہ سے۔

لوگوں سے سوال کیا: کیا میں نے تبلیغ کا کام انجام دیا؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں ۔آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے صرف اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے تاوقتیکہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ نہ کہیں۔ جب وہ اقرار کرلیں تو ان کے جان و مال محفوظ ہیں۔

لوگوں سے سوال کیا: یہ کونسا شہر, کونسا مہینہ اور کونسا دن ہے؟ لوگوں نے کہا یہ محترم شہر مکہ, محترم مہینہ ذی الحجہ کا اور محترم دن عرفہ کا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ نے تمہارے جان و مال کو ایک دوسرے پر قیامت تک ایسے ہی حرام قرار دیا ہے جیسے آج کے دن اس مہینہ اور اس شہر میں حرام ہیں۔

فرمایا: لوگو! تمہیں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے تعلق سے سوال فرمائیگا۔خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسری کی گردنیں کاٹنے لگو۔

سوال فرمایا: کیا میں نے بات پہنچادی؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے پروردگار گواہ رہنا۔

فرمایا: لوگو! میری بات غور سے سنو اور اپنے ذہن میں محفوظ کرلو۔ بیشک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔اسکے ساتھ دغا نہ کرے نہ اس سے خیانت کرے, نہ غیبت کرے, نہ اس کے لئے اسکا خون حلال ہے اور نہ بغیر اسکی خوشی و رضامندی کے اسکے مال کا کوئی حصہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا: کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے اللہ گواہ رہنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا دشمن وہ آدمی ہے جو ایسے شخص کا قاتل ہو جو اسکے قتل کے درپئے نہ ہو اور ایسے شخص کو مارے جو اسے نہ مارے۔

اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہارے زیر اثر کی گئی ہیں۔تم نے انھیں امانت الٰہی کے طور پر اختیار کیا ہے اور شریعت کے مطابق

تمہارے لئے حلال ہیں ۔تمہارے ان پر چند حقوق ہیں اور ان کے بھی تم پر چند حقوق ہیں ۔تمہارے حقوق میں سے ان پر یہ ہے کے دوسرے شخص کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں اور نیک امور میں تمہاری نافرمانی نہ کریں ۔جب وہ اس طرح عمل کریں تو تم پر لازم ہے کہ ان کی ضرورت کے مطابق کھانا کپڑا ان کے لئے مہیا کرو اور ان کو نہ مارو۔

میں تمہیں ان لوگوں کی نسبت وصیت کرتا ہوں جو تمہارے غلام ہیں ۔انھیں وہی کھلاؤ جو تم کھاؤ اور وہی پہناؤ جو تم پہنو۔ اگر وہ معصیت کریں تو حاکم کے حوالے کرو تا کہ حسب قانون سزاء دیں ۔جو غلام اپنے آقا کے احسانات کو فراموش کردے وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اللہ نے نازل کیا ہے (قرآن) اسکا منکر ہوگا ۔جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے اپنا نسب لگائے تو اس پر اللہ کی , ملائکہ کی اور سب کی لعنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا: کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟

سب نے جواب دیا: جی ہاں۔فرمایا: پروردگار تو گواہ رہنا۔

فرمایا: خبردار ہو جاؤ کہ جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پائمال کرتا ہوں ۔زمانہ جاہلیت کے قتل کے تمام جھگڑے اور جو خون بہایا گیا وہ سب معاف ہیں ۔اس کا قصاص نہیں ہے ۔سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے مطالبہ خون کو جو ربیعہ بن حارث کا ہے جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور جسے بنی ہذیل نے قتل کر ڈالا,

اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔اوراسی طرح ہر سود جو زمانے جاہلیت میں قرار دیا گیا تھاوہ باطل ہے۔سب سے پہلے میں عباس ابن عبدالمطلب کاسود برطرف کرتا ہوں جولوگوں پر باقی ہے۔اے لوگو !اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔لوگوں کاان کی چیزوں میں نقصان نہ کرو, ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو, جن کے پاس کسی کی کوئی امانت ہوتولوٹادو۔میرے پاس اپنے نسبوں کو نہ لاؤ, بلکہ میرے پاس اعمال لاؤ۔ اوروں سے بھی یہی کہتا ہوں اورتمہارے لئے بھی اسی کی تاکید کرتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھرسوال کیا: کیامیں نے پیغام پہنچادیا؟

سب نے ایک آواز ہوکر کیا: جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اے لوگو!میرے بعد نہ کوئی پیغمبر آنے والا ہےاورنہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔خوب سن لوکہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو, نماز پنجگانہ ادا کرو, سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے رکھو۔اپنے مالوں کی ذکات نہایت خوش دلی سے دیا کرو۔بیت اللہ کا حج بجالاؤ۔

اپنے حکام کی اطاعت کرو تاکہ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخلہ پاؤ۔

بیشک شیطان آج کے بعد سے مایوس ہوگیا ہے کہ اس کی اس سرزمین پر پرستش کی جائے گی۔لیکن اگرتم اپنے ایسے اعمال میں اسکی اطاعت کروگے جن کو تم حقیر سمجھتے

ہوتو وہ اسی پر خوش ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا: کیا میں نے تبلیغ کر دی؟

سب نے جواب دیا: جی ہاں یارسول اللہ۔آپ نے فرمایا: پروردگار تو گواہ رہنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے میری نسبت بھی سوال کیا جائیگا۔ تم کیا جواب دو گے؟۔

سب نے کہا: ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا اور نصیحت تمام کر دی۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر لوگوں کی طرف جھکایا پھر اٹھایا ورجھکایا اور فرمایا : پروردگار تو گواہ رہنا, پروردگار تو گواہ رہنا پروردگار تو گواہ رہنا۔

اس کے بعد فرمایا: اے لوگو !میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو نگے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن) اور میری عترت (میرے اہل بیت) ہیں۔لہذ اء ان کو مضبوطی سے اختیار کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سوال کیا: کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ؟

سب نے کہا: جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو! جو یہاں موجود ہیں وہ غایبین

تک یہ پیغام پہنچا دیں ممکن ہے بعض سننے والوں سے زیادہ وہ لوگ اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

بیشک اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے پس وارث کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں کسی عورت کے لئے اپنے شوہر کے مال سے کسی کو اس کی اجازت کے بغیر دینا جائز نہیں ہے۔ قرض قابل ادائی ہے اور عاریت بھی قابل واپسی ہے۔ عارضی عطیہ وقت گذرنے پر قابل استرداد ہے ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔ ہاں مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر بلند کیا کہ زیر بغل کی سفیدی نمایاں ہوگئی اور فرمایا کہ پروردگار تو گواہ رہنا کہ جو کچھ ان لوگوں پر تبلیغ کرنا چاہیے تھا میں نے کر دیا۔ (**رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کا خطبہ عرفات شیعہ اور اہل سنت کی کتابوں سے**)۔

غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہو کر مشعر الحرام میں داخل ہوئے۔ نماز مغرب وعشاء مشعر الحرام میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ملا کر ادا کی۔ رات مشعر میں بسر کی اور صبح کی نماز بھی مشعر الحرام میں ادا فرمائی۔ طلوع آفتاب کے بعد مشعر الحرام سے روانہ ہو کر منی میں قیام فرمایا۔ جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں اور

جانوروں کی قربانیاں انجام دیں۔

قربانیوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مونڈوایا اور اسی روز طواف خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ طواف وسعی انجام دیکر پھر منی واپس آئے اور ۱۳ ذی الحجہ تک منی میں ٹھہرے۔ ۱۳ کو تینوں جمرہ پر کنکریاں مار کر، اپنا سامان لیکر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔

فریضہ حج کے بعد:

جب حج سے فارغ ہوئے تو جبرئیل نازل ہوئے اور سورہ عنکبوت کی ابتدائی آیتیں لائے۔ (ترجمہ): کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دئے جائینگے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا (ضرور لیا جائے گا)۔ اور ہم نے تو ان کا بھی امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر چکے، غرض اللہ ان لوگوں کو جو سچے (دل سے ایمان لائے) ہیں یقینا علیحدہ دیکھے گا اور جھوٹوں کو بھی (علیحدہ) ضرور دیکھے گا۔ کیا جو لوگ برے برے کام کرتے ہیں انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ ہم سے (بچ) کر نکل جائیں گے۔ (اگر ایسا ہے تو) یہ لوگ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (سورہ عنکبوت آیت ۱ تا ۴)۔

اس نزول کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے سوال کیا کہ یہ فتنہ کیسا ہے؟

جبرئیل نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی نے آپ کو سلام بجھوایا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کو حکم دیا اس کی وفات کے وقت کہ وہ اپنی امت میں جانشین مقرر کرے جو اس کا قائم مقام ہونے کا اہل ہو اور اس کی سنتوں اور احکام کو امت میں زندہ رکھے۔جو لوگ اللہ کے رسول کی اس امر میں اطاعت کریں جو وہ ان کو حکم دے وہی لوگ اپنے دعوے ایمان میں سچے ہیں اور جو اس کی حکم کی مخالفت کریں وہ جھوٹے ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک آپ کا وقت پروردگار کی بارگاہ میں جانے کا قریب آ گیا ہے اور اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے بعد امت میں علی ابن ابی طالب ع کو مقرر کیجے اور ان کو احکام دین کی وصیت کیجئے۔

اللہ تعالی آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت علی ع کو وہ سب کچھ تعلیم دے دیں جو اللہ نے آپ کو تعلیم دی ہے اور ان تمام امور کے خواستگار ہوں جن کی حفاظت کا اللہ آپ سے خواستگار رہوا ہے۔علی ع کو اپنی تمام امانتیں سپرد کر دیجے کیونکہ وہ امین مومن ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تم کو اپنے بندوں میں برگزیدہ کیا تم میرے رسول ہو اور میں نے علی ع کو برگزیدہ کیا تاکہ وہ تمہارا وصی ہو۔

اس پیغام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ع کو طلب کیا اور ایک رات اور ایک دن ان کو خلوت میں ان تمام علوم وحکمت کی تعلیم فرمائی جو اللہ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد فرمایا تھا اور اس بارے میں جو کچھ وحی جبرئیل لائے تھے سب حضرت علی ع سے بیان فرمایا۔

وہ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر کی باری کا دن تھا۔ام المومنین عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ علی ع کے ساتھ آپ کی خلوت بڑی طولانی ہو رہی ہے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیرلیا اور کوئی جواب نہ دیا۔عائشہ نے کہا کیوں مجھ سے منہ پھیر لیتے ہو اور جواب نہیں دیتے, وجہ بتلائیے شاید اس میں میری بھی کچھ بھلائی ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا, اس میں بہتری اس کے لئے ہے جس کو اللہ سعادتمند بنائے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اس پر ایمان لائے ۔میں اس پر مامور ہوا ہوں کہ سب کو اس طرف بلاؤں ۔جب میں اس امر کی تعمیل کے لئے کھڑا ہوں گا اس وقت اے عائشہ تم بھی مطلع ہو جاؤ گی ۔ام المومنین نے اصرار کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت آپ کیوں نہیں بتا دیتے تا کہ سب سے پہلے میں ہی اس پر عمل کروں اور اس کو اختیار کروں جس میں میری بھلائی ہے ۔حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم کو آگاہ کئے دیتا ہوں بشرطیکہ تم اس کی حفاظت کرو اور پوشیدہ رکھو جب تک کہ میں لوگوں کو آگاہ نہ کروں ۔تم اگر اس کو افشاء نہ کرو گی تو اللہ تم کو دنیا و آخرت کے نقصان سے محفوظ رکھے گا اور تم کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی

طرف سبقت وعجلت کی فضیلت حاصل ہو گی اور اگر تم نے اس کو ضائع کیا اور اسکی رعایت کو ترک کیا جو میں تم کو بتا تا ہوں تو تم کافر ہو جاؤ گی اور تمہارے تمام ثواب ضبط و برباد ہو جائیں گے ۔ تم سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیزار و الگ ہو جائیں گے اور تم بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہونگی ۔ تمہارے عمل سے اللہ ورسول کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا ۔ یہ سن کر حضرت عائشہ ضامن ہوئیں کہ اس راز کی حفاظت کریں گی اور اس کو افشاء نہ کریں گی اور اس پر ایمان لائیں گیں اور اس کی رعایت کریں گی ۔ تب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے مجھے خبر دی ہے کہ میری عمر تمام ہو رہی ہے اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ علی ع کو لوگوں کے درمیان ان کا پیشوا و امام بناؤں اور اپنا خلیفہ مقرر کروں جس طرح گزشتہ پیغمبروں نے اپنے اوصیا کو خلیفہ بنایا اور میں اپنے پروردگار کے حکم کا مطیع ہوں اور اس کے فرمانے پر عمل کرتا ہوں ۔ لہذا تم کو اے عائشہ چاہئے کہ اس راز کو اس وقت تک پوشیدہ رکھو جب تک اللہ مجھ کو اس کے ظاہر کرنے کا حکم نہ دے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کرنے کے باوجود عائشہ نے فورا اس راز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری زوجہ ام المومنین حفصہ بنت عمر سے کہدیا اور پھر ان دونوں نے اپنے اپنے والدوں سے بیان کیا ۔

ان دونوں صاحبان نے طلقاء ومنافقوں کے گروہ کو اس راز سے آگاہ کر دیا ۔ کسی نے

کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کے تعلق سے چاہتے ہیں کہ قیصر و کسری کے طریقہ پر عمل کریں تا کہ خلافت قیامت تک ان کی ذریت میں رہے۔ قسم ہے پروردگار کی تم کو زندگی کا کچھ لطف حاصل نہ ہوگا اگر خلافت علی ع کو مل جائے گی۔ بیشک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہارے ساتھ ملاحظہ سے بھی کام لیتے ہیں مگر علی ع تو وہی عمل کرینگے جو برتاو تم سے دیکھیں گے۔ لہذا خوب غور کرو, اپنے اوران کے تعلق سے سونچو, جو کچھ تمہاری رائے ہو طے کرلو۔ غرض ان لوگوں نے اس تعلق سے بہت سی باتوں اور بہت سی تدبیروں پر غور کیا اور طے کرلیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کو گھاٹی پر بھڑکا دیں تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھاٹی میں گر کر ہلاک ہو جائیں۔ یہ گروہ چودہ افراد کا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تھا کہ جب مدینہ واپس جائیں گے تو امیر المومنین ع کو امامت کے لئے مقرر فرمائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کے ذریعہ مکہ میں اعلان کروایا اور حکم دیا کہ سوائے بیمار افراد کے سب مکہ سے خارج ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد خیف کے قریب پہنچے تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ عہد ولایت کی تبلیغ فرمائیں اور علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے خوف زدہ ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شقاق ونفاق پراکندہ ہو جائیں اور پھر سے اپنی جاہلیت اور کفر کی طرف پلٹ جائیں, کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانتے تھے کہ ان کوعلی ع سے کس درجہ عداوت ہے۔اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاخیر فرمائی۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کراع الغنیم تک پہنچے جومکہ کے باہر ہے وہاں پھر جبرئیل نازل ہوئے توحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل میں اپنی قوم سے ڈرتاہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں اورعلی ع کے بارے میں میرا قول قبول نہ کریں۔

جب غدیر کے مقام پر پہنچے جو جحفہ سے تین میل پہلے ہے جبرئیل نازل ہوئے نہایت سخت تاکیدی حکم کے ساتھ اور دشمنوں کے شر سے حفاظت کا وعدہ لیکراور کہایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار عظیم وجلیل آپ کوسلام کہتاہے اور فرماتاہے کہ اے پیغمبر بزرگ علی ع کے بارے میں جوحکم تم پر نازل ہوچکاہے اس کی تبلیغ کردو اگرایسا نہ کیاتو اللہ کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آپ کولوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ افراد کا قافلہ جحفہ تک پہنچا تھا۔منادی کرائی کہ سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوں۔آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلایا اور باقی لوگوں کو روک لیا۔راستہ کی سیدھی جانب چند خاردار درخت تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان درختوں کے نیچے صفائی کی گئی۔اس روز گرمی شدت کی تھی۔اکثر لوگ گرمی کی وجہ سے اپنی چادروں کو پیروں پر لپیٹے ہوئے تھے۔اونٹ کے کجاوے ایک پر ایک رکھ کر منبر بنایا گیا۔جب لوگ جمع ہو گئے تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کجاووں کے منبر پر تشریف لے گئے اور امیر المومنین ع کو اپنے پاس طلب فرمایا اور اپنی داہنی جانب کھڑا کیا۔

خطبہ ارشاد فرمایا, حمد وثناء الٰہی کی۔ اپنی وفات کی اطلاع دی۔ فرمایا میں تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا اور اس دار فانی کو وداع کرونگا اور آخرت کے درجات عالیہ کی طرف رحلت کروں گا۔ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ کتاب اللہ اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گے۔ پھر با آواز بلند سوال کیا کہ کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتا, تمام مسلمانوں نے جواب دیا اللہ گواہ ہے آپ کو ہم پر ہم سے زیادہ حق ہے۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین ع کا بازو پکڑ کر ان کو اس حد تک اٹھایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر بغل کی سفیدی نمایاں ہوگئی۔ اور فرمایا کہ میں جس کا مولا اور اسکے نفس کا مالک ہوں اس کا یہ علی ع بھی مولا اور اس کے نفس سے اس پر زیادہ اختیار رکھنے والا ہے۔ پروردگار تو دوست رکھ اس کو جو علی ع کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے اور مدد کر اس کی جو علی ع کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علی ع کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو حکم

دیا کہ علی ع کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں، مبارک باد دیں اور بیعت کریں۔

مکمل غدیر کا خطبہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہر طرح کی حمد اور ہر تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے جو اپنی یکتائی میں بلند مرتبہ ہے اور اپنی قدرت سے مخلوق سے قریب ہے۔ بادشاہی میں سب سے بڑا ہے اور تمام مخلوقات میں اس کی حکمت ظاہر ہے۔ اس کا علم تمام چیزوں پر محیط ہے۔ اس نے اپنی قدرت اور اسکے اظہار کے لئے تمام مخلوق کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے۔ وہ ہمیشہ سے بلند و بزرگ ہے اور ہمیشہ حمد و ستایش کا مستحق رہے گا۔ بلند آسمانوں کا پیدا کرنے والا، زمین پست کا پھلانے والا ہے۔ اس کی جلالت و قدرت اس کے آسمانوں میں ظاہر ہے۔ وہ برائیوں سے بے انتہا پاک و مقدس ہے اور عیبوں سے منزہ و بری ہے۔ فرشتوں اور روحوں کا پروردگار ہے۔ اپنی تمام مخلوق پر فضل کرنے والا ہے اور وہ نعمتیں عطا کرتا ہے اس کو جس کو اپنی بارگاہ میں مقرب قرار دیتا ہے۔ وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ کریم ہے بردبار ہے صاحب علم و وقار ہے۔

اس کی رحمت تمام چیزوں پر ہے اور اپنی نعمتوں سے تمام چیزوں پر احسان کئے ہوئے ہے۔ اپنی عدالت کو کام میں لا کر بندوں سے انتقام نہیں لیتا بلکہ ان پر فضل و کرم سے

کام لیتا ہے۔عذاب کے مستحقین پر عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔وہ لوگوں کے دلوں کے راز کا جاننے والا ہے کوئی چھپی ہوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔وہ ہر چیز کا احاطہ کے ہوئے ہے اور سب پر غالب ہے۔وہ ہر چیز سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہے۔کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا جبکہ کوئی چیز نہیں تھی۔وہ ہمیشہ رہنے والا ہے جس کو زوال نہیں ہے۔وہ لوگوں میں عدالت کے ساتھ قائم ہے۔اس کے سواء کوئی معبود نہیں۔وہ جو ارادہ کرتا ہے اس پر غالب ہے, اس کے تمام کام حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں وہ اس سے بلند تر ہے کہ عقلیں اس کو درک کرسکیں۔وہ عقلوں کا درک کرنے والا ہے اور وہ امور کے لطائف سے آگاہ ہے اور اشیاء کے دقایق (باریکیوں) سے واقف ہے۔وہ امور کی پوشیدہ حقیقت سے اطلاع رکھتا ہے۔کوئی شخص از روئے مشاہدہ و معائنہ اس کی مدح نہیں کرسکتا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ ظاہر و غایب کیسے ہے مگر جس طرح اس نے خود بتایا ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کے وہی معبود ہے اس کے سواء کوئی معبود نہیں ہے اور نہ کوئی معبود اس کے سواء پرستش کے لائق ہے۔اس کی پاکی وتقدس کے آثار سے سارا عالم بھرا ہوا ہے اور ظاہری نور ازل سے ابد تک کو روشن کئے ہوئے ہے۔وہ اللہ ہے جو کسی صاحب رائے کے مشورہ کے بغیر اپنا حکم جاری کرتا ہے۔تقدیر میں اس کے ساتھ اسکا کوئی شریک نہیں۔اسکی تدبیروں میں کوئی نقص و فرق نہیں ہوتا۔جس چیز کو بھی پیدا

کیا اور شکل دی بغیر اس کے کہ کوئی مثال اس کے سامنے ہو اور جو کچھ پیدا کیا بغیر کسی کی مدد کے پیدا کیا یا اس میں اس کو کوئی مشقت ہوئی ہو یا اس میں کچھ غور و فکر کی ہو بلکہ صرف اپنی قدرت سے پیدا کیا تو وجود میں آگئیں۔

وہ تمام چیزوں کو عدم سے وجود میں لایا۔ لہذا پیدا کرنے والا وہی ہے اسکے سواء کوئی نہیں۔ اس نے اپنی صنعتیں بہت بہتر بنائیں اور بے حد احسانات کئے ہیں۔ وہ ایسا عادل ہے کہ ہرگز ظلم نہیں کرتا اور وہ سب سے زیادہ کریم ہے کہ تمام امور اسی کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا پروردگار ہے کہ ہر شےء اس کی بلندی کے سامنے پست ہے۔ اور ہر شےء اس کی ہیبت کے سامنے جھکی اور سرنگون ہے۔ وہ ملکوں کا مالک اور آسمانوں کا بلند کرنے والا اور مخلوق کے لئے آفتاب و مہتاب کا تسخیر کرنے والا ہے کہ وقت مقررہ پر جاری ہوتا ہے۔ وہ پردہ شب کو دن کے چہرے پر کھینچ دیتا ہے اور دن کی چادر رات کے منہ پر ڈال دیتا ہے۔ ہر کینہ پرور سرکش کا غرور توڑنے والا اور ہر باغی شیطان کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ حاجتوں میں تمام خلق کا مقصود ہے۔ وہ کسی کا باپ نہیں اور نہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے لئے کوئی بیماری نہیں ہے۔ کوئی اس کا ہمسر و مقابل نہیں۔ وہ یکتا معبود اور بڑا پرورش کرنے والا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے عمل میں لاتا ہے جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور تمام چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اور ہر چیز پر اپنا اختیار رکھنے والا

ہے۔وہ موت دیتا ہے اور موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔وہی فقیر و غنی کرتا ہے وہی ہنساتا اور رولاتا ہے۔وہی ایک دوسرے کو نزدیک و دور کرتا ہے۔کبھی اپنی بخشش روک دیتا ہے اور کبھی عطا فرماتا ہے۔بادشاہی اسی کے لئے مخصوص ہے۔وہی تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔ہر طرح کی بھلائی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر شے ء پر قادر ہے۔وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔بیشک وہی غالب اور بخشنے والا اور دعاوں کا قبول کرنے والا ہے اور بڑی بخششیں کرنے والا ہے۔نفوس کا احصاء کرنے والا اور جن وانس کا پالنے والا ہے۔کوئی امر اس کے لئے مشکل نہیں اور فریاد کرنے والوں کی آہ و زاری اس کو اذیت نہیں پہنچاتی اور گڑ گڑانے والوں کی گڑ گڑاہٹ اس کو دل تنگ نہیں کرتی۔نیکیوں کی حفاظت کرنے والا اور نجات پانے والوں کو توفیق دینے والا ہے۔مومنوں کا آقا اور تمام عالم کا پروردگار ہے۔وہ اللہ ہی ہے جو اپنی تمام مخلوقات کے نزدیک نعمتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں اور سختی و امید میں حمد و شکر کا مستحق ہے۔میں اس پر, اس کے فرشتوں پر اور کتابوں و رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔اس کا حکم سنتا اور اطاعت کرتا ہوں اور ہر اس چیز کی طرف سبقت کرتا ہوں جس کو وہ پسند کرتا ہے۔اس کی فرمان برداری میں رغبت کی وجہ سے اور اس کی سزاء کے خوف سے اس کی قضاء کا مطیع ہوں کیونکہ وہ ایسا پروردگار ہے جس کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے اور اس کی ہمسائگی سے نہیں ڈرنا چاہئے۔میں

اپنے تعلق سے اس کا بندہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور اس کے پروردگار ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ اس نے جو کچھ مجھ پر وحی بھیجی ہے تم کو پہنچا تا ہوں اس خوف سے کہ اگر نہ پہنچاؤں تو مجھ پر اس کا سخت عذاب نازل ہوگا جس کو کوئی شخص دفع نہیں کرسکتا اگرچہ اس کی عظیم کوشش کرے کیونکہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے مجھ کو آگاہ کردیا ہے کہ اگر میں اس کا یہ حکم تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں تو ایسا ہی ہے جیسے میں نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور بلاشبہ وہ لوگوں کے شر سے میری حفاظت کا ضامن ہوگیا ہے اور وہی دشمنوں کے شر سے بچانے والا اور اپنے دوستوں پر کرم کرنے والا ہے۔ اس نے مجھ پر یہ وحی بھیجی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ج وان لم تفعل فمابلغت رسالتہ ط واللہ یعصمک من الناس (سورہ المائدہ آیت ۶۷) ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچادو وہ حکم جو تم پر نازل ہو چکا ہے اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو رسالت ہی ادا نہیں کی۔ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اے لوگو! میں نے ان احکام کے پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی جو مجھ پر نازل کئے گئے تھے۔ اب اس آیت کے نازل ہونے کا سبب تم سے بیان کرتا ہوں کہ مجھ پر تین مرتبہ جبرئیل نازل ہوئے۔ ہر مرتبہ اللہ کی جانب سے سلام پہنچایا اور حکم دیا کہ اس مقام پر قیام کروں اور ہر سفید وسیاہ کو آگاہ کردوں کہ علی ابن ابی طالب ع میرا بھائی, میرا وصی,

میرا خلیفہ اور میرے بعد میری امت کا پیشوا (امام ورہبر) ہے۔میرے نزدیک اس کی منزلت ویسی ہی ہے جیسے ہارون ع کی موسی ع کے نزدیک تھی فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔علی ع اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمہارا مولا ہے اور اللہ نے اس مطلب کو قرآن میں اس آیت میں واضح کیا ہے: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوالذین یقیمون الصلوہ ویوتون الزکواہ وھم راکعون (سورہ المائد آیت ۵۵) ترجمہ: تمہارا ولی امر تو بس اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ جو ایمان لائے ہیں , نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا: بیشک علی ع نے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکات دی۔اور ان کے ان تمام افعال میں ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا تھی۔ان کی نیت خالص تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں نے جبرئیل سے کہا کہ وہ اللہ تعالی سے میرے لئے اس پیغام کی تبلیغ سے معافی چاہیں کیونکہ ان میں اللہ سے ڈرنے والے کم ہیں منافقین زیادہ اور مکاروں کے مکر سے میں واقف ہوں۔

اسلام کا مذاق اڑانے والوں کے فریب سے آگاہ ہوں جن کی مذمت پروردگار عالم نے خود اپنی کتاب میں فرمائی ہے کہ وہ زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور گمان کرتے ہیں کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ اللہ کے نزدیک بہت

عظیم ہے۔ان لوگوں نے مجھ کو بہت اذیتیں پہنچائی ہیں چنانچہ میرا نام ہی ان لوگوں نے اذن (کان) رکھ دیا ہے۔اس لئے کہ علی ع ہمیشہ میرے ساتھ رہتے ہیں اور میں ہر وقت انہی کی طرف متوجہ رہتا ہوں اور ان کی بات سنتا ہوں, یہاں تک کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) منافقوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجسم کان ہیں (یعنی ہر ایک کی بات سن لیتا ہے اور مان لیتا ہے) اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہدو کہ وہ تمہارے لئے بھلائی ہی کا سننے والا ہے اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مومنین کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۶۱)۔ آیت کی تلاوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چاہوں تو ان منافقوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں, ان کی طرف اشارہ کرنا چاہوں تو کرسکتا ہوں اور اگر ان کو پہچنوانا چاہوں تو پہچنوا بھی سکتا ہوں لیکن اللہ کی قسم ان کے معاملات میں مہربانی برتا ہوں اور ان کو رسوا نہیں کرنا چاہتا باوجود ان تمام باتوں کے جو میں نے کہیں۔ جانتا ہوں کہ اللہ تعالی اس حکم کی تبلیغ کے بغیر راضی نہ ہوگا جو حکم اس نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ آیت بلغ کی تلاوت فرمائی اور کہا: اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے تمہارا حاکم علی ع کو مقرر فرمایا ہے۔ وہ تمہارا ولی اور تمہارے امر کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ تمہارا امام و پیشوا ہے اور اللہ نے اس کی اطاعت

تمام مہاجرین وانصار پر واجب کی ہے اوراس گروہ وجماعت پر جومہاجرین وانصار کی نیکی کرنے میں پیروی کرتے ہیں اور ہر شہر وقریہ میں بسنے والوں پر اور تمام عرب و عجم پر اور ہر غلام وآزاد پر اور ہر چھوٹے وبڑے پر اور سفید وسیاہ پر اور ہر اس شخص پر جو اللہ کی اس کی وحدانیت کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔ اللہ کا حکم نافذ ہے اوراس کا ارشاد جاری ہے اوراس کا فرمان اٹل ہے۔

جو شخص ان کی یعنی علی ع کی مخالفت کرے گا وہ ملعون ہے اور جو شخص ان کی اطاعت کرے گا اس پر اللہ کی رحمت ہے اور جو شخص ان کی تصدیق کرے گا, اوران کی بات سنے گا اور اطاعت کریگا پروردگار اس کو بخش دے گا۔

اے لوگو! یہ آخری موقع ہے کہ میں ایسے مجمع میں کھڑا ہوں لہذا میری بات سنو اور اطاعت کرو اور اللہ کے حکم کی فرمان برداری کرو۔ بیشک حق تعالی تمہارے نفسوں کا مالک ہے وہ تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔اس کے بعد اسکا رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری جانوں کا مالک ہے اور وہ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔تمہاری مصلحتوں اور بھلائیوں کا قائم کرنے والا ہے اور جو کچھ تمہارے واسطے ضروری ہے وہ تم کو بتلا رہا ہے۔ میرے بعد تمہارا حاکم علی ع ہے وہ اللہ کے حکم سے تمہارا پیشوا ہے۔اس کے بعد قیامت تک جس روز تم اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروگے,

امامت اس کی ذریت میں اسکے فرزندوں میں رہے گی۔جس کو اللہ نے حلال کردیا

ہے اس کے سوا کچھ حلال نہیں اور جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں ہے ۔ اس نے مجھ کو تمام حلال وحرام پہچنوا دیا ہے اور جو کچھ اللہ نے مجھکو تعلیم دی تھی میں نے علی ع کو ان سب سے آگاہ کر دیا ہے ۔

اے لوگو! کوئی علم نہیں مگر یہ کہ اللہ نے مجھ کو تعلیم فرما دی ہے اور جو کچھ اللہ نے مجھے سکھایا و پڑھایا ہے میں نے وہ سب امام المتقین علی ابن ابی طالب ع کی ذات میں احصاء کر دیا اور سب کچھ ان کو تعلیم دیدی ہے ۔

وہی امام مبین ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے : وکل شی احصیناہ فی امام مبین (سورہ یسین آیت ۱۲) ترجمہ : ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں احصاء کر دیا ہے ۔

اے لوگو! ان کا انکار نہ کرو اور نفرت وتکبر ان کی ولایت قبول کرنے میں نہ کرو ۔ وہ حق کی جانب تمہاری ہدایت کرتا ہے اور حق پر عمل کرتا ہے ۔ باطل کو مٹاتا ہے اور اس سے روکتا ہے اس کو ملامت کرنے والوں کی ملامت اللہ کی راہ سے نہیں روکتی ۔ بیشک وہ اس امت میں پہلا شخص ہے جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور وہی ہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان فدا کر دی ۔ وہی ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معبود کی عبادت کرتا تھا جس وقت اس کے سواء مردوں اور عورتوں میں کوئی عبادت نہیں کرتا تھا ۔

اے لوگو! ان کو سب پر فضیلت دو کیونکہ اللہ نے ان کو فضیلت دی ہے اور قبول کرو کیونکہ

اللہ نے ان کو تمہارا حاکم مقرر کیا ہے۔اے لوگوٖ وہ اللہ کی جانب سے تمہارا امام ہے۔اللہ کسی کی توبہ قبول نہیں کرتا جو ان کی ولایت سے انکار کرتا ہے اور اللہ اسکو نہیں بخشتا۔اور یہ امر اللہ نے اپنے اوپر لازمی قرار دے لیا ہے کہ اس شخص کے بارے میں ایسا ہی کرے گا جو علی ع کے بارے میں اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ عذاب عظیم میں مبتلا رکھے گا کہ کبھی اسکا عذاب ختم نہ ہوگا۔لہذاء ان کی مخالفت سے پرہیز کرو , کیونکہ اگر ان کی مخا لفت کرو گے تو اس آگ کے ایندھن بن جاؤ گے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جس کو پروردگار عالم نے کافروں کے واسطے فراہم کیا ہے۔

اے لوگو! اللہ کی قسم گذشتہ انبیاء ومرسلین نے میرے بارے میں بشارت دی تھی۔ میں خاتم المرسلین ہوں اور زمین وآسمان کی تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہوں۔جو بھی اس میں شک کرے گا وہ کافر ہے زمانہ جاہلیت کے کفر کی طرح۔اور جس نے میری ایک بات میں بھی شک کیا تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری پوری رسالت میں شک کیا اور جو میرے کلام میں شک کرے اس کی بازگشت جھنم کی طرف ہے۔

اے لوگو! اللہ نے احسان فرمایا ہے کہ مجھکو اس فضیلت کے ساتھ بلند مرتبہ قرار دیا یہ صرف اس کا فضل و احسان ہے۔اس کے سواء کوئی معبود نہیں ہے وہی ہر حال میں ابدالاباد میری طرف سے حمد کا سزاوار ہے۔اے لوگو! علی ع کو فضیلت دو بلاشبہ وہ

میرے بعد تمام مردوں اور عورتوں سے افضل ہے۔اللہ تعالی ہماری برکت سے مخلوق کو روزی دیتا ہے اور ان کو ہلاکت سے نجات بخشتا ہے۔وہ شخص ملعون و مغضوب ہے جو میری بات رد کرے۔بیشک جبرئیل نے پروردگار کی جانب سے مجھ کو ایسی خبر دی ہے کہ جو شخص علی ع کی دشمنی اختیار کرے گا اور ان کی امامت کا اقرار نہیں کرے گا,اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا۔لہذاء ہر شخص کو ہر آن غور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے واسطے کل قیامت کے روز کے لئے کیا بھیجتا ہے۔اے لوگو اللہ سے ڈرو اس بات سے کہ علی ع کی مخالفت کرو۔ایسا نہ ہو کہ دین میں ثابت قدمی کے بعد تمہارے پیروں کو لغزش ہوجائے۔ یقینا تمہارے اعمال کا اللہ نگران ہے۔

اے لوگو! علی ع جنب اللہ ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے مخالفین قیامت میں کہینگے : یا حسرتی علے ما فرطت فی جنب اللہ (سورہ زمر آیت ۵۶) ترجمہ : ہزار افسوس اس پر کہ ہم نے جنب اللہ (ولایت علی ابن ابی طالب) کے بارے میں قصور کیا۔

اے لوگو! قرآن میں غور وفکر کرو اور اس کی آیتوں کو سمجھو اور اس کی محکم آیتوں کی طرف نظر کرو اور اس کے متشابہات کی پیروی نہ کرو۔

قسم اللہ کی کوئی شخص اس کی ڈرانے والی آیتوں کو اور اس کی تفسیر کو تم پر ظاہر و واضح نہیں کرے گا سوائے اس کہ جس کا ہاتھ پکڑ کر میں اونچا کرتا ہوں اور جس کے بازوں

کو بلند کرتا ہوں اور تم سب اس کو دیکھتے ہو۔میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ جسکا میں مولا ہوں اس کا مولا یہ علی ع ہے۔یہ علی ابن ابی طالب ع ہے میرا بھائی میرا وصی اور اس کی مولائیت کا حکم مجھ پر اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے۔اے لوگو علی ع اور میری اولاد میں سے پاک و طاہر لوگ ثقل کوچک ہیں جنکو میں تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں اور قرآن ثقل بزرگ ہے (ثقل اس چیز کو کہتے ہیں جس کی برداشت لوگوں کے دلوں پر گراں ہو) ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والا, اور ایک دوسرے کے موافق ہے اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔میرے اہل بیت اللہ کی مخلوق کے درمیان اللہ کی امانتیں اور اس کی زمین میں حکم الہی ہیں۔

بیشک میں نے رسالت ادا کردی اور وحی الہی کی تبلیغ کردی اور جو کچھ ضروری تھا سنا دیا اور جو کچھ مجھ پر نازل ہوا تھا, میں نے واضح کر دیا۔یقینا جو کچھ میں نے کہا ہے اللہ نے فرمایا تھا اور میں نے اللہ کی طرف سے پہنچایا ہے۔بیشک میرے اس بھائی کے سواء جو میرے پہلو میں کھڑا ہے کوئی امیرالمومنین نہیں ہے۔میرے بعد سوائے اس کے کسی کے لئے مومنین کی بادشاہی سزاوار نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت علی ع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں پر اس قدر بلند کیا کہ ان کے پیر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زانو مبارک تک پہنچ

گئے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر ایک زینہ نیچے حضرت علی علیہ السلام کو کھڑا کیااور فرمایا: اے لوگو یہ علی ع میرا بھائی, میرا وصی اور میرے علوم کا جاننے والا ہے اور جو کچھ اللہ کو پسند ہے اسی پر عمل کرنے والا ہے۔ اللہ کی معصیت سے روکنے والا ہے۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ اور مومنوں کا امیر ہے۔ یہی ہدایت کرنے والا پیشوا ہے, یہی بیعت توڑنے والوں, ظلم وستم کرنے والوں اور دین سے خارج ہوجانے والوں کو اللہ کے حکم سے قتل کرنے والا ہے۔ یادرکھو جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں کچھ تبدیلی نہ آے گی۔ یہ سب میں نے اللہ کے حکم سے کہا ہے۔

اب میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں: پروردگار تو دوست رکھ اس کو جو علی ع کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے اور لعنت کر اس پر جو اس سے انکار کرے اور غضب فرما اس پر جو اس کے حق کا منکر ہو۔ پروردگار تو نے مجھ پر ظاہر کیا ہے اور اپنا حکم نازل فرمایا ہے کہ امامت تیرے ولی علی ع کے لئے ہے۔ اب جبکہ میں لوگوں کے لئے بیان کر رہا ہوں اور امامت کے لئے ان کو مقرر کردوں تا کہ تو بندوں پر ان کے دین کو کامل کردے اور اپنی نعمتیں ان پر تمام کردے اور ان کے لئے دین اسلام کو پسند فرما۔

اسکے بعد سورہ آل عمران کی ۸۵ آیت کی تلاوت فرمائی: (ترجمہ) جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت

میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

پروردگار میں تجھ ہی کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ اس تعلق سے تو نے مجھے حکم دیا تھا میں نے لوگوں تک پہنچا دیا۔ اے لوگو پروردگار عالم نے علی ع کی امامت کے ذریعہ سے تمہارے دین کو کامل کردیا۔جو شخص ان کی اور ان کے فرزندوں میں سے اماموں کی پیروی نہیں کرے گا جو قیامت تک دنیا والوں کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے والے ہیں تو اللہ تعالی اس کے اعمال کو ضائع کردے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جھنم میں رہینگے نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

اے مسلمانوں یہ ہیں علی ع تمہارے سب سے بڑے مددگار۔میرے نزدیک تمہارے لئے سب سے زیادہ مستحق اور تم میں میرے سب سے زیادہ مقرب۔تم میں میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز۔میں اور پروردگار جلیل دونوں ان سے خشنود اور راضی ہیں۔

کوئی آیت اللہ کے پسندیدہ لوگوں کی شان میں نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ علی ع کی شان میں بھی نازل ہوئی۔اللہ نے قرآن میں جب بھی یا ایھا الذین امنو کہہ کر مخاطب کیا ہے ابتداء علی ع ہی سے کی ہے اور مقصود اصلی وہی ہیں۔سورہ ھل اتی کا پورا سورہ انکے علاوہ کسی اور کے حق میں نازل نہیں ہوا اور اس سورہ میں ان کے سواء کسی اور

کی مدح نہیں ہے۔

اے مسلمانوں ! علی ع اللہ کے دین کے مددگار ہیں, اس کے رسول کی حمایت میں جہاد کرنے والے ہیں۔ وہ پاکیزہ کردار, پرہیزگار, ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے ہیں۔ تمہارے رسول بہترین رسول اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین تمام رسولوں کے جانشینوں سے بہتر ہے اور اس کے فرزند بہترین اوصیائے پیغمبران ہیں۔ اے لوگو! ہر نبی کی ذریت اسی کے صلب سے ہوئی مگر میری ذریت علی ع کے صلب سے ہے۔

اے لوگو! بیشک شیطان نے آدم ع کو حسد کے سبب سے بہشت سے نکالا, لہذا علی ع سے حسد مت کرو ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم ایمان کے راستہ سے ہٹ جاؤ گے۔ بیشک آدم ایک خطا (ترک اولی) کے سبب زمین پر بھیج دئے گئے حالانکہ وہ اللہ کے برگزیدہ تھے تو پھر حق کی مخالفت میں تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم خود جانتے ہو کہ تم کیسے ہو اور تم میں سے ایک گروہ اللہ کا دشمن بھی ہے۔ بیشک علی ع کو دشمن نہیں رکھتا مگر بدبخت اور دوست نہیں رکھتا مگر پرہیزگار۔ ایمان نہیں لاتا علی ع پر مگر مومن جو اپنا ایمان اللہ پر خالص رکھتا ہے۔ اللہ گواہ ہے سورہ عصر علی ع کی شان میں نازل ہوا۔

اے لوگو! میں نے اللہ کو گواہ قرار دیا ہے کہ میں نے اپنی رسالت تم کو پہنچا دیا اور رسول

کے ذمہ رسالت پہنچانے کے سواء کچھ نہیں ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو جوڈرنے کا حق ہے اور دین اسلام پر مرو۔ اے لوگو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اوراس نور پر ایمان لاؤ جو رسول کے ساتھ نازل ہوا ہے اور وہ علی ابن ابی طالب ع ہے۔

اے لوگو !نور, اللہ کی جانب سے مجھ میں جاری ہوا ہے, پھر علی ابن ابی طالب ع میں پھر ان کی نسل میں جو برحق ائمہ ہیں قائم مہدی تک۔ اے لوگو !تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں جس طرح مجھ سے پہلے اس کے رسول گزرے ہیں۔ اگر میں مرجاؤں یا قتل کردیا جاؤں تو کیا تم پیچھے پلٹ جاؤ گے اور مرتد ہو جاؤ گے۔ جو شخص دین سے پھر جائے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہ کرے گا, وہ شکر کرنے والوں کو عنقریب اچھا بدلہ دے گا۔

جان لو کہ علی ع صبر وشکر کی صفتوں سے متصف ہیں, ان کے بعد ان کے فرزند جوان کی صلب سے ہوں گے ان صفات سے موصوف ہوں گے۔ اے مسلمانوں اللہ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو ورنہ وہ تم پر غضبناک ہوگا اور تم پر عذاب عظیم کا اس کو حق ہوگا۔ بیشک وہ صراط پر کافروں کو سزا دینے والا ہے۔ اے مسلمانوں میرے چند پیشوا ہوں گے جو لوگوں کو جھنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

لوگو !اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ لوگو یہ پیشوائے ضلالت ہیں اور ان کے

پیرو سب جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ غرور کرنے والوں کی کیا بری جگہ ہے۔ بیشک وہ اصحاب صحیفہ ہیں، لہذاء ان کو چاہیے کہ اپنے صحیفہ میں دیکھیں کہ کیا لکھ رہے ہیں۔ (امام محمد باقر ع نے فرمایا کہ لوگوں نے نہیں سمجھا کہ صحیفہ سے مراد کیا ہے سوائے چند لوگوں کے جو اس صحیفہ کے لکھنے میں شریک تھے۔ صحیفہ سے مراد وہ عھد نامہ تھا جو اسی سفر میں منافقوں نے تحریر کیا اور آپس میں عھد کیا تھا کہ حضرت علی ع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہونے نہ دیں گے۔ انشاء اللہ آگے اس تعلق سے گفتگو ہوگی)۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں بیشک میں خلافت کو اپنی اولاد میں روز قیامت تک کے لئے ایک امانت اور وراثت کے طور پر سپرد کرتا ہوں۔ بلاشبہ میں نے پہنچا دیا جس پر مامور ہوا تھا تا کہ حجت ہو ہر اس شخص پر جو حاضر ہے اور اس پر بھی جو غائب ہے۔ ان میں سے ہر ایک پر جو حاضر ہیں اور ان پر جو حاضر نہیں ہیں خواہ وہ پیدا ہو چکے ہوں یا پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ لہذاء جو حاضر ہیں ان کو چاہئے کہ غیر حاضر لوگوں کو یہ خبر پہنچا دیں۔ اپنے بعد اپنی اولاد کو قیامت تک آگاہ کرتے رہیں۔ بہت جلد ایسا ہوگا کہ لوگ میری خلافت غصب کر کے بادشاہی میں تبدیل کر دینگے۔ اللہ غصب کرنے والوں پر اور ان کی مدد کرنے والوں پر لعنت کرے۔ وہ لوگ اس وقت عقوبت وسزا سے بھرے ہوئے عذاب کے مستحق ہوں۔

اس کے بعد سورہ رحمن کی آیت ۳۴و۳۵ کی تلاوت فرمائی۔(ترجمہ): اے لوگو! پروردگار عالم تم کو یونہی نہ چھوڑ دیگا جب تک کہ خبیث کو طیب سے جدا نہ کر دے (یعنی مومن کو منافق) سے۔اور پروردگار کسی کو غیب سے مطلع نہیں کرتا جب تک فتنہ نہیں ہوتا۔مومن اور منافق کو تم نہیں پہچان سکتے۔

اے لوگو! کوئی قریہ ایسا نہیں ہے جس کے باشندوں کو اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرنے سے ہلاک نہ کیا گیا ہو۔اسی طرح اللہ ہلاک کرتا ہے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں۔اے لوگو یہ علی ع تمہارا امام اور تمہارا ولی امر ہے۔اللہ کے وعدوں کا محل ہے کہ اس نے رجعت اور قیامت میں اس کے لئے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ اپنے وعدوں کو سچ کر دکھاتا ہے۔اے لوگو! تم سے پہلے اکثر لوگ دین سے ڈگمگا گئے تو اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔اسی طرح آنے والوں کو ہلاک کرئے گا۔

اے لوگو! بیشک اللہ نے مجھ کو اپنے امر ونہی سے آگاہ فرمایا اور میں نے علی ع کو آگاہ کر دیا ہے اور انھوں نے اللہ کی جانب سے اوامر و نواہی کو سمجھ لیا ہے۔لہذا علی ع کا حکم سنو تا کہ دنیا وعقبی کی پریشانیوں سے محفوظ رہو اور ان کی اطاعت کرو تا کہ دین الہی کی طرف ہدایت پاؤ اور اس کی نہی سے باز آؤ تا کہ رشد وصلاح حاصل کرو۔

اے لوگو میں صراط مستقیم ہوں جس کی اطاعت کرنے کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔میرے بعد علی ع پھر ان کے فرزند جو ان کے صلب سے ہوں گے امام و پیشوا ہیں

اورحق کے ساتھ ہدایت کریں گے۔اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ حمد کی آخر تک تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ سورہ انہی حضرات کے بارے میں نازل ہوا ہے اوران سب کے سب کو احاطہ کے ہوئے ہے اور انہی سے مخصوص ہے۔ وہ حضرات اللہ کے دوست ہیں۔ان کے لئے نہ کوئی ڈر ہے اور نہ خوف ہے اور نہ وہ قیامت میں غمگین ہوں گے۔ بیشک یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ کامیاب ہے۔آگاہ ہوجاؤ کہ علی ع کے دشمن اہل شقاوت ہیں جنہوں نے حق سے تجاوز کیا ہے اورشیطانوں کے بھائی ہیں جو سخن باطل آپس میں ایک دوسرے کے دلوں میں ڈالتے ہیں جس کو انھوں نے ایک دوسرے کودھوکا دینے کے لئے آراستہ کیا ہے۔ بیشک دوستان علی ع اوران کی ذریت ایسے چند مومن ہیں جن کی توصیف کے لئے اللہ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے: (ترجمہ): اس گروہ کو جواللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے تم اس شخص سے دوستی ومحبت کرتے ہوئے نہ پاؤ گے جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے اگرچہ وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ان کے باپ دادا, اولاد یا بھائی بند یا کنبے والوں میں سے ہوں (سورہ مجادلہ آیت ۲۲)۔

اس کے بعد فرمایا بیشک دوستان علی ع ایسے مومن ہیں جن کی اللہ نے اس آیت میں مدح کی ہے (ترجمہ): جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کوظلم کا لباس نہیں پہنایا انہی کے لئے امن وامان ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (سورہ انعام آیت ۸۲)۔

اور فرمایا ہے کہ بیشک ان آئمہ کے دوست وہ ہیں جو بہشت میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوں گے اور فرشتے ان کو سلام کرتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے اور کہینگے خوش آمدید بہشت میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ اس میں رہو (سورہ زمر آیت ۷۳)۔ بیشک ان کے دوست وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے کہ وہ بے حساب داخل بہشت ہوں گے اور ان کے دشمن جہنم کے ایندھن ہیں۔ ان کے دشمن وہ ہیں جو جہنم سے صدائے مہیب سنیں گے اور اس کا جوش وخروش دیکھیں گے اور جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا۔ بیشک ان کے دشمن وہ ہیں جن کے حق میں اللہ نے فرمایا کہ جب وہ فوج فوج جہنم میں ڈالے جائیں گے تو خازن جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا کوئی رسول نہیں آیا تھا, وہ کہیں گے بلاشبہ آیا تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے اور اللہ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا۔ (سورہ زمر آیت ۷۱)۔ بیشک ان کے دوست وہ ہیں جو پروردگار کا خوف رکھتے ہیں۔ ان چند امور سے جو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں انہی کے لئے گناہوں کی معافی ہے اور اجر عظیم ہے۔

اے لوگو! کس قدر زیادہ جہنم اور بہشت کے درمیان فاصلہ ہے۔ لہذا ہمارا دشمن وہ ہے جسکی اللہ نے مذمت کی ہے اور اس پر لعنت کی ہے۔ ہمارا دوست وہ ہے جس کی

اللہ نے مدح کی ہے اور اس کو دوست رکھا ہے ۔ اے لوگو !میں ڈرانے والا ہوں اور علی ع ہدایت کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے :(ترجمہ) بیشک تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے (سورہ رعد آیت ۷) ۔

اے لوگو !میں پیغمبر ہوں اور علی ع میرا وصی ہے اور بیشک خاتم آئمہ ہمیں میں سے ہے اور وہ قائم بحق مہدی ع ہے ۔ بیشک وہی تمام دینوں پر غالب ہونے والا ہے اور ظالموں سے انتقام لینے والا, قلعوں کو فتح کرنے والا اور دشمن کو تباہ کرنے والا ہے ۔ وہی مشرکوں کو قتل کرنے والا ۔ وہی اللہ کے دوستوں کے ہر خون کا بدلہ لینے والا ہے, وہی اللہ کے دین کی مدد کرنے والا ہے ۔ وہی دریائے علوم حق تعالی سے علم حاصل کرنے والا ۔ وہی صاحب فضیلت کو اس کی فضیلت کے مطابق اور جاہل کو اس کی جھالت کے لحاظ سے تقسیم کرنے والا ہے ۔ وہی اللہ کا پسندیدہ اور اس کا برگزیدہ ہے وہی جمیع علوم کا وارث اور اس کا احاطہ کرنے والا ہے ۔ وہی اپنے پروردگار کی جانب سے خبر دینے والا ہے ۔ وہی صاحب رشد و صحیح کردار ہے ۔ وہی ہے کہ اللہ نے امرامت کو اسی پر چھوڑ دیا ہے ۔

وہی ہے جس کی خوشخبری گزشتہ لوگوں نے دی ہے ۔ وہی ہے جس کی حجت باقی ہے اور اس کے بعد کوئی حجت نہیں ہے ۔ کوئی حق نہیں مگر اس کے ساتھ ہے ۔ کوئی نور نہیں مگر اس کے پاس ہے ۔ اور یہ ع وہ ہے جس پر کوئی غالب نہیں ہوگا اور کوئی اس کے

مقابلے میں مدد نہیں پائے گا۔وہی زمین پر اللہ کا ولی ہے اور خلق کے درمیان اللہ کا حکم نافذ کرنے والا ہے اور آشکار و پنہان اللہ کا امین ہے۔

اے لوگو! میں نے تم سے بیان کر دیا اور تم کو سمجھا دیا۔آئندہ یہ علی ع ہیں جو میرے بعد تم کو سمجھائیں گے۔آگاہ ہو جاؤ کے میں خطبہ ختم کرنے کے بعد تم کو بیعت کے لئے بلاؤں گا اور ان کی امامت کا اقرار کرنے کے لئے ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھو۔اس کے بعد ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھو اور ان کی بیعت کرو اور سمجھ لو کے میں نے اللہ سے بیعت کی ہے اور علی ع نے مجھ سے بیعت کی ہے اور میں تم کو اللہ کی جانب سے حکم دیتا ہوں کہ علی ع سے بیعت کرو۔جو کوئی اس بیعت کو توڑے گا وہ اپنا آپ نقصان کرے گا اور جو اس کو پورا کرے گا جو کچھ اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اس کو بہت جلد اجر دے گا۔

اے لوگو! خانہ کعبہ کا حج کرتے رہو۔بیشک جس گھر کے لوگ حج کو گئے وہ مستغنی ہو گئے اور جس خاندان نے حج سے روگردانی کی وہ فقیر و محتاج ہو گیا۔لوگو کوئی مومن عرفات میں نہیں ٹھہرا, مگر یہ کے اللہ نے اس روز تک کے اس کے گناہ معاف کر دئے جب حج سے فارغ ہوا تو اس کے اعمال از سر نو شروع ہوئے۔اے لوگو اللہ حاجیوں کی مدد کرتا ہے اور جو کچھ حج میں خرچ کرتے ہیں اللہ اس کے عوض دیتا ہے۔اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔اے لوگو دین کی تکمیل کے ساتھ مسائل کو جانتے ہوئے خانہ کعبہ کا حج کرو اور مشاعر حج اور اس کے موقف سے توبہ و پشیمانی اور گناہوں

کے ترک کا عہد کئے بغیر واپس نہ لوٹو۔

اے لوگو نماز کو قائم رکھو زکات ادا کرتے رہو جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ اگر زمانہ گزرنے کے سبب تم سے احکام دین کی حفاظت میں تقصیر ہو یا ان احکام کو بھول جاؤ تو علی ع تمہارے ولی ہیں وہ احکام دین تمہیں بتائیں گے اور اس شخص کے بارے میں جس کو اللہ نے مجھ سے اور علی ع سے پیدا کیا ہے تم کو آگاہ کرینگے اور وہ ع تم کو وہ باتیں بتائیں گے جو تم ان سے پوچھو گے اور جو کچھ تم نہیں جانتے وہ تم کو سمجھائیں گے۔ بیشک حلال وحرام اس سے زیادہ ہیں کہ ایک جلسہ میں تم کو بتا سکوں اور پہچنوا سکوں اور سارے حلال امور کا حکم دے دوں اور سارے حرام امور سے منع کر دوں۔

لہذا اس وقت مامور ہوا ہوں کہ تم سے بیعت لوں کہ تم قبول کرو کہ جو کچھ میں علی ابن ابی طالب ع کے بارے میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ وہ امیر المومنین ع ہیں اور اس کے بعد وہ ائمہ جو مجھ سے اور علی ع سے پیدا ہوں گے قیامت تک خلق کے امام ہیں اور ان کا قائم انہی میں سے ہوگا جو حق کے ساتھ حکم کرے گا۔

اے لوگو ہر وہ حلال جس سے میں نے تم کو آگاہ کر دیا ہے اور ہر حرام جس کی تم کو ممانعت کر دیا ہوں, ان کو یاد رکھو اور ان کو حفظ کرلو اور آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہو اور انکو تبدیل نہ کرنا۔ نماز کو قائم رکھو اور زکات دیتے رہو اور نیکیوں کا حکم اور برائیوں کی ممانعت کرتے رہو۔ جان لو کہ تمہارے اعمال کا راز امر بالمعروف ونہی

عن المنکر ہے۔لہذاء جو باتیں تم سے بیان کیا ہوں, ان باتوں سے انھیں بھی آگاہ کرو جو یہاں نہیں ہیں۔میرے کلام کو دوسروں تک پہنچادو کیونکہ جو کچھ میں نے کہا ہے اپنے اور تمہارے پروردگار کے حکم سے کہا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر انجام نہیں پاتا مگر امام معصوم کے ساتھ۔

اے لوگو قرآن تم کو پہچنواتا ہے اور دلالت کرتا ہے کہ علی ع کے بعد ائمہ ان کے فرزندوں میں سے ہوں گے اور میں نے تم سے بیان کردیا ہے کہ وہ مجھ سے اور علی ع سے ہیں جیسا کہ پروردگار عالم نے حضرت ابراہیم ع کے تذکرے میں فرمایا: (ترجمہ) اللہ نے خلافت کو کلمہء باقیہ قرار دیا ہے جو ان کے بعد ہے (سورہ الزخرف آیت ۲۸)۔لہذاء اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلافت ہمیشہ حضرت ابراہیم ع کی نسل میں رہے گی اور ذریت امیر المومنین ع ابراہیم ع کی نسل سے ہے۔میں نے تم سے بیان کردیا کہ تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے جب تک قرآن اور ان سے متمسک رہو گے۔

اے لوگو اللہ کی مخالفت اور اس کے عذاب سے ڈرو اور قیامت کے ہول سے بچتے رہو, کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: (ترجمہ) قیامت کا زلزلہ (کوئی معمولی نہیں) ایک بڑی (سخت) چیز ہے (سورہ الحج آیت ۱)۔لہذاء موت, حساب روز قیامت, ترازوئے اعمال اور اللہ کے حضور بندوں کا حساب کیا جانا اور ثواب و عذاب الہی کو یاد رکھو۔جو شخص قیامت کے دن نیکی لے کر آئے گا اس کو ثواب میں باغ

(فردوس) ملے گا اور جو شخص گناہوں کا بوجھ لے کر آئے گا اس کو بہشت نصیب نہ ہو گی۔ (حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ گناہ سے مراد امیر المومنین ع کی عداوت ہے)۔

اے لوگو تمہاری تعداد اتنی زیادہ ہے کہ تم سب کا میرے ہاتھ پر بیعت کرنا دشوار ہے۔ لہذاء اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم سب کی زبانوں سے اقرار لے لوں جو تم نے اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے اور علی ابن ابی طالب ع کے بارے میں تم سے عہد و پیمان لے لوں کہ وہ مومنین کے امیر ہیں اور وہ آئمہ بھی جو ان کے بعد ہوں گے، جو مجھ سے اور ان سے ہوں گے جیسا کہ میں نے آگاہ کر دیا کہ میری نسل انہی کے صلب سے ہو گی۔ لہذاء تم سب کے سب اقرار کرو کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور راضی ہیں اور تابع ہیں ان باتوں کے جو آپ نے علی ابن ابی طالب ع اور ان کے فرزندوں میں سے پیدا ہونے والے آئمہ کے بارے میں ہمارے اور اپنے پروردگار کی جانب سے فرمایا اور کہو کہ ہم آپ سے اس بارے میں اپنے دلوں، اپنی جان، اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں سے بیعت کرتے ہیں اور اسی اعتقاد پر زندہ رہیں گے اور مریں گے اور اپنے عہد کو نہیں توڑئیں گے۔ آپ نے ہم کو جو کچھ نصیحت علی ع کی امامت کے تعلق سے کی ہے اور ان کے بعد کے اماموں کے بارے میں جن کا ذکر کیا ہے کہ وہ آپ کے اور علی ع کے فرزندوں میں سے ہوں گے جن میں کے پہلے حسن ع و حسین ع ہیں اور ان کے بعد وہ

جو حسین ع کی ذریت سے ہوں گے جن کو اللہ نے امامت کے لئے نصب کیا ہے۔اور کہو کہ ہم نے اللہ کی, آپ کی, علی ع کی اور علی ع کی ذریت سے اماموں کی دل و جان اور زبان اور اپنے ہاتھوں کی بیعت سے اطاعت کی جن کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ عہد اور پیمان محکم امیر المومنین اور ان کے بعد کے آئمہ کے بارے میں لے لیا گیا ہے۔جو کچھ ہم نے کہا اس کے علاوہ کوئی تبدیلی نہیں چاہیں گے اور اپنے دلوں میں کوئی بات ایسی نہیں پاتے ہیں کہ اس اعتقاد سے کبھی پلٹ جائیں۔اس پر ہم اللہ کو گواہ کرتے ہیں اور وہ گواہی کے لئے کافی ہے اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بھی ہماری اس بیعت پر گواہ ہیں اور ہر اس شخص کو گواہ کرتے ہیں جو یہاں موجود ہے اور اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ کے فرشتوں کو جو یہاں پنہاں ہیں اور اللہ کے لشکر اور اس کے بندوں کو گواہ کرتے ہیں اور اللہ ہر گواہ سے بہت عظیم ہے۔

اے لوگو کیا کہتے ہو بیشک اللہ تعالی ہر آواز کو سنتا ہے اور ہر نفس کے پوشیدہ راز کو جانتا ہے۔لہذا ء جو شخص ہدایت حاصل کرتا ہے اپنے نفس کے لئے ہدایت حاصل کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا ضرر خود اسی کو پہنچتا ہے۔جس نے علی ع سے بیعت کی اس نے اللہ سے بیعت کی اللہ کی رحمت کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

لوگو اللہ سے خوف کرو اور مومنوں کے امیر علی ع سے بیعت کرو اور حسن ع و حسین ع اور ان کے بعد آئمہ سے جو قیامت تک ہدایت کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

اللہ اس کو ہلاک کرے جو مکر کرے اور اس پر رحم فرمائے جو اپنے عہد کو پورا کرے۔ جو شخص بیعت توڑے گا نقصان خود اس کو پہنچے گا اور جو شخص بیعت پر قائم رہے گا وہ اجر عظیم حق سبحانہ تعالی سے پائے گا۔

اے لوگو جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا اقرار کرو اور امارت اور موء منین کی امیری پر علی ع کو سلام کرو اور کہو کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے پروردگار ہم تجھ سے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہماری بازگشت تیری ہی طرف ہے۔ اور کہو کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہماری ہدایت کی۔ اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم کو ہدایت نہ ملتی۔

اے لوگو علی ع کے فضائل اللہ کے نزدیک محفوظ و پوشیدہ ہیں اور جو کچھ اللہ نے ان کے لئے قرآن میں فرمایا ہے اس سے زیادہ ہیں کہ میں ان سب کا بیک وقت ایک مجلس میں ذکر کرسکوں۔ لہذاء جو شخص تم کو علی ع کے فضائل کی خبر دے اور تم کو ان فضائل سے واقف کروائے تو تصدیق کرو۔

اے لوگو جو اطاعت کرے گا اللہ, اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور علی ع کی اور ان کے بعد ان کی ذریت سے اماموں کی تو اس نے بہترین نجات حاصل کی۔ اے لوگو جنت اور اس کے درجات عالیہ کی طرف سبقت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو علی ع کی بیعت اور ان کی دوستی اور امیر الموء منین ہونے پر ان کو سلام کرنے میں سبقت کرتے

ہیں۔

یہ لوگ جنات نعیم میں اللہ کی عظیم رحمت پر فائز ہوں گے۔اے لوگو زبان سے وہ بات کہو جو اللہ کو تم سے راضی کرے۔اگر تم اور روئے زمین پر بسنے والے سبھی کافر ہوجائیں تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں ہوسکتا۔پروردگار تو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخشدے جو ایمان لے آئیں ان باتوں پر جو میں نے بیان کیں اور جن کا میں نے حکم دیا۔اور غضب کر کافر مردوں اور کافر عورتوں پر جوان کا انکار کریں جو میں نے بیان کیں اور ان کو ہلاک کر۔والحمد للہ رب العالمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ خطبہ ختم کیا تو تمام صحابہ نے آوازیں بلند کیں اور کہنے لگے کہ ہم نے سنا اور جس کا اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہم نے اپنی جانوں، دلوں، زبانوں اور اپنے ہاتھوں بلکے تمام اعضاء سے اطاعت کی اور سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر الموءمنین ع کے پاس جمع ہوئے اور سب نے مصافحہ کیا اور بیعت کی۔وہ تمام دن بیعت میں گذر گیا۔جب مغرب کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب وعشاء ادا فرمائی، پھر بیعت لینا شروع کیا۔تین دن تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔جتنے لوگ موجود تھے سب نے بیعت کی۔ہر گروہ جب بیعت کرلیتا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے میں حمد بجا لاتا ہوں اس پروردگار کی جس نے ہم کو تمام عالمین پر فضیلت دی۔

غدیر کے خطبہ کے بعد کے واقعات:

کتاب ارشادالقلوب میں نقل ہے کہ راوی انصاری نے مدائین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حذیفہ یمانی سے ان کے انتقال سے کچھ قبل ملاقات کی اور غدیرخم کے واقعہ کے تعلق سے دریافت کیا۔(اس روایت کو میں فارسی کتاب حیات القلوب تالیف علامہ مجلسی رہ جلد دوم صفحہ ۵۵۴ سے نقل کرر ہاہوں)۔حذیفہ یمانی کا بیان حسب ذیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیرخم میں خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد منبر سے اترے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت علی ع کے ہاتھ پر بیعت کریں تو سب نے بیعت کی اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جناب ابوبکر اور جناب عمر بیعت سے قبل جحفہ چلے گئے تھے۔(جحفہ ۳ میل کے فاصلہ پر ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں واپس بلوایا۔ جب وہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترش رو ہوکر فرمایا: اے ابوقحافہ کے بیٹے اور اے عمر علی ع کی بیعت کرو وہ میرے بعد ولی امرامت ہیں۔ان دونوں حضرات نے کہا کیا یہ حکم اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے؟ فرمایا ہاں , بیعت کرو۔ان دونوں نے بھی بیعت کی اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ تین دن تک بیعت کا سلسلہ رہا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔جب رسول االلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی عقبہ کے قریب پہنچے تو مجھے اور عمار یاسر کو طلب فرمایااور عمار کو حکم دیا کہ ناقہ کی مہار کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور آگے کی طرف کھینچتے چلیں اور مجھ سے فرمایا کہ میں پیچھے رہوں۔اس طرح ہم وادی عقبہ کے اوپر پہنچے۔دو افراد ہمارے پیچھے تھے,ان کے ہاتھ میں ٹین کے ڈبے تھے جس میں سنگریزے بھرے ہوئے تھے انھوں نے ان ڈبوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کے پیروں میں پھینک دیا جس سے ناقہ ڈرا نزدیک تھا کہ بھاگتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرادیتا۔آنحضرت نے ناقہ کو حکم دیا کہ حرکت نہ کر کہ تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔اس وقت ناقہ نے فصیح عربی زبان میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم پروردگار کی میں اب اپنے ہاتھوں اور پیروں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ دوں گا جب تک آپ میری پیٹھ پر ہیں۔ پھر وہ دو افراد ناقہ کے قریب آئے تا کہ سے وادی میں گرادیں۔میں اور عمار دونوں نے اپنی اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ان کی طرف دوڑے,رات بہت تاریک تھی وہ دونوں بھاگ گئے اور اپنی تدبیر سے ناامید ہوگئے۔میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون لوگ تھے جنھوں نے آپ کے ساتھ یہ بدتمیزی کی۔حضرت نے فرمایا اے حذیفہ یہ دنیا و آخرت کے منافقین سے ہیں۔میں نے کہا آپ کچھ لوگوں کو کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ ان کا سر کاٹ لائیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان سے معترض نہ ہوں کہ لوگ کہیں گے کہ اپنی قوم کے لوگوں کو اور اپنے ساتھیوں کو دعوت اسلام دی, ان لوگوں نے قبول کیا اور انہی کی مدد سے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی اور جب دشمنوں پر غالب ہو گئے تو ان ہی لوگوں کو مار ڈالا ۔ اے حذیفہ ان لوگوں کو چھوڑ دو ۔ پروردگار عالم قیامت کے دن انکو اس کی سزا دے گا ۔ اس نے تھوڑی سی مہلت ان کو دنیا میں دے رکھی ہے پھر عذاب عظیم کی طرف ان کو ڈھکیل دے گا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منافقین مہاجرین سے ہیں یا انصار سے؟ ۔ حضرت نے ایک ایک کا نام لیکر بتلایا, کچھ ایسے نام بھی لئے کہ میرے لئے یقین کرنا مشکل تھا, اس سبب سے میں خاموش ہو گیا ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حذیفہ شائد تم کو ان میں سے بعض کے تعلق سے شک ہو جن کے نام میں نے بتلائے ہیں ۔ سر اٹھا کر دیکھو ۔ میں نے اوپر نگاہ کی, وہ سب عقبہ کے اوپر کھڑے تھے ۔ ناگاہ بجلی چمکی جس نے ہمارے اطراف کو روشن کر دیا اور اتنی دیر روشن رہا کہ میں نے اس جماعت کے ایک ایک شخص کو پہچان لیا اور انہی کو پایا جن کے نام حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائے تھے ۔ اس روایت کے راوی انصاری نے کہا اے حذیفہ تم پر اللہ کی رحمت ہو مجھے بھی ان کے نام بتاؤ ۔ حذیفہ نے تمام نام بتلائے ۔ (میں مصلحت کی بنیاد پر اسے لکھنا نہیں چاہتا, جنھیں جستجو ہے وہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۵۵ پر سطر ۱۱ سے ۱۴ تک پڑھ لیں ۔

۱۴ نام ہیں ۹ مہاجرین سے اور ۵ انصار سے)۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ جب ہم عقبہ سے نیچے آئے تو نماز فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ سے اترے، وضو کر کے اصحاب کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے دیکھا وہ منافقین بھی عقبہ سے نیچے اتر رہے تھے۔ وہ سب لوگوں میں شامل ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ حضرت نماز صبح سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ اس گروہ کے تین منافق ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشی کر رہے ہیں۔ حضرت نے فورا منادی کرادی کہ تین افراد ایک جگہ جمع نہ ہوں کہ پوشیدہ طور پر رازیں باتیں کریں۔ (چونکہ پہاڑی راستہ تھا اسلئے سواری ایک کے پیچھے ایک ہی چل سکتی تھی لہذاء جب سواری سے اتر کر کسی جگہ جمع ہوتے تو ہی گفتگو کر سکتے تھے)۔ اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب دوسری منزل پر پہنچے تو حذیفہ کے غلام سالم نے انھیں ۳ افراد کو آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے پاس گیا اور کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں کیا ہے کہ تین شخص ایک جگہ جمع ہو کر راز کی باتیں کریں۔ اگر مجھے اس راز سے آگاہ نہ کرو گے جو آپس میں کہہ رہے تھے تو ابھی جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہاری شکایت کر دونگا۔ وہ جانتے تھے کہ سالم امیر المومنین ع سے کینہ وعداوت رکھتا ہے لہذاء اس سے رازداری کا وعدہ لیکر بتایا کہ ہم لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ولایت علی کے بارے

میں کہا ہے ہم اس کو نہ مانیں گے اور اطاعت نہیں کرینگے۔سالم نے کہا کہ سب سے پہلے جو شخص وعدہ کرتا ہے اس بارے میں اور تمہاری مخالفت نہیں کرتا وہ میں ہوں۔قسم پروردگار کی کسی خاندان کو بنی ہاشم سے زیادہ اور بنی ہاشم میں کسی شخص کو علی ع سے زیادہ دشمن نہیں رکھتا ہوں۔

غرض اسی وقت ان لوگوں نے آپس میں عہد کیا اور اس امر پر قسمیں کھائیں اور وہاں سے متفرق ہو گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا تو یہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔آپ نے فرمایا آج آپس میں تم نے کیا راز کی باتیں کیں جبکہ میں نے تم کو راز کی باتیں کرنے سے منع کیا تھا۔وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج تو ہم نے کسی سے ملاقات ہی نہیں کی سوائے اس وقت کے جب ہم آپکی خدمت میں کھڑے ہیں۔یہ سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تعجب کے انداز سے دیکھا اور فرمایا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالی؟ فرمایا اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو گواہی کو جانتے ہوئے اللہ سے چھپاتا ہے۔جو کچھ تم کرر ہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔وہاں سے حضرت روانہ ہو کر مدینہ پہنچے۔

حذیفہ یمانی نے واقعہ کا یہ حصہ اسماء بنت عمیس سے نقل کیا ہے جو اس وقت جناب ابوبکر کی زوجہ تھیں۔وہ کہتی ہیں کہ وہ جماعت جناب ابوبکر کے مکان میں جمع ہوئی۔جملہ ۳۴

افراد تھے جن میں ۱۴ وہ تھے جو عقبہ میں تھے ۔ سب اس بارے میں مشورہ اور سازش کررہے تھے اور میں سن رہی تھی ۔ ان کی منحوس تدبیریں سمجھ رہی تھی ۔ اس بات پر فیصلہ ہوا کہ سعید ابن العاص عہدنامہ کو تحریر کرے ۔ **عہدنامہ کا مضمون یہ تھا ۔**

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہاجرین و انصار کے شریف سرپرستوں نے ، جن کی مدح اللہ نے اپنی کتاب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی کی ہے انھوں نے مل کر اس بات پر اتفاق کیا اور آپس میں خوب غور و فکر اور مشورہ کر کے اس عہدنامہ کو اہل اسلام پر قیامت تک شفقت و محبت کے سبب لکھا ہے تا کہ ان لوگوں کے بعد جو مسلمان پیدا ہوں وہ ان کی پیروی کریں ۔ اما بعد : پروردگار عالم نے اپنے کرم و نعمت سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کی رسالت کے ساتھ جس کو اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا تھا تمام لوگوں کی جانب مبعوث فرمایا ۔ حضرت نے رسالت انجام دی اور جو کچھ اللہ نے حکم دیا تھا اس کی تبلیغ کی اور ہم پر واجب قرار دیا کہ ہم ان تمام امور پر قائم و برقرار رہیں یہاں تک کہ ہمارے لئے دین کو کامل کیا ، فرائض کو واجب کیا اور سنتوں کو محکم کیا ۔ اس کے بعد اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے فانی دنیا کی منزلوں پر عقبٰے کے عالی درجات کو اختیار فرمایا اور ان کی روح کو احترام کے ساتھ اپنی طرف بلا لیا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا بغیر اس کے کہ انھوں نے کسی کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کیا ہو بلکہ خلافت کا معاملہ امت پر چھوڑ

دیا تا کہ جس کی رائے اور خیر خواہی پر اعتماد ہو امت اس کو اپنا خلیفہ بنا لے۔ بیشک مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں جیسا کہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: (ترجمہ) تمہارے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بہترین نمونہ عمل ہے اس کے لئے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ (سورہ احزاب آیت ۲۱)۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تا کہ یہ خلافت ایک ہی خاندان میں نہ رہے کہ ان میں میراث کے طور پر ہو جائے اور باقی مسلمان اس سے محروم رہیں اور ان کے دولتمند افراد اس کو دست بدست پھراتے رہیں تا کہ کوئی خلافت کا دعوے کرنے والا نہ کہے کہ یہ امر خلافت قیامت تک میری اولاد میں محدود رہے گا۔ ایک خلیفہ کے مرنے کے بعد مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے صاحبان رائے وصلاح جمع ہو کر اپنے امور میں مشورہ کریں اور جس کو خلافت کا مستحق پائیں اس کو خلیفہ بنا لیں۔

اس کے بعد اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلان کو خلیفہ بنایا اور مقرر کیا ہے اور فلان کی خلافت پر نص کیا ہے تو اس کا دعوے باطل ہے اور اس کا بیان حقیقت کے خلاف ہے جس کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں اور اس نے اس طرح مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کی ہے۔ اگر کوئی دعوے کرے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت میراث ہے یا کسی کو میراث میں ملنا چاہیے تو یہ سخن محال ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑتے۔اگر کوئی شخص دعوے کرے کہ خلافت تمام لوگوں میں اس شخص کے لایق ہے اوراسی کی ذات پر منحصر ہے اوردوسروں کے لئے سزاوار نہیں ہے کیونکہ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی ہے تو وہ جھوٹ بکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

اگر کوئی دعوے کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے میں خلافت و امامت کا مستحق ہوں اور میرے بعد میری اولاد کے لئے ہے۔ایسی باتیں کہنے والے کے لئے خلافت نہیں ہے اور نہ اس کی اولاد کے لئے ہے اگرچہ کہ اس کا نسب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہو۔کیونکہ پروردگار عالم کہتا ہے کہ :(ترجمہ)تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بلند و صاحب مرتبہ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے(سورہ الحجرات آیت ۱۳)۔

جوشخص اللہ اوراس کی کتاب پر ایمان رکھتا ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتا ہے وہ راہ مستقیم پر ہے اورحق کی جانب رجوع ہے۔جوشخص مسلمانوں کے کردار سے اوران کے خلیفہ مقرر کرنے سے کراہیت رکھتا ہے تو اس نے حق اور کتاب اللہ کی

مخالفت کی, جماعت سے خارج ہو گیا لہذاء اس کو قتل کر دو کیونکہ اس کا قتل کر دینا امت کی بھلائی کا سبب ہے۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کی طرف آئے جس وقت وہ جمع ہوں اور ان کو پراکندہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ اور جو امت کی رائے سے الگ ہو جائے اسکو قتل کر دو چاہے وہ کوئی ہو۔ بلاشبہ اجتماع رحمت ہے اور پراکندہ ہو کر رہنا عذاب کا سبب ہے اور میری امت کبھی ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ بیشک تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے لئے ایک ہاتھ کے مانند ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔ جو ان سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اور ان سے کینہ رکھتا ہے اور ان کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں کا مددگار ہو تو ایسے شخص کا خون اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباح کر دیا ہے اور ان کو قتل کرنا حلال فرمایا ہے۔ اس عہدنامہ کو سعید بن عاص نے ماہ محرم ۱۰ ہجری میں لکھا۔ جس پر ۳۴ منافقین نے گواہ کے عنوان سے دستخط کئے۔ اور آخر میں لکھا والحمد للہ رب العالمین و صلے اللہ علی سیدنا محمد و آلہ۔

اس صحیفہ کو ابو عبیدہ کو دیا کہ مکہ جا کر کعبہ میں دفن کر دے۔ جناب عمر ابن خطاب کے زمانہ خلافت تک مدفون رہا اور انھوں نے وہاں سے نکالا۔

ہم پھر پلٹتے ہیں غدیر سے واپس آئے قافلہ کی طرف:

اس عہدنامہ کی تحریر سے فارغ ہو کر وہ لوگ جناب ابوبکر کے گھر سے نکلے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور تعقیبات میں مشغول تھے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ کی جانب رخ کر کے اعتراض کے طور پر فرمایا: کیا کہنا تمہارا, کون ہے تمہاری طرح, اب تو تم امین امت ہو۔اس کے بعد سورہ بقرہ کی آیت ۷۹ کی تلاوت فرمائی۔

(ترجمہ): وائے ہو ان لوگوں پر جو اپنے ہاتوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اس کو تھوڑی سی دنیوی قیمت پر فروخت کریں لہذا ان کے لئے اس کے عوض عذاب الہی ہے جو کچھ وہ لکھتے ہیں اور جو کچھ کمائی کرتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس جماعت کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو لوگوں سے معافی مانگتے ہیں اور اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں جب کہ اللہ ان کو دیکھتا ہے, اعمال کو پسند نہیں کرتا, اللہ تو ان کو گھیرے ہوئے ہے اور خوب جانتا ہے۔پھر فرمایا کہ اس امت میں بھی کچھ لوگوں نے جاہلیت اور کفر کے زمانہ کے طریقہ پر صحیفہ لکھا ہے اور کعبہ میں رکھ دیا ہے۔اللہ ان کو مہلت دیتا ہے تا کہ ان کا اور ان لوگوں کے بعد آنے والوں کا امتحان لے اور خبیث کو طیب سے جدا کر دے۔اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اللہ نے ان سے معترض ہونے کو چند حکمتوں اور مصلحتوں کے سبب سے جو ان کو مہلت

دینے میں ہے مجھے منع کیا ہے تو یقینا سب کو قتل کروا دیتا۔

حذیفہ نے کہا قسم ہے پروردگار کی ہم نے ان منافقین کو دیکھا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں یہ باتیں کرر ہے تھے, ان کے بدن کانپ رہے تھے اور ان کا حال ایسا متغیر ہوا کہ ان کی خیانت سب پر ظاہر ہو گئی اور سب نے سمجھ لیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتراضات ان ہی لوگوں پر تھے۔

(مزید تفصیلات کے لئے مرا جعہ کیجئے حیات القلوب علامہ مجلسی جلد دوم۔ ناسخ التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ تالیف لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر جزء چہارم از جلد دوم)۔

منقبت غدیرخم

خم میں نبی ص نے کہہ دیا حکم خدا آنے کے بعد
یہ علی ع ہے جانشیں میرے چلے جانے کے بعد

آخری میں ہوں نبی ہیں جانشیں بارہ امام
مصطفی ص فرما گئے ہر حکم پہنچانے کے بعد

بڑھ گئی تھی دشمنی سرکار ص سے اصحاب کی
خم کے میداں میں علی ع کی شان بتلانے کے بعد

من کنت کہتے تھے نبی ص اکملت کہتا تھا خدا
وہ پیام آخری منبر سے پہنچانے کے بعد

کچھ منافق تھے صحابی دین کی ڈالے نقاب
آ گئے فطرت پہ اپنی وقت ٹل جانے کے بعد

ظلم کی بستی مٹے گی حق کے گلشن پھر کھیلیں گے
حق پلٹ آئے گا در پر وہ امام ع آنے کے بعد

گھر پہ اللہ کے رہا قبضہ بتوں کا مدتوں
بن گیا کعبہ وہی حیدر ع کے آجانے کے بعد

مجلسیں پڑھتے رہو ہادی ولا کو مان کر
کام آئے گا یہی سانسوں کے رک جانے کے بعد

(نتیجہ فکر : سید ہادی حسن عابدی)

منقبت : غدیر کے بعد

یک انقلاب ہوا رونما غدیر کے بعد
ہر یک ملعون تھا خود سے خفا غدیر کے بعد

علی ع کی دشمنی میں جل رہے تھے اہل شر
منافقوں پہ تھی چھائی قضاء غدیر کے بعد

سبھی تھے خون کے پیاسے نبی ص وحیدر ع کے
بہت قلیل تھے اہل وفا غدیر کے بعد

نبی ص علی ع سے منافق کی دوستی کب تھی
ہاں دشمنی کی ہوئی انتہا غدیر کے بعد

نفاق اپنا چھپایا ہوا تھا ہر کوئی
صحابیوں کا بھرم مٹ گیا غدیر کے بعد

جو بھاگ جاتے تھے میداں سے عین وقت جھاد
انھیں کو شوق حکومت ہوا غدیر کے بعد

نبی ع نے جن کو نکالا تھا بزم سے اپنی
وہی تھے بانی ظلم و جفا غدیر کے بعد

سناؤ ہادی سبھی کو جنھیں نہیں ہے خبر
تھے راہ زن جو بنے راہ نما غدیر کے بعد

(نتیجہ فکر : سید ہادی حسن عابدی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

حضرت علی علیہ السلام
نے
اپنا حق حاصل کرنے کے لئے
تلوار کیوں نہ اٹھائی ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ سے ان واقعات کو پیش کرتے ہیں جن کو پڑھ کر ہمارے نوجوان اسلام اور اسلام کی نامور شخصیتوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یہ اعتراض وہی کرسکتے ہیں جو مسلمانوں کی تاریخ کو اسلامی تاریخ کا نام دیتے ہوئے اسے ایک خاص زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ قرآن و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں تاریخی واقعات کو حق و باطل کے معیار پر تجزیہ کرنے والا مسلمان اس طرح کی گفتگو وتحریر کی اہمیت کو جانتا ہے اور اسے دوسروں تک خصوصا مسلمان نوجوانوں تک پہچانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غدیر خم کے مقام پر ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ ہجری کے دن اللہ کے حکم سے حضرت علی ع کی جانشینی کا اعلان کرنے اور مسلمانوں سے بیعت لینے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو وادی عقبہ ہرشی کے مقام پر منافقوں نے رات کی تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کو وادی میں گرانے کی کوشش کی۔اس سازش میں ۱۴ منافق شامل تھے جن میں سے ۹ منافق قریش سے اور باقی پانچ انصار سے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقہ کی مہار تھامے ہوئے صحابی حذیفہ یمانی کو ان سب کے نام بتلا دئے تھے۔ مدینہ پہنچنے پر اس گروہ میں بیس منافق اور شامل ہو گئے۔ یہ ۳۴ منافقوں نے مل کر ایک صحیفہ (عہدنامہ) تحریر کیا۔اہم بات جو اس صحیفہ میں لکھی وہ امیر المومنیں ع سے کی گئی بیعت کا توڑنا تھا۔سب منافقوں نے عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ولایت علی ع کے تعلق سے کہا ہے ہم اسے نہ مانیں گے اور اطاعت نہیں کریں گے۔

مدینہ واپس تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین ام سلمہ کے مکان میں قیام فرمایا، ایک مہینہ تک وہیں مقیم رہے کسی دوسری بی بی

کے گھر تشریف نہیں لے گئے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔اس بات کی ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر اور ام المومنین حفصہ بنت عمر نے اپنے باپ سے شکایت کی۔ان دونوں نے جواب دیا ہم جانتے ہیں کہ آنحضرت ص ایسا کیوں کرر ہے ہیں اور اسکا سبب کیا ہے۔

ان دونوں نے اپنی بیٹیوں کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جائیں نرمی کے ساتھ گفتگو کریں اور محبت کا اظہار کریں۔وہ صاحب شرم وحیا ہیں ممکن ہے ان حیلوں کے سبب جو کچھ ان کے دل میں ہے ظاہر کر دیں۔اس مشورہ کے بعد تنہا ام المومنین عایشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین ام سلمہ کے گھر پر تشریف فرما تھے اور امیر المومنین حضرت علی ع بھی موجود تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حمیرا کس غرض سے آئی ہو؟ ام المومنین نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا میرے غریب خانہ پر تشریف نہ لانا میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔میں آپ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنے اس قول میں سچی ہوتیں تو اس راز کو جو میں نے تم سے بیان کیا تھا ظاہر نہ کرتیں۔حالانکہ میں نے بہت تاکید کی تھی کہ ظاہر نہ کرنا۔تم یقینا ہلاک ہوئیں اور ایک گروہ کو بھی ہلاک کر دیا۔اس

کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمی کی کنیز کو بلایا اور فرمایا کہ میری سب ازواج کو بلالاؤ۔ جب وہ سب جمع ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں تم سب سے کہتا ہوں غور سے سنو۔ حضرت علی ع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا بھائی وصی اور وارث ہے۔ میرے بعد تمہارے اور تمام امت کے دینی و دنیوی معاملات کی نگرانی کرنے والا ہے لہذاء جو حکم دے اس کی اطاعت کرو۔ نافرمانی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گی۔ حضرت علی ع سے فرمایا کہ میں تم سے ان عورتوں کی سفارش کرتا ہوں کہ ان کی نگرانی کرنا اور جب تک یہ تمہاری مطیع رہیں ان کے اخراجات ان کو دیتے رہنا اور ان کو اپنی اطاعت کا حکم دیتے رہنا۔ ان کی جن باتوں پر تم کو شک ہو ان سے روکتے رہنا اور منع کرتے رہنا۔ اگر نافرمانی کریں تو ان کو میری زوجیت سے آزاد کر دینا اور طلاق دیدینا۔

حضرت علی ع نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عورتیں ہیں ان کا کام سست اور رائے کمزور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک نرمی سے اصلاح ممکن ہو نرمی کرو۔ جو بھی ان میں سے تمہاری نافرمانی کرے تو اس کو طلاق دیدینا۔ ایسا طلاق کہ جس سے اللہ اور اس کا رسول ص راضی ہو۔ یہ سن کر تمام ازواج ساکت ہوگئیں اور ایک لفظ بھی نہ بولیں مگر ام المومنین

عائشہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ایسی نہیں ہیں کہ آپ کسی بات کا حکم دیں اور ہم اس کے خلاف کریں ۔ حضرت نے فرمایا اے حمیرا ایسا نہیں ہے بلکہ تم نے مخالفت کی اور بدترین مخالفت کی ۔ قسم پروردگار کی جو بات ابھی میں نے تم سے کہی ہے تم اس کی بھی مخالفت کرو گی ۔ میرے بعد علی ع کی نافرمانی کروگی اور علانیہ اور ظاہر بظاہر گھر سے نکلو گی ۔ کئی ہزار مرد تمہارے اطراف ہوں گے اور تم علی ع سے سرکشی کروگی اور پروردگار کی گہنگار ہونگی ۔ جس راستے سے جاؤ گی راستہ کے کتے بھونکیں گے اور یہ وہ امر ہے جو ضرور واقع ہوگا ۔ اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب ازواج کو اپنے اپنے گھر جانے کے لئے کہا ۔

مدینہ کے حالات :

غدیر کے اعلان کے بعد سے اس وقت تک اہل صحیفہ وعقبہ کے منافقین کے گروہ میں طلقاء (فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ص نے ابوسفیان کے گھرانہ کے افراد کو معاف کردیا تھا ۔ طلقاء ۔ آزاد کئے گے ۔ کہہ کر) کے علاوہ ان کے ہم فکر وعقیدہ افراد شامل ہوگئے تھے جن کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی (حیوۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۹) ۔

اعلان غدیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ میں پہلا قدم حضرت علی ع کی جانشینی کے لئے:

مدینہ کے بدلتے حالات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری طرح واقف تھے اور حج سے واپسی کے کچھ ہفتوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے میں بیماری کے آثار دیکھ رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ حضرت علی ع کی جانشینی کا مرحلہ بغیر کسی نزع کے حل ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ مدینہ منافقین اور ان کے ہم عقیدہ افراد سے خالی رہے تا کہ اسلام کی ضرورت اور مسلمانوں کی صحیح رہبری کا اہم مرحلہ بغیر کسی اختلاف کے طے پا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کی جماعت کو بلوایا جو اہل صحیفہ وعقبہ تھے ان کے ہمراہ ان چار ہزار مسلمانوں کو بھی طلب کیا جو اس جماعت کے ہم خیال ہو گئے تھے اور اسامہ ابن زید حارثہ کو ان کا سردار بنا کر ان کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ابھی تو ہم آپ کے ساتھ سفر سے واپس آئے ہیں ازسرنو سامان سفر تیار کرنا پڑے گا لہذا ہم کو چند روز مدینہ میں قیام کی اجازت دیجئے تا کہ اسباب سفر فراہم کر لیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دی اور جن چیزوں کی ان کو ضرورت تھی عطا فرمایا۔ اسامہ ابن زید کو حکم دیا کہ وہ ان کو مدینہ کے باہر لیکر جائے اور ایک

فرسخ دور قیام کرے۔ اسامہ نے مدینہ کے باہر ُجرف ُ پر قیام کیا جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا اور انتظار کرنے لگے کہ تمام افراد اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اس مقام پر جمع ہوں۔

اسامہ بن زید کی سر پرستی میں اس جماعت کو بھیجنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ ان سے خالی ہو جائے جن کے دل تیڑے ہو گئے ہیں اور جن کے دلوں میں مسلمانوں پر حکومت کرنے ہوس پیدا ہوئی ہے اور جو موقع ملنے پر اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سفر کا بڑا اہتمام فرمایا تھا اور ان کو جلد از جلد روانہ ہونے کی ترغیب دیتے رہے۔ اسامہ جو ۱۸ برس کا تھا اس کی سر پرستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سن رسیدہ اصحاب کو قرار دیا۔ حضرت ابوبکر ُ حضرت عمر اور عبدالرحمن ابن عوف کے علاوہ تمام اصحاب و مہاجر و انصار قبیلوں کے سرداروں کو اسامہ کے لشکر میں قرار دیا سوائے امیرالمومنین علی علیہ السلام ، بنی ہاشم ، ابن عباس ، سعد ابن عبادہ، سلمان ، ابوذر و مقداد کے (ان کو اس لشکر میں شامل نہیں فرمایا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان افراد پر لعنت کی جنھوں نے اس حکم کی مخالفت کی یا جانے میں دیر کی اور اس حکم سے منہ موڑا۔ (شرح نھج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۱۳۱۔ ملل ونحل شھرستانی

مقدمہ چھارم صفحہ ۲۹) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بزرگ صحابی حضرت ابو بکر و حضرت عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ کچھ افراد راضی نہیں ہو رہے ہیں کہ کم سن سردار کی سرپرستی میں رہیں لہذاء کسی اور کا انتخاب فرمائے ۔ رسول اللہ ص نے فرمایا اسامہ تم سب پر سرداری کی لیاقت رکھتا ہے وہ لایق سردار ہے (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۴) ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لاے فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اسامہ کے لشکر میں جانے سے سرپیچی کرے ۔ تم لوگ اس کے باپ زید کے تعلق سے بھی اعتراض کرتے تھے ۔ زید لایق سردار تھا اسامہ بھی لایق سردار ہے ۔ جاؤ اور فوراحرکت کرو (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۵) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیس بن سعد بن عبادہ کو جو ہمیشہ حضرت ص کے لشکر کے لئے لوگوں کو جمع کرتے تھے اور خباب ابن منذر کو انصار کی جماعت کے ساتھ حکم دیا کہ ان لوگوں کو سختی کے ساتھ اسامہ کے لشکر تک پہنچائیں ۔ اس حکم کے بعد قیس و خباب نے ان تمام افراد کو مدینہ سے باہر نکالا اور اسامہ کے لشکر میں پہنچا دیا اور اسامہ سے کہا رسول اللہ ص نے تم کو حکم دیا ہے کہ اب ذرا بھی توقف نہ کرو فوراکوچ کرو اور روانہ ہوجاؤ ۔

لہذا ابھی ابھی سامان بار کرو اور کوچ کرو تا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان لیں کہ تم روانہ ہو گئے ہو۔ یہ سن کر اسامہ نے اسی وقت کوچ کیا۔ قیس وخباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بیان کیا وہ لوگ روانہ ہو گئے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ نہیں جائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قیس وخباب کے واپس آنے کے بعد حضرت ابو بکر وحضرت عمر وابوعبیدہ اوران کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے اسامہ سے کہا کہ مدینہ خالی کر کے کہاں جاتے ہو اس وقت تو ہمیں ہر وقت سے زیادہ مدینہ میں رہنے کی ضرورت ہے۔ اسامہ اوران کے ہمراہ افراد نے پوچھا کہ تمہاری اس گفتگو کا مطلب کیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت آخر ہے اگر ہم اسوقت مدینہ میں نہ رہیں تو ممکن ہے کچھ ایسے امور واقع ہو جائیں گے جس کی اصلاح بعد میں نہ ہو سکے۔ لہذا ہم مدینہ میں رہ کر انتظار کریں گے اور دیکھیں گے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض کس حد تک جاتا ہے۔ اس کے بعد سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔

یہ کہکر وہ لوگ پلٹ آئے۔ اسامہ اور باقی لشکر نے اسی مقام پر قیام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ قاصد چھپ کر حضرت عائشہ بنت ابو بکر کے پاس آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال

دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر اوران لوگوں کو جو ان کے ساتھ ہیں جا کر بتادو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی ہے لہذا ء کوئی تم میں سے لشکر کے ہمراہ حرکت نہ کرے میں برابر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کی کیفیت کی خبر بھیجتی رہوں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں اضافہ ہوگیا۔ ام المومنین نے اپنے غلام صہیب کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ زندگی کی امید نہیں ہے لہذا ء تم حضرت عمر, ابوعبیدہ اور جس کو مناسب سمجھو اپنے ساتھ لے کر جلد سے جلد مدینہ پہنچ جاؤ اور رات کو مخفی طور پر داخل ہونا۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو ملی تو صہیب کا ہاتھ پکڑ کر اسامہ کے پاس لے گئے تا کہ اسامہ کو بھی اطلاع ہوجائے ۔ اسامہ نے ان تینوں حضرات کو اجازت دیدی اور تاکید کی کہ رات کے وقت پوشیدہ طور پر مدینہ میں داخل ہوں ۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر وعافیت سے ہوں تو لشکر میں واپس آجاؤ اور اگر وفات ہوگئی ہو تو ہمکو اطلاع دینا تا کہ ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ مدینہ آجائیں۔

حضرات ابوبکر وعمر اور ابوعبیدہ رات کو مدینہ میں داخل ہوئے ۔ حضرت ص کے مرض میں شدت ہوگئی تھی جب کچھ کمی واقع ہوئی تو فرمایا: آج شر عظیم ہمارے شہر میں داخل ہوا ہے ۔ وہاں موجود افراد نے سوال کیا وہ شر کیا ہے

فرمایا کہ وہ جماعت جولشکراسامہ کے ساتھ تھی ان میں سے بعض واپس آ گئے ہیں اور میرے حکم کی مخالفت کی ہے۔آ گاہ ہوجاؤ کہ میں اللہ کے نزدیک ان سے بیزار ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر یہی فرماتے رہے کہ لشکراسامہ کوروانہ کرواوران لوگوں کواس کے ہمراہ بھیجو۔اللہ اس پرلعنت کرے جولشکر اسامہ سے روگردانی کرے۔یہ جملہ کئی مرتبہ فرمایا(حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۵۶۰)۔

اسامہ بن زید کوسردارلشکر بنانے کی مصلحت:

اسامہ کے لشکر میں مہاجروانصار کے بہت سے سن رسیدہ افرادرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شامل کئے تھے جن میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعدمسلمانوں کی حکومت کی باگ ڈورسنبھالی۔۱۸ سالہ جوان کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سن رسیدہ اصحاب پرسردارمقررفرمایا اوراسامہ کے لشکر سے سرپیچی کرنے والوں پرکئی مرتبہ لعنت کی(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۴) علماء اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکیمانہ انتخاب میں حسب ذیل حکمتوں کوپایا:

۱۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انتخاب کے ذریعہ زمانہ جاہلیت کے خرافات

کومٹانا چاہا۔ظہور اسلام سے قبل جاہلیت کا طرز فکر یہ تھا کہ ہر سن رسیدہ اور ہر گروہ کا سر پرست ہر نوجوان پر مقدم ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۸ سالہ اسامہ کو بڑی بڑی عمر کے اصحاب پر سردار بنا کر اس طرز فکر کو باطل قرار دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انتخاب سے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ جب مسلمانوں کی اصلاح کا مقصد منظور ہو تو اس وقت عقل , تدبیر اور علم کو معیار قرار دیا جاے ۔اگر مسلمان اسے سمجھ لیتے تو حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے محروم رکھنے کے لئے ان کے ۳۳ سال کے سن کو کم سنی کا عنوان نہ دیتے۔

۲۔دوسری حکمت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مسلمانوں پر حکومت کرنے ہوس پیدا ہوئی تھی جو قبیلوں کے سرداروں یا مسلمانوں میں اپنے آپ کو سن رسیدہ اور ممتاز تصور کر رہے تھے ان کو یہ بات سمجھانی چاہی کہ تم اس لشکر کی سرداری کی لیاقت بھی نہیں رکھتے اور تم اسامہ ۱۸ سالہ کی برابری نہیں کر سکتے تو ملت کی ہدایت و رہبری کی ہوس دل سے نکال دو۔دوسرے مسلمانوں پر بھی واضح ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں لشکر کی سرداری کے لایق بھی نہ سمجھا بلکہ اسامہ کو ان کا سردار قرار دیا تو سارے مسلمانوں کی رہبری و ہدایت کے لئے یہ کیسے موزوں ہوں گے۔

۳۔تیسری حکمت یہ کہ ان تمام افراد میں سب سے زیادہ جس میں انتقام کا جذبہ

تھا وہ اسامہ تھا کیونکہ اسامہ کا باپ اس لشکر سے لڑتے ہوئے مارا گیا تھا۔لہذا ءرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرداری کے لئے اس کا انتخاب فرمایا تھا جس کا انگیزہ عمل سب سے زیادہ اور جو جلد سے جلد لشکر کو مدینہ سے باہر لے جا سکتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ سے فرمایا تھا ''سرالی مقتل ابیک'' تمہارے باپ کے مقتل کی طرف حرکت کرو۔

۴۔ چوتھی حکمت یہ کہ اگر کسی سن رسیدہ, ممتاز یا کوئی چھوٹا بڑا صحابیت کا مقام رکھنے والے کو لشکر کا سردار بناتے تو وہ اسی انتخاب کو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کی دلیل بنا لیتا چنانچہ جب سقیفہ کے واقعہ کے بعد اسامہ سے کہا گیا تھا کہ آؤ اور خلیفہ ابوبکر کی بیعت کرو تو اسامہ نے کہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تم پر امیر بنایا ہے اور یہ منصب مجھ سے واپس لیا نہیں گیا ہے لہذ ء میں ابوبکر سے بیعت طلب کرنے کا حق رکھتا ہوں نہ کہ ان کی بیعت کرنے کا۔

جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ لوگوں کو اسامہ کی کمسنی پر اعتراض ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں میں سے کسی سے فرما سکتے تھے کہ میں تم کو سرداری دیتا ہوں جلد از جلد لشکر لیکر روانہ ہو جاؤ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد حاصل ہو سکتا تھا کہ مدینہ ان

کے وجود سے خالی ہوجائے) ۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا وہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے خوب واقف تھے , جانتے تھے کہ وہ نہیں جائیں گے اور بعد میں اسی انتخاب کو اپنی خلافت کی سند بنالیں گے ۔

۵ ۔ پانچویں حکمت یہ تھی کہ منافقین کے ہوای نفسی کے خوابوں کو خاک میں ملا دیا جائے ۔اب جب تک ۱۸ سالہ اسامہ زندہ رہے گا اس وقت تک اس لشکر میں شامل کیا گیا کوئی شخص بھی کوئی پوزیشن جو اسامہ کی پوزیشن سے بڑی ہو حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اسامہ کو اس پوسٹ سے ہٹا نہ دیں یا وہ اسامہ کو ہٹائے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے یہ اختیار دیں ۔

۶ ۔چھٹی حکمت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ ایسے شخص کو لشکر کی سرداری عطا کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی میں اس انتخاب سے بیجا فائدہ نہ اٹھاسکے ۔

یہ تھیں ہمارے علماء کی نظر میں وہ چند حکمتیں جس کی بنیاد پر اسامہ کو لشکر کا سردار انتخاب فرمایا تھا (واللہ عالم) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا قدم حضرت علی ع کی جانشینی کے تعلق سے :

جب اسامہ کے لشکر سے وہ افراد واپس مدینہ لوٹ آے (, جس کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا آج رات شر عظیم ہمارے شہر میں داخل ہوا ہے) جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے باہر بھجوانا چاہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا قدم اٹھایا۔

جمعرات کا دن تھا, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ اصحاب جو اسامہ کے لشکر سے انحراف کر کے مدینہ میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے کے بہانے جمع ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **کاغذ و قلم لاؤ میں تحریر لکھ دوں تا کہ میرے بعد لوگ گمراہ نہ ہوں۔**

حضرت عمر ابن خطاب نے کہا: ان الرجل لیھجر وعندنا القرآن حسبنا کتاب اللہ۔ (یہ شخص ھذیان کہہ رہا ہے۔ ہمارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے)۔ وہاں موجود افراد میں سے بعض نے اس بیہودہ جملہ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ ان دو گروہ کی صدائیں بلند ہوگئیں یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے جھگڑا نہ کرو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ (اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنی بزم سے نکال دیا اور اس کے بعد انھیں پھر کبھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزم میں آنا نصیب نہ ہوا)۔(کامل ابن اثیر جلد۲ صفحہ ۱۲۲۔ طبری جلد۲ صفحہ ۴۳۶۔ صحیح بخاری جلد۳ باب مرض النبی۔ صحیح مسلم جلد۵ صفحہ ۷۶۔ بدایہ ونھایہ جلد۵ صفحہ ۲۲۷۔ مسند احمد جلد۳ صفحہ ۳۴۶)۔

اس واقعہ کو پڑھ کر ایک مسلمان کے ذہن میں مختلف سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے؟

۲۔ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنے سے منصرف ہو گئے؟

۳۔ حضرت عمر ابن خطاب اور ہم خیال افراد کا مقصد اس مخالفت سے کیا تھا؟

۴۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ھذیان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟

ان تمام سوالات کے جوابات اہل سنت کی کتابوں سے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے؟

امام غزالی اور دوسرے علماء نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمائے جملوں سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد پیش آنے والے مسائل کے تعلق سے راہ حل تحریر کرنا چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے بعد مسلمانوں کی ہدایت کے تعلق سے مضطرب تھے ۔ منافقین کے نقشہ سے واقف اور نتیجہ سے خوف زدہ تھے ۔ ان وجوہات کی بناء پر چاہتے تھے کہ اس کام کے لئے مناسب وصلاحیت دار شخص کے حق میں وصیت لکھ دیں ۔

چنانچہ چند ہفتہ قبل غدیر کے مقام پر حضرت علی ع کی جانشینی کا اعلان کر چکے تھے لہذا اس تحریر میں ان کا نام لکھنا چاہتے تھے تاکہ منافقین کا نقشہ نقش بر آب ہو جائے ۔

اس بیان کی تائید میں دوسری دلیل جسے ابن ابی الحدید نے شرح نھج البلاغہ جلد۳ میں تحریر کیا ہے

لکھتے ہیں کہ ابن عباس کے سامنے حضرت عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت کے دور میں اعتراف کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیماری کے زمانے میں علی ابن ابی طالب ع کا نام لکھنا چاہتے تھے مگر میں نے مخالفت کی ۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر ابن خطاب اور ابن عباس سفر کر رہے تھے ,

جناب عمر نے حضرت علی ع کی شکایت ابن عباس سے کی اور گفتگو اس مقام پر پہنچی کہ ابن عباس نے کہا علی ع اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت ان کے لئے چاہتے تھے ۔ حضرت عمر ابن خطاب نے کہا کہ ابن عباس سچ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے مگر کیا کیا جائے کہ اللہ نے

نہیں چاہا۔(نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۳۔تاریخ بغداد ابوالفضل احمد ابن ابی طاہر)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں وصیت لکھنے سے منصرف ہوگئے :

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا کہ بعض اصحاب اپنے باطل مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کسقدر رگر سکتے ہیں کہ وہ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس کا ظاہری طور پر کلمہ پڑھ رہے ہیں اسکی گفتگو کو ہذیان اور اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے رجل (یہ شخص) کہکر اس کے حضور ایسی گستاخی انجام دے سکتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شخصیت کو امت کی ہدایت کے لئے پہچنوانا چاہتے ہیں اسے یہ کہہ کر کہ رد کردیا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن موجود ہے۔اس صورت میں وصیت لکھنا کار عبث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقوں کی گستاخی سے یہ پیغام حاصل کرلیا تھا کہ"اگر علی ع کی جانشینی کے لئے زیادہ زور لگاؤ گے تو ہم تمہاری رسالت کا بھی انکار کردیں گے"۔

چنانچہ"ان الرجل لیھجر" غیر مستقیم طور پر رسالت کا انکار تھا۔ان حالات میں اگر وصیت لکھی جاتی تو اس کی حیثیت واہمیت کیا ہوتی۔اختلاف کو ختم کرنے کے بجائے نزاع وفساد کا بازار گرم ہوجاتا۔تازہ مسلمان جن کی

تعداد لاکھوں میں تھی وہ ان داخلی انتشار وفساد سے گھبرا کے اسلام سے پلٹ جاتے اور جھوٹے نبوت کے دعویداروں (آیندہ قریب میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے تعلق سے گفتگو ہوگی) کی پناہ حاصل کرنے کی سوچتے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی ۲۳ سالہ زحمتیں برباد ہوجاتیں ۔لہذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت یہ دیکھی کہ اس تعلق سے خاموشی اختیار کرنا اسلام اور حقیقی مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے۔

حضرت عمر ابن خطاب اوران کے ہم خیال افراد کا مقصد کیا تھا:

گذشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت علی ع کی خلافت کے تعلق سے تحریر لکھ دیں تا کہ منافقین اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں اور حضرت عمر ابن خطاب اوران کا گروہ چاہتا تھا کہ یہ کام انجام نہ پائے۔حضرت عمر ابن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدترین گستاخی کرتے ہوئے یہ ظاہر کردیا کہ اگر علی ع کی خلافت کے لئے اصرار کروگے تو ہم تمہاری نبوت سے بھی انکار کردیں گے (ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ) ۔ **کچھ دیر کے لئے اس گفتگو, نظریہ اور نتیجہ کو نظر انداز کر کے اس واقعہ کو دوسرے زاویہ سے دیکھتے ہیں۔**

اس حسن ظن کے ساتھ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے حکم کی مخالفت کرنے میں حضرت عمر اور ان کے ہم خیال افراد کا کوئی خاص نظریہ نہ تھا۔

اس صورت میں یہ چند احتمال ذہن میں ابھرتے ہیں:

۱۔ ممکن ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا مطلب ہی نہ سمجھا ہو۔

۲۔ ممکن ہے انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے اہم احکامات میں سے کسی حکم کے تعلق سے لکھنا چاہتے ہیں۔

۳۔ ممکن ہے ظاہری حالات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کو پوری طرح سمجھ کر کہا ہو۔

پہلا احتمال: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کو نہ سمجھے تھے تو سکوت اختیار کرتے کیونکہ معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی جب تک کوئی بات پوری طرح سمجھ نہیں لیتا منہ نہیں کھولتا، حضرت عمر تو قوم کے عقلاء میں شمار کے جاتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کو نہ سمجھے تھے تو کم از کم اتنا تو عقیدہ رکھتے ہونگے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیکار و بیہودہ گفتگو نہیں کرتا کیونکہ قرآن گواہی دیتا ہے کہ "و ما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی" (سورہ نجم آیت ۴ و ۵)۔ حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ صبر کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کو دیکھتے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ٹھیک بھی نہ

ہوتا تو اخلاق کا تقاضا تھا تب بھی ھذیان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاغذ و قلم کے تقاضہ کے فوری بعد ھذیان کی نسبت دینا اور قرآن کو کافی کہنا یہ بتاتا ہے کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد کیا تھا اور حضرت عمر کو وہ مقصد پسند نہ تھا۔

احتمال دوم: یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ گذشتہ میں کبھی بھی کسی اسلامی حکم یا عمل پر اعتراض اور ھذیان جیسی نسبت نہ سنی گئی۔ اس بنا پر اس اعتراض کی وجہ صرف احتمال سوم ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم کے مقصد کو پوری طرح جانتے تھے۔ لہذا ء جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ و قلم مانگا تو یہ بے چین ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم کو اس کام سے روکنے کے لئے گستاخی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر کو ھذیان سے نسبت دی۔

مسلمانوں سے میرا سوال ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو پریشانی وگمراہی سے بچانے کے لئے کوئی تحریر لکھنا چاہیں تو اس رسول پر ھذیان کی تہمت لگانے والے کا انجام کیا ہونا چاہیئے؟ اگر حضرت عمر ابن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدام کو ھذیان کہا تھا تو خلیفہ اول کی وصیت کو جو کئی بیہوشیوں کے درمیان حضرت عمر کی خلافت کے لئے لکھی گئی تھی کس عنوان

سے سند کہکر لوگوں کو دیکھا دیکھا کر بیعت لی گئی ۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے حق میں خلافت لکھنا چاہیں تو ھذیان کہیں اور اگر خلیفہ ابوبکر اپنے دوست حضرت عمر ابن خطاب کی خلافت کے لئے لکھے تو اسے عقلمندی کہیں ۔ افسوس اس مسلمانی پر اور اس عمل پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی امید بھی رکھی جاتی ہے ۔ اللہ تعال سے انکی رضا کی درخواست بھی ہے !

اگر حضرت عمر نے قرآن کو مشکلات کے حل کے لئے کافی جانا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی مشکل حل کرنے کے وقت قرآن کیوں یاد نہ آیا جبکہ قرآن صاف بیان فرما رہا ہے (ترجمہ) اے ایمان دارو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبان حکم ہوں ان کی اطاعت کرو ۔ اور اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس امر میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الم کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ اور انجام کی راہ سے بہت اچھا ہے ۔ (سورہ النساً آیت ۵۹) ۔

سورہ المائدہ آیت ۵۵ میں ارشاد ہو رہا ہے ؛

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاہ ویوءتون

الزکوہ و ھم راکعون ۔ترجمہ: تمہارے مالک سرپرست بس یہی ہیں اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔(یہ آیت باتفاق مفسرین شیعہ , سنی , موافق و مخالف حضرت علی ع کی شان میں نازل ہوئی ہے)۔

حضرت عمرابن خطاب کی گستاخی: افسوس کا مقام ہے ان کی خلافت کے ماننے والے اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازیبا جملہ کہہ کر شدید قسم کی گستاخی کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس جملہ کا ہر لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں شدید جسارت و گستاخی ہے کیونکہ مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ و نبی اللہ کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔حضرت عمر نے اس درجہ بدتمیزی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آپ کے روے مبارک کے روبرو لوگوں کی موجودگی میں ''ان الرجل'' (یہ مرد) کہہ کر اہانت شروع کی اور اس کے بعد کا لفظ اس سے بھی زیادہ زہریلا کہا۔عام آدمی کے لئے بھی اس کے سامنے ''یہ مرد'' کا لفظ کہہ کر گفتگو کرنا اس کی شان میں بے احترمی و بدتمیزی ہے چہ جائے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ے لئے۔

ھذیان کی نسبت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو جبکہ ایک عام

آدمی کو بھی ایسی نسبت دینا بڑی گستاخی ہے ۔ اور یہ سب اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے آخری ایام تھے جبکہ شریف افراد اس قسم کے الفاظ کسی قوم وقبیلہ کے سر شناس افراد کے لئے بھی ایسے موقع پر استعمال نہیں کرتے ۔ افسوس صد افسوس حضرت عمر ابن خطاب کے جرم کو نہ ماننے یا کم کر کے پیش کرنے والوں پر ۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ گروہ آپس میں یہ طے کر کے اور تیاری کے ساتھ آیا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی ع کی جانشینی وخلافت کے تعلق سے کوئی تذکرہ یا کوئی اور قدم اٹھانا چاہیں تو شورو غل کر کے اسے ہونے نہ دیں ۔ (طرحہای رسالت جلد ا صفحہ ۱۱۱) ۔

کسے قبول کریں اور کس کو رد کریں ؟ ۔

مختصر یہ کہ بنا بر نوشتہ مصری رائیٹر ڈاکٹر حسین ھیکل (کتاب حیات محمد ص صفحہ ۲۸۵) , نھج البلاغہ ابن ابی الحدید و کامل ابن اثیر ’’حضرت عمر نے کہا : تحریر کی ضرورت نہیں ہے بخار کی شدت نے ان کے افکار کو پریشان کیا ہوا ہے وہ ھذیان کہہ رہے ہیں ‘‘ یہ پست وگندی گفتگو کر کے روح رسالت کو تڑپانے کے علاوہ , اپنے زہریلے خیالات کو بھی ظاہر کر دیا اور اس طرح اپنا عقیدہ و ایمان نبوت کے تعلق سے پیش کر دیا ۔

مسلمانوں ایک فیصلہ آج تمہیں بھی کرنا ہے: ایک طرف قرآن کا ارشاد ہے" و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" (سورہ نجم آیت ۴و۵) اوردوسری طرف عمرابن خطاب کا کہنا: "ان الرجل لیھجر" (کامل ابن اثیر ج ۲ص۱۲۲۔طبری ج ۲ص ۴۲۶۔صحیح بخاری ج ۳باب مرض النبی۔صحیح مسلم ج ۵ص ۷۶۔بدایہ ونھایہ ج ۵ ص ۲۲۷۔مسند احمد ج ۳ص ۲۴۶)۔کسے قبول کریں اور کس کو رد کردیں؟

حسبنا کتاب اللہ کا مطلب:

علمای اسلام کا نظریہ ہے کہ حضرت عمر کا یہ جملہ عندنا القرآن حسبنا کتاب اللہ, اس سے پہلے کے جملے "ان الرجل لیھجر" سے زیادہ خطرناک ہے۔اسلئے کہ اسلامی تعلیمات وقانون کا سرچشمہ قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور قرآن اس پر گواہ ہے: فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و الرسول (سورہ النساء آیت ۵۹)۔(اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس امر میں اللہ اور رسول ص کی طرف رجوع کرو)۔

امیرالمومنین ع نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ کی طرف رجوع کے معنی ہیں کتاب اللہ پر عمل کرنا اور رسول اللہ ص سے رجوع سے مراد رسول اللہ صلی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اگر حقیقی معنی میں اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو ہم بہترین مخلوق ہیں اور اگر پوری طرح سنت رسول ص پر عمل کریں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سب سے قریب اور سب سے برتر رہیں گے۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت:

قرآن میں عام و خاص , مطلق و مفید , ناسخ و منسوخ , محکم و متشابہ آیتیں موجود ہیں۔ ان سب کا معلوم کرنا اور انھیں سمجھنا دانشمند و اسکالر کے لئے بھی مشکل ہے تو عام افراد کیسے سمجھ سکیں گے؟

قرآن کو سمجھنے کے لئے ہمیں سنت کی ضرورت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبلغ ہیں اور ان کی سنت قرآن کے اسرار کو بیان کرتی ہے۔ قرآن کے اسرار کو اللہ اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ معصوم اماموں سے جو ارشادات ملے ہیں وہ بھی سنت میں داخل ہے کیونکہ یہ شخصیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہیں۔

قرآن اسلام کا اصلی قانون ہے۔ اس میں قوانین بیان کے گئے ہیں اور اس کی توضیح وتشریح اور جزئیات کو سنت نے پیش کیا ہے۔ اگر سنت کو قرآن سے علحدہ کر دیا جاے تو قرآن کے بہت سے احکام غیر قابل عمل ہو جائیں گے۔

بطور مثال: نماز واجبات میں سے ایک ہے۔اسلام اس کی تشریح کرتا ہے اور قرآن اس کا بار بار حکم دیتا ہے۔اسے دین کا ستون قرار دیتا ہے۔مگر قرآن میں اسکی رکعتیں, اسے ادا کرنے کا طریقہ اور دوسری ضروری باتیں بیان نہیں کی گئی ہیں۔اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے سیکھا گیا ہے۔رکوع وسجود کا طریقہ قرآن میں نہیں ملتا جب کہ رکوع وسجود اللہ کی بارگاہ میں خضوع وخشوع کی علامتیں ہیں۔قرآن فرماتا ہے اے مومنو اللہ کے لئے رکوع سجدہ اور اس کی عبادت کرو مگر سجدہ و رکوع کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کرنا ہوگا۔

قرآن فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور سورج چاند ستارے پہاڑ درخت اور چار پاوں والے جانور اور انسانوں میں بہت سے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں مگر اکثر ان سے ناواقف ہیں۔اب اس سجدہ کو کون سمجھائے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا راسخون فی العلم کے علاوہ کس سے ممکن ہے۔

ہر مسلمان جو چاہتا ہے نماز پڑھے, اسے وضو کرنا پڑے گا۔وضو کیسے کیا جائے؟ اگر پانی نہ ہو تو تیمم کس طرح کیا جاے۔یہ سب رسول اللہ کی سنت سے ہی اخذ کیا جا سکتا ہے۔

واجب نمازوں میں نماز میت بھی ہے۔ قرآن میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس کا تحفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ہی ملا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیسرا اقدام حضرت علی ع کی جانشینی کے لئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ کاغذ و قلم نہیں ملے گا۔ صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ دیکھو ہدایت کے مخالف کون ہیں۔ مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن بھی اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ بتا دیا کہ ہدایت کا اور علی ع کا دشمن کون ہے ان سے ہوشیار رہنا۔ دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا: یقیناً میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دونوں قرآن اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں۔

بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ ۴۷۶، الصواعق باب ۹ از فصل دوم صفحہ ۵۷، کشف الغمہ صفحہ ۴۳، اور ابن حجر عسقلانی نے واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے:

صحابی بلال نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا باوجود مرض کی شدت اور ضعف و ناتوانی کے مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ لوگوں کو یہ امر بہت عظیم معلوم ہوا۔ حضرت سر پر عصابہ باندھے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ حضرت علی ع کے کاندھے پر

دوسرا فضل ابن عباس کے کاندھے پر رکھے ہوئے تھے پائے اقدس زمین پر گھسیٹتے ہوئے بڑی تکلیف سے مسجد میں داخل ہوے۔ منبر کے قریب پہنچے تو فرمایا مجھے منبر پر بٹھادو۔ حضرت پہلے زینہ پر بیٹھے۔ اللہ کی حمد وثناء بجالائے اور فرمایا ایہاالناس بلاشبہ میرے پاس وہ چیزیں اللہ کی طرف سے آئی ہیں جس کی تم کو پابندی کرنی ہے۔ بیشک میں نے تم کو راست وروشن راہ پر چھوڑا ہے اوراس کو ایسے واضح کردیا ہے کہ اس کی راتیں دن کے مانند روشن ہیں۔ لہذا ءمیرے بعد اختلاف نہ کرنا جس طرح بنی اسرائیل نے کیا۔ ایہاالناس میں نے تم پر کوئی چیز حلال نہیں کی مگر وہ جسے قرآن نے حلال کیا اور کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہی جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

یقینا میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک ان سے متمسک رہو گے اوران سے ہاتھ نہ اٹھاؤ گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (اس لحظہ ایک شخص اٹھا اور سوال کیا وہ دو چیزیں کیا ہیں؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ فرمایا: میں بتا رہا ہوں)۔ وہ دونوں اللہ کی کتاب اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں تمہارے درمیان میرے خلیفہ ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ وہاں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان کی رعایت کیسی کی۔ یہ فرما کر

حضرت منبر سے نیچے آئے اور اپنے حجرہ مقدسہ میں واپس تشریف لے گئے۔
اس طرح رسول **اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر طرح کوشش کی اور اتمام حجت کر دیا تھا تاکہ حضرت علی ع کی جانشینی کا مرحلہ بغیر کسی نزع و جھگڑے کے انجام پا سکے۔

حضرت علی ع کے مخالفین کون تھے؟

قرآن میں کچھ تعبیرات ہیں ان افراد کے تعلق سے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں جیسے **مستکبرین** (مغرور افراد)، **طاغین** (سرکش و بغاوت کرنے والے)، **مترفین** (مالدار و دولتمند افراد)، **ملاء** (لوگوں کی نظر میں عظمت رکھنے والے) یہ سب ایک گروہ کے افراد ہیں۔ انھیں **طبقہ اشراف** بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے افراد ہر پیغمبر کے مخالف رہے ہیں اور ان سے دشمنی کی کیونکہ انھیں اپنے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے۔

اس قسم کے افراد حضرت علی ع کے بھی مخالف رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر علی ع خلیفہ بن گئے تو امیر و غریب برابر ہو جائیں گے، عرب و عجم برادر و برابر کہلائیں گے۔ صرف اخلاق و تقوی کی بنیاد پر عزت ملے گی۔

حضرت علی ع کو خلافت سے کیوں روکا گیا؟

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ پر ابن عباس کی روایت حضرت عمر ابن خطاب کے حوالہ سے نقل ہے کہ:

حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں ابن عباس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کے زمانے میں علی ع کی خلافت کے تعلق سے لکھنا چاہتے تھے, میں نے اس خوف سے کہ اسلام کے خلاف بغاوت برپا ہوگی, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کام سے روک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا مقصد جان لیا اور لکھنے سے رک گئے۔

ابن ابی الحدید صفحہ ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ جو افراد یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اعراب علی ابن ابی طالب ع کی اطاعت نہیں کریں گے وہ سب اس بات پر متحد ہو گئے کہ حضرت علی ع سے قدرت وامر ولایت لیکر دوسرے کو عطا کردیں۔ ان میں وہ سب شامل ہو گئے جو امام سے حسد رکھتے تھے, یا اپنے مشرک عزیزوں کے خون کا مطالبہ رکھتے تھے (علی ع نے ان کے بزرگوں کو قتل کیا تھا) یا علی ع کی کم سنی کا بہانہ رکھتے تھے یا امام کی حکومت کا سختی سے احکام پر عمل کروانے کا خوف رکھتے تھے یا نبوت و امامت کے ایک خاندان میں جمع ہو جانے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے یا امام کا دین کے امور میں شدت کرنے کا خوف رکھنے والے یا وہ افراد تھے جنھیں دوسرے عربوں کا حکومت حاصل کرنے سے ناامید ہو جانے کا ڈر تھا اور وہ انتظار میں بیٹھے رہنے کے بجائے آشوب برپا کریں گے, یا وہ جن کو رسول اللہ ص سے حضرت علی ع کی قربت رنجیدہ کر رہی

تھی کیونکہ یہ منافق تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پسند نہیں کرتے تھے ۔ ان کے تعلق سے دشمنی رکھتے تھے ۔ یہ ۸ گروہ حضرت علی ع کی خلافت و ولایت کے مخالف تھے اور یہ سب مل کر ایک ہو گئے تھے ۔ ان کے بزرگوں نے استدلال کیا کہ ہم فتنہ وفساد کے اٹھنے سے گھبراتے ہیں اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ عرب اس کام کو ہونے نہیں دیں گے اور ان کی اطاعت نہیں کریں گے ۔ لہذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح بیان کی تاویل کر کے اس کے منکر نہ ہوئے بلکہ کہنے لگے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے منکر نہیں ہیں مگر ہم عوام کی بھلائی کو پیش نظر رکھے ہوئے ہیں جسے غایب افراد نہیں دیکھ رہے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کی اہمیت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی اور مسلمانوں کی صحیح رہبری کی اہمیت کا اندازہ اللہ تعالی کے ارشاد سے ہو جاتا ہے کہ فرمایا : (ترجمہ) "اے رسول ص جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور (تم ڈرو نہیں) اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا" (سورہ المائدہ آیت ۶۷) ۔ اس حکم کی تکمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فوراً غدیر خم کے مقام پر

سوا لاکھ حاجیوں کے مجمع میں تین گھنٹے کا خطبہ دیکر حضرت علی ع کی جانشینی و ولایت کا اعلان فرمانا اور اس حکم کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دینا۔ حاضرین سے بیعت کا لینا اور اس کے فوراً بعد اللہ تعالی کا ارشاد کہ: (ترجمہ) ''آج کفار تمہارے دین سے مایوس ہو گئے لہذا تم ان سے ڈرو نہیں بلکہ مجھ سے ہی خوف رکھو۔ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا'' (سورہ المائدہ آیت ۳)۔ قرآن کی ان آیتوں اور غدیر خم کے واقعہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کی اہمیت کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔

غدیر خم میں حضرت علی علیہ اسلام کی ولایت وجانشینی کے اعلان کے ساتھ ہی منافقین و حضرت علی ع کے دشمنوں اور ان افراد کی سازشوں کے شروع ہو جانے سے جن کے دل ٹیڑے تھے اور جو موقع ملنے پر اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت علانیہ طور پر کرنے کی جسارت رکھتے تھے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری طرح واقف تھے اور ان کی کوششوں اور سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اقدامات فرمائے (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) ان سے حضرت علی ع کی بلافصل جانشینی کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامات حضرت علی ع کی بلا فصل جانشینی کے لئے ایک طرف اور منافقین ومخالفین کا اپنی سازشوں میں کامیابی (سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کو خلیفہ مسلمین کے عنوان سے منتخب کرنا) حاصل کر لینا دوسری طرف, اس شدید انحراف کے بعد حضرت علی ع کا اقدام اپنے حق کو منوانے کے لئے شروع ہوا مگر صرف بحث ومباحثہ اور گفتگو تک محدود رہا اور حضرت علی ع نے صبر کرنے کو ترجیح دی۔ امام ع کا یہ فیصلہ ہمیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ معلوم کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے وقت مسلمانوں کے حالات کیا ہو گئے تھے کہ حضرت علی ع نے اپنے حق کو حاصل کرنے کے تعلق سے صبر کرنے کو ترجیح دی۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا پیدا ہو جانا:

مسلمانوں کے مسلسل فتوحات نے مشرکوں, کافروں, بے دینوں اور دوسرے ادیان کے افراد کے دلوں میں رعب و وحشت پیدا کر دی تھی جس کے نتیجہ میں مسلمان بڑی حد تک مشرکوں اور منافقوں کے شر سے محفوظ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے آخری ایام میں ایک بڑی مشکل اسلام اور مسلمانوں کے لئے پیش آئی اور وہ جھوٹے نبوت کے دعویداروں کا مختلف

مقامات پر پیدا ہو جاتا تھا۔اور ایسے مسلمان جو اسلام کی روح سے آشنا نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی جان کے خوف سے کلمہ توحید پڑھ لیا تھا وہ اس دھوکہ و فریب کا شکار ہونے لگے۔

۱۔اسود عنسی نے یمن میں اپنی نبوت کا دعوی کیا۔سحر وجادو کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتا تھا۔جب یمن کے حاکم ابن بدھان کا انتقال ہوا تو اسود عنسی کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع ملا اور زیادہ تعداد میں لوگ اس کے اطراف جمع ہو گئے۔اہل نجران نے اسے اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی تا کہ اس کی اطاعت کریں۔اسود نے کم مدت میں یمن کے مرکز صنعاء پر تسلط حاصل کرلیا تھا۔

۲۔مسیلمہ کذاب جو یمامہ (دریای سرخ اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے) کا حاکم تھا, ۹ھ ہجری کو مکہ میں داخل ہوا اور اپنے قبیلہ کے کچھ افراد کے سروں کو ان کے جسموں سے جدا دیکھ کر گھبرایا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا مگر جب واپس یمامہ لوٹا تو اپنی نبوت کا دعوی کیا یہ کہکر کہ اللہ نے مجھے محمد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نبوت میں شریک کیا ہے تا کہ ہم جنس بشر کی ہدایت کریں۔اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

چونکہ مسیلمہ کا اپنے ہم وطنوں پر نفوس تھا اس لئے اس کے دعوے کو لوگوں نے قبول کرلیا اور اس کی پیروی کرنے لگے۔اس دوران اس نے ایک خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"از مسیلمہ رسول اللہ بہ محمد رسول اللہ سلام علیکم۔میں امر رسالت میں آپ کا شریک ہوں۔میرے لئے آدھی کرہ زمین ہے اور قریش کے لئے آدھی لیکن قریش نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خط سے بہت رنجیدہ ہوئے اور اس کے جواب میں لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔واما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبہ للمتقین۔

(یہ کرہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے وارث قرار دیتا ہے۔نجات متقین کے لئے ہے)۔

مسیلمہ اپنی جھوٹی نبوت کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دار فانی سے کوچ فرمائے۔(کامل ابن اثیر جلد۲ صفحہ ۲۱۵۔حیات محمد صفحہ ۲۷۷)۔

۳۔ان کے علاوہ اور بھی نام تاریخ میں ملتے ہیں جیسے طلیحہ قبیلہ بنی اسد میں اور حارث تمیمیہ کی بیٹی سجاح کہ جن کے نبوت کے دعوں کے صدائیں

مختلف شہروں میں سنی گئیں۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے علاوہ کفار ومنافقین (جنھوں نے ظاہری طور پر کلمہ بھی پڑھ لیا تھا) جنھیں اپنے عزیزوں کے مرنے کا غم تھا وہ فرصت کے منتظر تھے کہ اسلام ومسلمین پر حملہ کریں اور انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

ان میں کا ایک ابوسفیان تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے فوری بعد مدینہ آیا اور دیکھا کہ خلافت کے لئے اختلاف پیدا ہو گیا ہے تو اس نے حضرت علی ع کو اپنی طرف سے مدد کا پیشکش کیا تا کہ حضرت ع تلوار نکال لیں اور مسلمان دو گروہ ہو کر ایک دوسرے کو قتل کریں۔

وہ کہتا تھا مدینہ میں گرد وغبار بلند ہوا ہے جو خون کے بغیر ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ابوسفیان نے حضرت علی ع سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں مدینہ کی گلیوں کو پیادہ و سوار فوجیوں سے بھر دوں۔

حضرت علی ع نے اس سے فرمایا تھا کہ تجھے فتنہ و فساد کے علاوہ کچھ منظور نہیں ہے۔

تازہ مسلمانوں کی کیفیت:

مسلمانوں کی مسلسل فتوحات کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگوں نے کلمہ پڑھا مگر ان میں کے اکثر زبانی مسلمان تھے دین وایمان کا نام ونشان نہ تھا۔ چنانچہ

رسول اللہ ص کی وفات کی خبر سن کر بحرین, یمن, یمامہ اور دوسرے مقامات پر مسلمان اسلام سے پلٹ گئے اور بعض اسلام کے خلاف قیام کے لئے تیار ہو گئے ۔مکہ کے تازہ مسلمان بھی اسلام سے منہ پھیرنے کا ارادہ کر لئے تھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نمائندہ عتاب ابن اسید ان تازہ مسلمانوں کے خوف سے چھپ گیا تھا مگر دوسرے نمائندہ سھیل بن عمرو نے خانہ کعبہ میں خطبہ دیا مسلمانوں کو اسلام کے تعلق سے ہمت وامید دلائی, اس طرح اس نے تازہ مسلمانوں کو مرتد ہونے اور اسلام سے پلٹ جانے سے بچا لیا تھا

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد اپنے حق کے غصب ہونے کے تعلق سے :

ا ۔غیر قانونی حکومت کے تعلق سے :

قسم اللہ کی ابی قحافہ کے بیٹے (ابو بکر) نے خلافت کی قمیص کو کھینچ تان کر پہن لیا جبکہ وہ جانتا تھا کہ خلافت کی چکی میں میری حیثیت مرکزی کیل کی ہے ۔علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میں جہاں ہوں اس بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کرسکتا ۔اس کے باوجود میں نے خلافت کو نظر انداز کر دیا اور اس سے خود کو علحدہ کر لیا ۔میں نے سوچا کیا بغیر یار و یاور حملہ کر دوں اپنا حق لینے کے لئے یا ان افراد کی گمراہی اور ان کے افکار کی تاریکیوں پر صبر کر لوں ۔

میں نے دیکھا ان حالات میں صبر ہی بہتر ہے۔میں نے اس عالم میں صبر کیا گویا میرے آنکھوں میں تنکے اور گلے میں ہڈی پھسنی ہوئی ہو۔میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو فلان (عمر) کے دامن میں ڈال دیا (نھج البلاغہ خطبہ شقشقیہ)۔

۲۔اہل مصر کا نام حضرت علی ع کا خط:

اہل مصر کے نام خط میں حضرت علی ع نے تحریر فرمایا کہ پروردگار نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور مرسلین کے لئے گواہ ونگران بنا کر بھیجا تھا لیکن ان کے جانے کے بعد ہی مسلمانوں نے ان کی خلافت میں جھگڑا شروع کر دیا۔اللہ گواہ ہے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عرب اس منصب کو ان کے اہل بیت ع سے اس طرح موڑ دیں گے اور مجھ سے اس طرح دور کر دیں گے۔میں نے دیکھا کہ لوگ فلان شخص (ابوبکر) کی بیعت کے لئے ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا یہاں تک کہ دیکھا کہ لوگ اسلام سے منھ پھیر رہے ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو برباد کر رہے ہیں تو مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر اس رخنہ و بربادی کو دیکھنے کے بعد بھی میں نے اسلام و مسلمین کی مدد نہ کی تو اس کی مصیبت روز قیامت اس سے بھی زیادہ ہوگی جو آج اس حکومت کے چلے

جانے سے سامنے آرہی ہے جو صرف چند دن رہنے والی ہے اور ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح سراب کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے یا آسمان کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ مین نے ان حالات میں قیام کیا یہاں تک کہ باطل ختم ہو گیا (اسلام کے خلاف اٹھا طوفان رک گیا)۔ (نھج البلاغہ۔ مکتوب نمبر ٦٢)۔

امام علی ع کا خطبہ طلحہ و زبیر کی بیعت شکنی کے بعد:

مولا علی ع نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے درمیان سے اٹھالیا, ہم ان کے وارث واہل بیت تھے اور رہبری کے لئے ہم سے زیادہ مناسب کوئی نہ تھا۔ منافقین کے ایک گروہ نے آپسی سازش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو ہم سے چھین لیا اور دوسروں کے حوالے کر دیا۔ ہمیں اس کا شدت سے رنج تھا۔

اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ مسلمان اسلام سے پلٹ جائیں گے اور پھر سے کفر و جاہلیت اختیار کر لیں گے تو میں اپنی توانائی کے مطابق خلافت کو تبدیل کر دیتا۔ مگر سکوت اختیار کیا تا کہ مسلمانوں میں وحدت برقرار رہے۔ (طرحھای رسالت جلد ا صفحہ ۲۱۰)۔

امیر المومنین ع کا خطبہ بصرہ کی طرف روانگی کے وقت:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھالئے گےتو قریش نے ملکر ہمارا حق ہم سے چھین لیا۔میں نے دیکھا ان مشکلات کے مقابلہ میں کہ مسلمان اسلام سے پلٹ جائیں یا ان کا خون بہے بہتر یہی ہے کہ میں صبر اختیار کرلوں کیوں کہ تازہ مسلمانوں میں ان حالات سے پیدا ہونے والے مسائل کو برداشت کرنے کی صلاحیت وطاقت نہیں ہے۔

اپنی خلافت کے دور میں امام ع نے گذشتہ میں خلافت کو نظرانداز کرنے کی وجہہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ جہالت وبدبختی کے بھنور میں ڈوبے ہوئے تھے اورحکومتوں کارویہ میرے لئے ناقابل برداشت تھااس کے باوجود میں نے صبر اختیار کیا۔البتہ جب بھی ان میں احکام دین کے تعلق سے انحراف دیکھا تواپنے علم ودانش سے اسے صحیح کرتا رہا۔اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی نصرت اورانھیں قدرت عطا کرتا رہا ہوں۔(طرحہای رسالت جلد اصفحہ ۲۱۲)۔

امام علیہ السلام کا ''صبر اختیار کرنے'' کے وجوہات:

ا۔قبیلہ بنی ہاشم میں عمر رسیدہ سیاسی تجربہ رکھنے والے دلیر افراد کم تھے۔اس کے برخلاف قریش میں سیاست میں تجربہ رکھنے والے عمر رسیدہ افراد کی تعداد زیادہ تھی۔

۲۔ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا وجود میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کا قدرت حاصل کر لینا تازہ مسلمانوں کا ان کے اطراف جمع ہو جانا۔

۳۔ منافقین موقع کے منتظر تھے کہ مسلمانوں سے اپنے باپ دادا کے خون کا انتقام لیں۔ حضرت علی ع نے فرمایا: میں نے مشاہدہ کیا کہ اصل دین اسلام عجیب خطرہ میں ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں ہر وقت سے زیادہ وحدت و اتحاد کی ضرورت ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو دو گروہ میں تقسیم کر دینا صرف دشمنوں کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

۴۔ خلافت کے تعلق سے اختلاف و جھگڑا خصوصا تازہ مسلمانوں کے لئے جو خلافت کی اہمیت و ضرورت سے واقف نہیں تھے غلط فہمی پیدا کر سکتا تھا۔ وہ حضرت علی ع کے مقصد سے ناواقف ہونے کی بنیاد پر اسے حکومت حاصل کرنے کی کوشش سمجھتے۔

۵۔ اگر حضرت علی ع اپنے حق کا مطالبہ کرتے تو یقینا اس قیام میں کچھ مسلمانوں کا خون بہہ جاتا اور اس بات کا امکان بھی کم تھا کہ باطل بالکل فنا ہو جاتا اور حکومت حقیقی طور پر اسلامی ہو جاتی۔ لہذا ء مولا علی ع نے نہیں چاہا کہ خلافت حاصل کرنے کے لئے خون بہے۔

ان ظاہری وجوہات کی بناء پر امیر المومنین ع نے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے

تلوار نہ اٹھائی اور صبر اختیار کیا۔

حضرت علی علیہ السلام سے صبر کا وعدہ لیا گیا:

ثقۃ اسلام ابی جعفر کلینی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت آیا جبرئیل ع اللہ کے مقرب اور امین فرشتوں کے ساتھ پروردگار عالم کی جانب سے ایک نوشتہ (پیغام) مہر کیا ہوا لائے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے علی ابن ابی طالب ع کے سب کو اس حجرے سے باہر چلے جانے کا حکم دیجیئے تا کہ آسمانی پیغام آپ کے وصی علی ابن ابی طالب ع ہم سے لے لیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر سب باہر چلے گئے سوائے حضرت علی ع اور حضرت فاطمہ زہرا ع کے جو پردہ کے پیچھے تھیں۔جبرئیل نے وہ مہر کیا ہوا پیغام رسول اللہ ص کو دے کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے یہ وہ پیغام ہے جس کے تعلق سے آپ سے پہلے شب معراج میں اور دوسرے موقعوں پر عہد و پیمان لیا تھا۔میں بھی گواہ ہوا تھا اور فرشتوں کو بھی گواہ کیا تھا جبکہ میں خود گواہی کے لئے کافی تھا۔یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خوف سے کانپنے لگے اور فرمایا اے جبرئیل میرا

پروردگار تمام عیبوں سے پاک ہے ہر طرح کی سلامتی اسی کے سبب سے ہے اور ہر نیکی اسی کی طرف پلٹتی ہے۔ہاں پروردگار نے وعدہ وفا فرمایا ہے۔وہ پیغام مجھے دو۔جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین ع کو دے دیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیغام امیر المومنین ع کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے پڑھو۔

امیر المومنین ع جب پڑھ چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پروردگار کا عہد اور اسکی شرط ہے جو اس نے مجھ سے کی ہے اور اس کی امانت ہے جو اس نے مجھ کو دی تھی اور میں نے تم کو پہنچادی۔جو کچھ امت کی خیر خواہی کی شرطیں تھیں میں وہ سب بجالایا اور اللہ کی رسالتیں ادا کردیں۔

امیر المومنین ع نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تبلیغ رسالت کردی اور امت کی خیر خواہی انجام دی۔میں آپکی تصدیق کرتا ہوں اس بات کی جو کچھ آپ نے فرمایا اور میرے گوشت پوست کان آنکھ اور خون گواہی دیتے ہیں۔یہ سن کر جبرئیل ع نے کہا میں بھی آپ دونوں بزگواروں کا گواہ ہوں ان باتوں پر جو آپ نے فرمایا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا علی ع تم نے میری وصیت حاصل کی اور سمجھ گئے ۔ میری طرف سے اور اللہ کی طرف سے ضامن ہوئے کے ہر اس عہد کو وفا کرو گے جو اس پیغام میں درج ہے ۔ امیر المومنین ع نے فرمایا بیشک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں اس کی ضمانت کرتا ہوں اور اللہ کے ذمہ ہے کہ مجھے توفیق دے اور اس پر عمل کرنے میں میری مدد کرے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی ع میں چاہتا ہوں کہ اس امر پر گواہی لوں تا کہ جب روز قیامت میرے پاس آؤ تو گواہ یہ گواہی دیں کہ میں نے تم پر حجت تمام کردی ۔ حضرت علی ع نے فرمایا ہاں آپ گواہ قرار دیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل ع و میکائیل ع مقرب فرشتوں کے ساتھ آے ہیں اور میرے و تمہارے درمیان گواہ ہیں ۔ حضرت علی ع نے فرمایا وہ گواہ رہیں اور میں بھی ان کو گواہ قرار دیتا ہوں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان فرشتوں کو گواہ کیا اور فرمایا کہ یا علی ع اس شرط پر جو اس پیغام میں ہے وفا کرو گے اور دوستی و محبت کرو گے اس کے ساتھ جو اللہ و رسول ص کا دوست ہے ۔ دشمن رکھو گے اور بیزار رہو گے اس سے جو اللہ و رسول ص کا دشمن ہے ۔ اور ان کی سختیوں پر جو تمہارے حق پر قبضہ کرنے اور

تمہارے خمس کو غصب کرنے اور تمہاری حرمت ضائع کرنے میں ان لوگوں سے ظاہر ہوگا صبر کرو گے۔

امیر المومنین ع نے فرمایا ہاں یا رسول اللہ ص صبر کروں گا۔

جبرئیل ع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ ص علی ع کو آگاہ کر دیجئے کہ ان کی اہل نفاق ہتک حرمت کریں گے جبکہ ان کی ہتک حرمت اللہ و رسول اللہ ص کی ہتک حرمت ہے۔ علی ع کی داڑھی کو ان کے سر کے خون سے رنگین کریں گے۔ حضرت علی نے فرمایا ہاں مجھے قبول ہے۔ ہر چند لوگ میری حرمت ضائع کریں, سنت کو معطل کریں, کتاب اللہ کے ٹکڑے کریں, کعبہ کو خراب کریں اور میری داڑھی کو رنگین کریں, میں ان تمام حالات میں صبر کروں گا اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھوں گا یہاں تک کہ مظلومی کی حالت میں آپ کے پاس آؤں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن ع و امام حسین ع کو طلب کیا اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حسنین علیہم السلام کو بھی امیر المومنین ع کی طرح آگاہ کیا اور ان حضرات نے بھی اسی طرح سب باتیں منظور کیں جس طرح حضرت علی ع نے قبول و منظور کی تھیں۔ اس کے بعد اس پیغام کو مھر کیا گیا اور امیر المومنین ع کے حوالے کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منقبت

اللہ اور رسول ص نے کی ہے علی ع کی بات
سمجھو تو ہے نجات کی ضامن علی ع کی بات

میثم فراز دار سے یہ راز کہہ گئے
معراج بندگی ہے کرو بس علی ع کی بات

ہے حق علی ع کے ساتھ علی ع حق کے ساتھ ہیں
ہر حق پسند کرتا رہے اب علی ع کی بات

ذکر علی ع عبادہ حدیث رسول ص ہے
پس عین بندگی ہے کرو جب علی کی بات

مرجاتا گر نہ ہوتے علی ع جسکا قول ہے
مجبوریوں میں اس نے بھی کی ہے علی ع کی بات

رتبہ بڑھا ہے کعبہ کا حیدر ع کے نور سے
"دیوار کعبہ کرتی ہے اب تک علی ع کی بات"

تکمیل دیں کے واسطے دیکھو غدیر میں
منبر سے کر رہے ہیں نبی ص بھی علی ع کی بات

ہادی کی منقبت کو کرے گا خدا قبول
کرتا رہے جو یوں ہی نبی ص و علی ع کی بات

نتیجہ فکر: سید ہادی حسن عابدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

باغ فدک

کے تعلق

سے

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا

کا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ ۱۴ صدیوں سے کلمہ باغ فدک اہلبیت اطہار علیھم السلام کے چاہنے والوں کی زبان پر مسلسل جاری ہے اور علماء اسلام, خطباء و محدثین اس تعلق سے بحث و گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں یہ موضوع خاص توجہ کا حامل رہا ہے اور اس پر ہر روشن فکر اور بیدار ضمیر نے اظہار خیال کیا ہے۔ جب بھی اسلامی بحث پوری اہمیت اور باریک بینی سے انجام پائی ہے, باغ فدک کا موضوع ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس موضوع کے مثبت و منفی پہلوں پر گفتگو کی گئی ہے۔

سب سے اہم بات جو اس تعلق سے کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس موضوع کو شروع کرنے کا سہرا حضرت فاطمہ زہرا ع کے سر ہے اور اس کے تمام مطالب حضرت زہرا ع کی شخصیت کے اطراف طواف کرتے ہیں۔ بعض اسکالرس کا نظریہ ہے کہ باغ فدک مالی لحاظ ہے اس قابل نہیں ہے کہ اسے اس طرح گفتگو کا محور و مرکز قرار دیا جائے کہ اسلام کے علماء, دانشور, خطیب, روشن فکر افراد اس تعلق سے کتابیں لکھیں یا اپنی کتابوں میں مخصوص ابواب اس تعلق سے جداگانہ ترتیب دیں۔

یہ موضوع اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے جب ہم برادرن اہلسنت کے اکثر علماء و دانشوروں کو باغ فدک کے واقعہ سے ناواقف یا اسے کم اہمیت کا قرار دینے کی

کوشش کرتا دیکھتے ہیں۔لہذا اس تعلق سے گہرائی سے غور کرنا پڑتا ہے کہ وہ کیا وجوہات ہیں کہ جن کی بناء پر باغ فدک کے موضوع کو علماء اہلسنت چھیڑنا نہیں چاہتے حق جو و حق پرست مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ دونوں طرف کی گفتگو اور دلائل کو غور سے پڑہیں سنیں اور فیصلہ کریں کہ حق پر کون ہے۔دوسرے مسلمانوں کو بھی اس طرف متوجہ کرائیں۔

بہت کوشش کی جاتی رہی ہے کہ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاے, اور حق و باطل کو اس طرح آپس میں ملا دیا جاے کہ عام مسلمان پر حق واضح نہ ہو سکے, بلکہ باطل کو حق اور حق کو باطل بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔

سب سے اہم اور سب سے بڑا مسلہء جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہر مسلمان ومنافق کے دل میں تھا وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین کون ہوگا ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حکم سے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے اس کو ظاہر فرماتے رہے, مگر کچھ ایسے بھی تھے جو ان باتوں کو پسند نہ کرتے تھے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ ایک دن حکومت ان کے ہاتھ لگ جائے تا کہ وہ اپنی دلی تمناوں کی تکمیل کر سکیں۔وہ گروہ اس کام کے لئے مختلف قسم کے فتنہ وفساد کرتے رہتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ کامیاب نہیں ہو سکے۔

جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوئی, ان لوگوں نے بغاوت کر دی

اور الٰہی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی ہی مدت میں وہ زبان پر لانے لگے جوان کے دلوں میں برسوں سے تھا اور انہی کی طرح سوچ وحسرت رکھنے والوں کو جمع کر کے امیرالموٴمنین حضرت علی علیہ السلام کے مقابل کھڑے ہو گئے۔

حالات اس قدر خراب ہو گئے تھے کہ اگر امیر المومنین ع حکومت حاصل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کرتے تو اسلام کی طرفداری کرنے والا کوئی نہ رہتا۔ اسی لئے ابوسفیان نے مولا علی ع کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا تقاضا کیا تھا اور مدد کا بھی اعلان کیا تھا۔ مولا علی ع نے قبول نہ کیا کیونکہ جانتے تھے کہ اس عمل سے اسلام ختم ہو جائیگا۔

حکومت کی بنیاد اس طرح ڈالی گئی تھی کہ اگر اس طرح چلتی تو الٰہی حکومت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مادی حکومت میں تبدیل ہو جاتی اور اسلام مادیات کی بنیاد پر حق وعدل سے دور دنیا میں پہنچا دیا جاتا, اور حقیقی اسلام کتابوں میں دفن ہو کر رہ جاتا۔ دنیا کہتی کہ حکومت حاصل کرنے کے لئے توحید, نبوت وقیامت کا سہارا لیا گیا۔

ان حالات میں سب سے اہم مسلہ اسلام کو بچانا تھا جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی زحمتوں اور تبلیغ کا نتیجہ تھا اور جس کے ماننے والوں کی تعداد ابھی پوری طرح سے مسلمان نہیں ہونے پائی تھی۔ بہت سے افراد نے ظاہری طور پر اسلام کو اسلئے اختیار کیا تھا کہ ان کی زندگی بغیر مشکلات کے گذر جائے۔ بہت کم افراد تھے جو حقیقی معنی میں مسلمان کہلانے کے مستحق تھے۔ ایسے حالات میں اگر حکومت کے لئے رسہ کشی

ہوتی اور تلوار چلتی تو اکثریت کفر و جھالت کی طرف پلٹ جاتی اور اسلام کا پودا ابتداء ہی میں خزاں کا شکار ہو جاتا۔

ان حالات میں مولا علی علیہ السلام کے لئے تین راستے تھے:

پہلا راستہ یہ کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے تلوار نکال لیتے اور چند افراد کو ساتھ لیکر لڑتے۔۔۔۔اسکا نتیجہ آپ جانتے ہیں۔تازہ مسلمان پھر جہالت کی طرف لوٹ جاتے اور اسلام ختم ہو جاتا۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ خود ساختہ خلافت کو امام علیہ السلام قبول کر لیتے اور اپنی دنیا بنانے کی فکر کرتے۔اس کی اجازت نہ اسلام دیتا ہے اور نہ مولا علی ع قبول کر سکتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ مولا علی ع نے باطل کو تسلیم کر لیا۔اب جو بھی ہوگا اس میں مولا علی ع کی رضا شامل ہوگی۔لہذاء مولا علی ع نے یہ راستہ بھی اختیار نہ کیا۔

اب تیسرا راستہ یہ تھا کہ وہ راستہ اختیار کیا جاے کہ نہ حکومت ٹوٹنے پائے اور نہ حکومت, اسلامی حکومت کہلائے, تا کہ حکومت کے افراد کے عمل سے اسلام محفوظ رہے اور حقیقی اسلام اپنے راستہ پر کامیابی کے ساتھ حرکت کرتا رہے۔

بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے باغ فدک کو عنوان بنا کر یہ راستہ اختیار کیا۔ایسا راستہ اپنایا کہ نہ حکومت ٹوٹنے پائے اور نہ حکومت اسلامی کہلائے, بلکہ دنیا والوں کے سامنے حکومت چلانے والوں کا اصلی چہرہ پیش کر دیا جائے۔

باغ فدک اور خلیفہ مسلمین کا طرز عمل:

شہر مدینہ سے دو دن کی مسافت پر سرسبز وشاداب یہودیوں کی بستی تھی جسے فدک کہتے تھے۔ جب خیبر کی شکست کی اطلاع فدک کے یہودیوں کو ملی تو ان پر خوف و اضطراب چھا گیا۔

بلاذری اپنی کتاب فتوح البلدان میں لکھتا ہے کہ خیبر کی شکست کی اطلاع کے بعد فدک کے یہودیوں نے اپنے سردار یوشع بن نون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا کہ وہ فدک کے تمام باغات اور زمینات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کرتے ہیں اور وہ لوگ مزدور کے عنوان ان زمینوں پر کام کرینگے, آدھا محصول اپنی مزدوری کے عنوان سے وہ لینگے اور آدھا محصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرینگے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں وہ رہینگے اور جب وہ چاہیں ان کو وہاں سے نکال سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شرط قبول کر لی اور اس طرح سے فدک کا علاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت قرار پایا کیونکہ مسلمانوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے اس پر نہ لشکرکشی کی تھی اور نہ کوئی زحمت اٹھائی تھی۔

اللہ تعالی قران شریف میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ”جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بغیر لڑے دلوا دیا ہے (اس میں تمہارا حق نہیں ہے کیونکہ) تم نے

اس کے لئے تو دوڑ دھوپ کی نہیں, نہ گھوڑوں سے اور نہ اونٹوں سے۔مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

"اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بغیر لڑے دلوایا ہے وہ خاص اللہ اور رسول اور (رسول اللہ کے) قرابتداروں اور یتیموں, محتاجوں اور پردیسیوں (ایسے مسافر جو وطن سے دور مالی پریشانی میں ہوں) کا ہے تاکہ جو لوگ تم میں سے دولتمند ہیں ہر پھر کر دولت ان ہی میں نہ رہے" (سورہ الحشر آیت ٦ و ٧)۔

ان دو آیتوں کی رو سے ہر وہ چیز جو بغیر لڑائی اور لشکر کشی حاصل ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حق ہے, آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد یہ آپ کے قرابتداروں کا حق ہوگا۔

فدک کا علاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں تھا یہاں تک کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ٢٦ کا نزول ہوا "قرابتداروں کا حق ادا کردو"۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تعلق سے وضاحت چاہی, جبرائیل ع نے پیغام دیا: فدک کو فاطمہ زہراء کے حوالے فرمائے تاکہ ان کے اور ان کی اولاد کے لئے ذریعہ گزر بسر ہو اور ان کی مادر گرامی حضرت خدیجہ ع کی دولت کے جواب میں جو انھوں نے اللہ کی رضا کیلئے خرچ کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بلوا کر, انھیں فدک عطا کرنے کا

اعلان فرمایا۔اس کے بعد فدک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ختم ہوئی اور فدک حضرت فاطمہ علیہا سلام کی ملکیت قرار پایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ نے بعنوان خلیفہ مسلمین حکومت اسلامی کو اپنے اختیار میں لیا اور فدک پر قبضہ کر لیا۔

جو افراد حضرت فاطمہ ع کی طرف سے فدک پر نگرانی کر رہے تھے انھیں نکال باہر کیا۔

جب فاطمہ زہرا ع کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ غضبناک ہوئیں اور خلیفہ سے سوال کیا کہ فدک جو میرے والد کا عطا کردہ تھا اسے تم نے کیوں چھین لیا؟۔ابوبکر نے کہا کہ اس بات کے ثبوت میں کہ فدک آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عطا کیا گیا تھا گواہ پیش کریں۔

(افسوس خلیفہ مسلمین کی اس سمجھ بوجھ پر۔حقیقت یہ ہے کہ خود یہ مطلب یعنی ثبوت طلب کرنا اس سے جو کسی چیز پر قبضہ رکھتا ہو, عقل اور اسلامی فقہ کے خلاف ہے۔اگر کوئی شخص کسی چیز پر قبضہ نہیں رکھتا اور وہ اس کے مالک ہونے کا دعوی کرے تو اس سے اس دعوی کی دلیل مانگی جاتی ہے۔اسے گواہ پیش کرنے پڑتے ہیں۔اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں کہ وہ اپنی ملکیت ثابت کرے۔)

خلیفہ نے فاطمہ زہرا ع سے گواہ طلب کئے۔

(فاطمہ زہرا ع صدیقہ ہیں۔قرآن ان کی پا کیز گی اور عصمت کی گواہی دے رہا ہے۔ "اے اہل بیت (پیغمبر) اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو(ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پا کیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پا کیزہ رکھے"۔سورہ احزاب آیت ۳۳۔دوسری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : "فاطمہ ع میرا ٹکڑا (حصہ) ہے , جس نے فاطمہ ع کو اذیت دی اس نے مجھکو اذیت دی اور جس نے مجھکو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی" اس حدیث سے بھی فاطمہ زہرا ع کی عصمت ثابت ہوتی ہے)۔

سارے علماء اسلام اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ فاطمہ ع صدیقہ ہیں۔مسلہ فدک میں اگر اختلاف ہے تو اس بات پر ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ وہ صدیقہ ہے , کیا یہ بات خلیفہ کے لئے مناسب تھی کہ وہ بغیر گواہ کے حضرت زہرا ع کے قول کو قبول کرے یا نہ کرے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فاطمہ زہرا ع کے حق میں گواہی دی۔خلیفہ نے دوسرا گواہ مانگا۔

(قرآن کی رو سے تنہا حضرت علی علیہ السلام کی گواہی کافی ہے۔سورہ ھود آیت ۱۷ میں ارشاد پروردگار ہے کہ : "جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہو اور

اس کی تائید کرنے انھیں میں کا ایک گواہ ہو۔۔۔۔"اس آیت میں روشن دلیل رکھنے والے سے مرادرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ایک گواہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔اس آیت کرروسے اللہ تعالی نے حضرت علی ع کی گواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کی گواہی کے عنوان سے کافی فرمایاہے۔چونکہ اللہ تعالی نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل اور گواہی قرار دیا ہے, گویا یہ گواہی ساری امت کی گواہی کے برابر قرار پاتی ہے۔ساری امت اسلامی پر لازم ہے کہ حضرت علی ع کی گواہی کو کسی اور کی گواہی کے بغیر قبول کریں۔)

دوسرے گواہ کے عنوان سے فاطمہ زہرا ع نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو پیش کیا۔

ام ایمن نے گواہی دینے سے قبل خلیفہ سے مخاطب ہوکر سوال کیا: کیاتم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ام ایمن اہل بہشت ہے۔

خلیفہ نے جواب دیا: ہاں میں نے بے شک یہ سنا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔(اس طرح ام ایمن نے گواہی دینے سے قبل اپنی صداقت کی گواہی لے لی)۔

اسکے بعد ام ایمن نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک کو فاطمہ زہرا ع کو عطا فرمایاہے۔(اس واقعہ کو ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی ابن ابی بکر جوہری سے نقل کیا ہے)۔

اب خلیفہ کے لئے کوئی راستہ نہ تھا سوائے اسکے کہ فدک کو لوٹا دے۔چنانچہ خلیفہ نے

ایک تحریر اس تعلق سے لکھی اور فاطمہ زہراء کے حوالے کر دی۔

اس موقع پر حضرت عمر ابن خطاب آپہنچے اور واقعہ دریافت کیا۔ خلیفہ نے کہا: فاطمہ ع نے فدک کو اپنی ملکیت ثابت کیا اور گواہ پیش کئے لہذا ء فدک کو انھیں لوٹا دیا گیا۔

حضرت عمر نے فاطمہ ع کے ہاتھ سے وہ تحریر لی, اس پر تھوکا اور اسے پھاڑ ڈالا۔

اس کے بعد خلیفہ نے حضرت عمر کے عمل کی تائید کرتے ہوئے کہا :

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کیا آپ جانتی نہیں کہ گواہی کے لئے ایک مرد اور دو عورتیں لازم ہیں؟۔اس کے بعد کہا: ایک مرد یا ایک عورت گواہی کے لئے اور لاؤ تا کہ گواہی مکمل ہو سکے اور آپ کا حق فدک کے لئے ثابت ہو جائے۔

(ام ایمن نے خلیفہ سے گواہی لیکر کہ وہ اہل جنت ہے اس بات کا اقرار کروالیا کہ وہ اپنے قول کی سچی ہے اور جو بات بھی وہ کہنے والی ہے اسکا خلیفہ کو پورا یقین ہوگا, اور حاکم کے لئے وہ بات ثابت ہو جائے گی۔لہذا ء اب خلیفہ کیلئے یہ بات جائز نہیں تھی کہ وہ ام ایمن کی گواہی کو ناکافی کہدے۔کیونکہ ام ایمن کی گواہی سے یہ بات کم از کم خلیفہ کے لئے ثابت ہو چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک کو اپنی بیٹی فاطمہ زہراء کو عطا فرمایا تھا)۔

چنانچہ اہل سنت کی مشہور ومعتبر کتاب سنن ابی داود میں تحریر ہے کہ اگر ایک گواہ

کسی بات کی گواہی دے اور حاکم کو یقین ہو جائے کہ یہ گواہ سچ کہہ رہا ہے تو پھر حاکم پر جائز ہے کہ وہ اس ایک گواہی پر فیصلہ دیدے۔

البتہ یہاں معاملہ ابتداء ہی سے عجیب تھا۔ یہاں شکایت جسکو تھی وہ خلیفہ تھا۔ قاضی بھی خلیفہ تھا۔ سب کچھ جانتے ہوئے مالک سے اس ملکیت کی گواہی مانگی جا رہی تھی۔

ام ایمن نے اپنی صداقت کی گواہی لیکر, گواہوں کی تعداد کو پورا کر دیا۔ ام ایمن نے خلیفہ سے یہ اقرار لے لیا کہ وہ سچی ہے, گویا اب جو بھی ام ایمن گواہی دے گی وہ خلیفہ کی گواہی بھی ہوگی۔ لہذا اب فاطمہ زہرا ع کے تین گواہ ہیں۔ علی ابن ابیطالب ع, ام ایمن, حضرت ابو بکر ابن ابی قحافہ۔

مختصر یہ کہ خلیفہ مسلمین نے کہا کہ گواہی کافی نہیں ہے۔ ایک اور مرد یا ایک اور عورت گواہی کے لئے پیش کئے جائیں۔

دوسری مرتبہ فاطمہ زہرا ع نے حضرت علی ع, ام ایمن, اسماء بنت عمیس اور حسنین علیہم السلام کو بعنوان گواہ پیش کیا۔

اس مرتبہ خلیفہ نے اعتراض کیا کہ: حضرت علی و حسنین علیہم السلام شوہر و فرزند ہیں انکی گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے نفع کے لئے گواہی دینگے۔ اسماء بنت عمیس کے دل میں بنی ہاشم کی محبت ہے, ان کی گواہی بھی قابل قبول نہ ہوگی۔ رہ گیا ام ایمن کی گواہی کے تعلق سے, وہ بھی ایک عورت ہے, غیر عرب, اور اچھی طرح سے فصاحت کے ساتھ

عربی گفتگو نہیں کر سکتی۔

اس طرح دوسری مرتبہ بھی فاطمہ زہرا ع کو لوٹا دیا گیا۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے خلیفہ سے ارث کا مطالبہ فرمایا:

جب خلیفہ مسلمین نے فدک کو غضب کر لیا اور فاطمہ زہراء کے دعوی مالکیت کو رد کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے اپنا ارث مانگا۔

اگر بالفرض محال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں فدک فاطمہ زہراء کو عطا نہ فرمایا تھا تو فاطمہ زہراء اپنا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں بعنوان ارث مانگنے کا حق رکھتی تھیں۔ فاطمہ ع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنہا وارث تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو جائیداد مدینہ میں تھی اسکی تفصیل بشرح ذیل ہے :

سات عدد باغ مدینہ میں یہودیوں کے عالم مخیریق کے تھے جو قبیلہ بنی نضیر سے تھا اور اسلام لانے کے بعد اس نے یہ تمام باغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر دئے تھے۔

اس واقعہ کو سمھودی نے کتاب وفا الوفا جلد۲ صفحہ ۱۵۳ پر تحریر کیا ہے کہ مخریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور اپنے مال وملک کو جو ۷ باغوں پر مشتمل تھا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا۔ ان باغوں کے نام حسب ذیل ہیں:

دلال, برقہ, صافیہ, شیب, مبشر بہ ام ابراھیم, اعواف وحسنی۔

صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ۷ باغوں کو بنام

فاطمہ زہرا ع وقف کر دیا تھا مگر خلیفہ نے فدک کی طرح انھیں بھی ان سے چھین لیا۔
فاطمہ زہراع نے اسے اپنے بابا کے ورثہ کے عنوان سے طلب کیا تھا۔
تیسری چیز جو فاطمہ زہرا ع نے طلب کی تھی وہ خیبر کا حصہ تھا۔ تاریخ طبری جلد سوم صفحہ ۱۹ پر تحریر ہے کہ فتح خیبر کے بعد جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا وہ تین قلعہ تھے۔

۱۔ حصار شق ۲۔ حصار نطاتہ ۳۔ حصار کتبہ

حصار شق و حصار نطاتہ مسلمانوں کا حصہ قرار پایا۔ حصار کتبہ غنائم کا خمس قرار پایا اور اسے سھم خدا اور رسول, ذوی القربی, یتیم و مساکین اور ابن السبیل کا حق قرار دیا گیا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کے حصہ سے جدا کر دیا تھا۔
خمس خیبر میں فاطمہ زہراع کے دو حصے تھے: ۱۔ سھم ذوی القربی

۲۔ میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خلیفہ نے یہ دونوں حق بھی غضب کر لئے اور فاطمہ زہراع کو اس سے بھی محروم کر دیا۔
خیبر کے حصے میں صرف فاطمہ ع کا ارث نہ تھا بلکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا بھی حصہ تھا اور اسی وجہ سے ازواج نے بھی اپنا حق خلیفہ سے طلب کیا تھا۔
یاقوت حمودی نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ: ازدواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان ابن عفان کو خلیفہ کے پاس بھجوایا اور خیبر کے حصہ سے اپنا حصہ طلب کیا۔ خلیفہ نے جواب میں کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ

فرمایا ''ہم انبیاء ارث نہیں چھوڑتے, جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ میرے مرنے کے بعد جو حاکم ہوگا یہ اس کے اختیار میں رہیگا۔

تاریخ بیان کرتی ہے کہ ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **نے فدک اور ان سات باغات سے جو مدینہ میں تھے, اپنے ارث کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کی ملکیت میں نہ تھے بلکہ رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **نے اپنی حیات میں فاطمہ زہرا ع کو عطا فرما دیا تھا۔**

فاطمہ زہرا ع نے خلیفہ سے فدک کا مطالبہ فرمایا, سات باغوں کا مطالبہ فرمایا اور خیبر کے خمس کا مطالبہ فرمایا, کیونکہ ان سب پر آپ کا حق تھا۔

مختصر یہ کہ فاطمہ زہراع کا مطالبہ ارث تینوں چیزوں پر تھا۔ کبھی تنہا خلیفہ سے مطالبہ کے لئے جاتیں اور کبھی اپنے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب عباس کو لے جاتیں۔ فاطمہ ع نے پہلی مرتبہ صرف فدک کا مطالبہ فرمایا۔

دوسری مرتبہ خیبر کے خمس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کا مطالبہ فرمایا۔

تیسری مرتبہ فدک اور خیبر کے خمس کا مطالبہ فرمایا۔

چوتھی مرتبہ فدک اور خیبر کے خمس کے ساتھ ساتھ مدینہ کے سات باغات کا مطالبہ فرمایا۔

ہر مرتبہ خلیفہ کا جواب جداگانہ ہوتا اور ایک خاص انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے نسبت دے کر گفتگو کرتے ۔ جو خلیفہ بیان کرتے اس مطلب کو ان کے علاوہ کسی اور نے نہ سنا تھا, اور اس بیان کی بنیاد پر فاطمہ زہراء ع کے مطالبہ کو رد کر دیتے تھے ۔

ایک مرتبہ کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انبیاء ارث نہیں چھوڑتے ۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

خلیفہ مسلمین کے جواب میں فاطمہ زہراء ع نے سورہ النمل کی ١٦ ویں آیت کی تلاوت فرمائی: **اور (علم و حکمت جائداد منقول و غیر منقول سب میں) سلیمان ع داود ع کے وارث ہوئے ۔**

یہ سن کر خلیفہ غضب میں آگے اور کہنے لگے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم ارث نہیں چھوڑتے, جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے, آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال سے کھا سکتے ہیں مگر مالک نہیں بن سکتے" (شرح نہج البلاغہ اور صحیح بخاری)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے پھر قرآن سے دلیل پیش کی اور اس مرتبہ سورہ مریم ع کی آیت ۵ و ٦ کی تلاوت فرمائی: پیغمبر ذکریا ع نے اللہ کی بارگاہ میں دعاء کی "تو مجھے اپنی بارگاہ سے ایک جانشین (فرزند) عطا فرما جو میری اور یعقوب ع (پیغمبر) کی نسل کا وارث ہو"

اسکے جواب میں خلیفہ ابوبکر نے کہا میں نے کہہ دیا نا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان اموال کو اللہ نے میری خوراک کا ذریعہ بنایا ہے ۔ میرے مرنے کے

بعد مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے ۔" (شرح نہج البلاغہ اور کنزل العمال) ۔

بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے پھر دلیل قرآن سے پیش کی : سورہ النساء آیت ۱۱ کے ابتدائی حصہ کی تلاوت فرمائی "اللہ تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے" اسکے فوری بعد سوال کیا : اے ابوبکر کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نہیں ہوں ؟

فاطمہ زہراء کی اعلی ترین منطق کے مقابل میں خلیفہ کوئی معقول جواب نہیں رکھتے تھے , سوائے اس کے کہ وہی تکرار کہ ۔۔۔ مین نے آپ سے کہد یا : رسول میراث نہیں چھوڑتے ۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

حضرت ابوبکر نے اپنے بیان کو صحیح بتانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کی اور ام المومنین عایشہ وحفصہ نے بھی خلیفہ کے قول کی تائید کر دی (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۴) ۔

عقل و منطق رکھنے والے اور سمجھدار مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بی بی فاطمہ زہراء نے یہ بات ثابت کر دی کہ خلیفہ جس بات کو منوانا چاہتے ہیں وہ قرآن کی منطق کے خلاف ہے ۔ اور جو بھی حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ محکوم ہے ۔

خلیفہ مسلمین اس بحث میں بھی محکوم ہے اور سوائے تکرار کے اور کوئی چارہ کار خلیفہ کے لئے نہ تھا ۔

کبھی خلیفہ کہتے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ اموال اللہ نے میری خوراک کے لئے رکھے ہیں, میرے مرنے کے بعد اس سے مسلمان فائدہ اٹھا ینگے'' (فتوح البلدان)

کبھی خلیفہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول کے لئے یہ چیزیں خوراک کا ذریعہ بنائی ہیں اور میری موت کے بعد اس پر سے میرا حق اٹھ جائیگا۔

کبھی کہتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے مرنے کے بعد اس مال پر اسکا حق ہوگا جو میرے بعد حاکم ہوگا۔اب چونکہ میں حاکم ہوں لہذا ءان پر میرا قبضہ رہیگا اور میں مسلمانوں کی بھلائی کے لئے ان کو استعمال کرونگا۔

اور کبھی کہتے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ''ہم انبیاء سونا چاندی جائیداد اور مکان ارث نہیں چھوڑتے, بلکہ ہمارا ارث کتاب, حکمت, دانش اور نبوت ہے۔جو کچھ مال و دولت چھوڑتے ہیں وہ ہمارے بعد کے حاکم کا ہوتا ہے اور وہ جس طرح چاہے اس سے استفادہ کرے''۔

خلیفہ مسلمین حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ مختلف قسم کے بیانات کے ذریعہ یہ پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو دیتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ارث نہیں چھوڑا۔جو کچھ ہے وہ صدقہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی

میں وہ معاش کا ذریعہ تھا اور موت کے بعد حاکم کا حق ہے اور مسلمانوں پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔وہ مال واموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت نہیں تھے لہذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ کو اس سے کچھ نہیں مل سکتا,ان کے بعد کے حاکم کا اس پر حق ہے۔

حضرت ابوبکر اپنے آپ کو مسلمانوں کا حاکم قرار دیتے تھے,لہذاء مصلحت اس میں دیکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائیداد کو مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے۔

(خلیفہ ابوبکر کا یہ کہنا کہ یہ مسلمانوں کو لوٹا دیا جائے,اس بات کو پیش کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا مال وحق تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے استعمال کے لئے روک رکھا تھا۔اگر عطا کا لفظ ہوتا تو یہ مطلب نکالا جاسکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حق تھا,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال تھا,آپ نے مسلمانوں کو عطا کرنے کا حکم دیا تھا۔لوٹانے کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کا ہی تھا,اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لوٹا رہے ہیں)۔

اس حدیث کو یا اس قسم کی حدیث کو خلیفہ کے بیان سے قبل نہ کسی انسان نے سنا تھا اور نہ کسی فرشتہ نے۔

زمخشری اپنی کتاب تفسیر کشاف میں لکھتا ہے کہ,ابن عباس نے فرمایا ''خمس کے ٦ حصے تھے:ا۔سہم اللہ ٢۔سہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۳۔ سھم ذوی القربی ۴۔ سھم یتیم ۵۔ سھم مسکین ۶۔ سھم ابن سبیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ان پر عمل ہوتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ نے صرف آخری ۳ حصے رکھے (یتیم, مسکین اور ابن سبیل) , بعد کے خلفاء نے بھی اسی پر عمل کیا۔

جب حضرت فاطمہ زہراء نے ذوی القربی کا حصہ طلب کیا تو خلیفہ نے کہا: میں اس آیت کو قرآن میں پڑھا ہوں مگر یقین اس بات پر نہیں رکھتا کہ ذوی القربی سے مراد تم ہو , اس لئے یہ حصہ تم کو نہیں دے سکتا۔

فاطمہ ع نے فرمایا: تو کیا اس ذوی القربی سے مراد تم اور تمہارے رشتہ دار ہیں؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: نہیں۔ پھر کہا اس میں سے کچھ تم کو دونگا اور باقی مسلمانوں میں تقسیم کرونگا۔

فاطمہ ع نے فرمایا: یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔

خلیفہ نے کہا: یہ اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ یہ گفتگو جاری رہی آخر کار فاطمہ ع نے ثابت کر دیا کہ خلیفہ کا یہ عمل فاطمہ ع, علی ع, اور بنی ہاشم سے دشمنی کی بنیاد پر ہے۔ فاطمہ زہراء جانتی تھیں کہ حضرات ابوبکر و عمر کا ارادہ اس عمل سے یہ ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالی مشکلات میں مبتلا کریں تا کہ مسلمان حقیقی وارث اسلام سے رابطہ قطع کر لیں۔

اس حقیقت کے علاوہ فاطمہ زہراع یہ بھی جانتی تھیں کہ فدک کا غصب کرنا غیر اسلامی اور غیر قانونی ہے۔اور یہ واقعہ خلیفہ کی نیت اور خلیفہ کی مسلمان نما نقاب کو واضح کرنے کا بہترین موقع وذریعہ ہے۔فدک کے واقعہ کو خلیفہ کو رسواء کرنے کے لئے بہترین سند کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔اس کی مدد سے مسلمانوں کے افکار کو بیدار کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ فاطمہ زہراع نے خیال کیا کہ اگر میں خلیفہ کے ظلم کو برداشت کرلوں اور خاموش رہوں اور اپنے شرعی وقانونی حق سے دفاع نہ کروں تو خلیفہ اور اسکے اطراف کے افراد دوسروں پر ظلم وستم کرنے سے نہیں گبھرائینگے اور آہستہ آہستہ یہ بات عام ہوجائیگی۔

فاطمہ زہراع نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ اگر میں اپنے حق سے دفاع نہ کروں تو مسلمان خیال کرینگے کہ اپنے حق سے چشم پوشی کرنا اور ظلم کو برداشت کرلینا قابل تعریف بات اور پسندیدہ عمل ہے۔

فاطمہ زہراع نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ اگر میں خلیفہ مسلمین ابوبکر کو جھوٹی حدیث کے گھڑنے پر ذلیل ورسواء نہ کروں تو خلفاء میں عوام کو دھوکہ دینا عام ہو جائیگا۔

فاطمہ زہراع نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہوں ,اگر میں اپنے قانونی وشرعی حق سے چشم پوشی اختیار کرلوں تو مسلمان یہ سمجھینگے کہ

خواتین اجتماعی حقوق سے محروم ہیں اور عورت کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے حق کے لئے آواز بلند کرے ۔ فاطمہ زہراء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا میں گہوارہ نبوت اور محیط وحی اور خانہ ولایت میں پلی بڑھی ہوں, میرے نقش قدم کو دنیا کے مسلمان ایک مسلمان خاتون کے نقش قدم کے عنوان سے پہچانتے ہیں, اگر میں اپنے حق اور اپنی آواز کو ظلم کے خلاف اٹھانے میں ذرہ برابر بھی کمزوری یا سستی کا اظہار کروں تو کل اسلام میں عورت کا مقام اور عورت کی حقیقت مجہول بن کر رہ جائے گی اور سوسائیٹی عورت کو سماج میں ایک بیکار اور بے لیاقت شیء سمجھنے لگے گی ۔

ان ہی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوے فاطمہ زہراء نے ارادہ فرمایا کہ جس قدر طاقت وتوانائی موجود ہے اسے کام میں لاتے ہوے اپنے حق سے دفاع کیا جائے اور غاصب کو ذلیل ورسواء کیا جائے ۔

حقیقت یہ ہے کہ فاطمہ زہراء دلیل و منطق کی بنیاد پر کامیاب ہوگئیں ۔ خلیفہ کو محکوم کردیا ۔ قرآن کی آیتوں کی روشنی میں خلیفہ لاجواب ہوگئے ۔ فاطمہ ع نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ خلیفہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر عمل کو جائز سمجھتے ہیں یہاں تک کہ حدیث کو جعل کرنے سے بھی نہیں رکتے ۔ لہذا اب اتمام حجت کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ انھیں برسر عام مسلمانوں کی موجودگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسواء وذلیل کیا جائے تا کہ ان کی خطائیں اور انکا عمل اسلام کے حساب میں نہ لکھا جائے ۔

اپنے حق کو حاصل کرنے کی کوشش میں جیسے جیسے وقت گذرتا گیا ویسے ویسے فاطمہ ع کا تعجب بڑھتا گیا۔فاطمہ ع نے دیکھا کہ خلیفہ قرآن کی آیتوں کے مقابلے میں تسلیم نہیں ہوتے۔اسلام کے قاعدہ وقوانین کے مطابق عمل نہیں کرتے۔خلیفہ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ بیٹھ کر جھوٹی حدیث بیان کرتے ہیں تا کہ میرا حق پائمال کردے۔

یہ کیسی حکومت ہے ,؟ یہ کیسا حاکم ہے؟ یہ کیسا فیصلہ ہے؟ کیا یہ افراد' قرآن کے محافظ, قرآن کے طرفدار اور اسلام کے مبلغ کہلائے جاسکتے ہیں؟

مجھے فدک یا کسی اور مال سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر میں خلافت کی ان حرکات کو برداشت نہیں کرسکتی اور خاموش تماشائی نہیں بن سکتی۔

مسلمانوں کے مجمع میں خلیفہ مسلمین ابوبکر ابن ابی قحافہ کو ذلیل ورسواء کرونگی اور اپنے حق کو ثابت کرونگی۔مسلمانوں پر واضح کرونگی کہ انھوں نے جسے خلیفہ بنایا ہے وہ قرآن و اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے تیار نہیں ہے۔یہ ہر کام اپنی نفسانی خواہشات اور اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔

میں مسجد میں مسلمانوں کے مجمع میں اس تعلق سے خطاب کرونگی۔

سارے مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے مسجد میں تقریر کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور مسلمانوں سے درخواست کی ہیں کہ وہ مسجد میں جمع

ہوں۔

وہ کس تعلق سے گفتگو کرنے والی ہیں؟ خلیفہ کا عکس العمل کیا ہوگا؟ چلو چلیں اس گفتگو کو سنیں۔

انصار و مھاجر نے وقت سے قبل پہنچ کر مسجد اور اس کے اطراف کو پر کر دیا تھا۔ بنی ہاشم کی عورتیں بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوئیں اور فاطمہ ع کو اپنے حلقہ میں لیکر مسجد کی طرف چلیں۔ فاطمہ ع مقنعہ و چادر اوڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح قدم اٹھاتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئیں۔

خلیفہ انصار و مہاجر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد کے ایک کونے میں ایک سفید کپڑا جو مصر سے لایا گیا تھا پردہ کے عنوان سے لٹکایا گیا۔ فاطمہ زہرا ع پردہ کے پیچھے دیوار سے ٹیکا لگا کر بیٹھ گئیں۔ بابا کا فراق، نا گوار واقعات کا ہجوم، فاطمہ ع کو اس طرح منقلب کر دیا کہ بی بی ع نے ایک آہ بھری۔ فاطمہ ع کی آہ نے ایسا اثر کیا کہ مجمع میں گریہ وزاری کا ایک طوفان اٹھا۔

فاطمہ ع کچھ لمحوں کے لئے خاموش ہوگئیں تا کہ لوگ بھی ساکت ہو جائیں۔ اسکے بعد گفتگو کا ارادہ کیا اللہ کی حمد کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا دوبارہ مسجد میں لوگوں نے رونا شروع کیا۔ فاطمہ ع پھر خاموش ہوگئیں تا کہ مکمل طور پر سکوت حکم فرما ہو جاے۔ اس کے بعد اپنی گفتگو کا آعاز کرتے ہوے فرمایا:

میں اللہ کی حمد بجالاتی ہوں اسکی نعمتوں پر, اسکا شکرادا کرتی ہوں اسکے الھامات پر اور اسکی ثناء کرتی ہوں ان نعمتوں پر جسکا سلسلہ ہماری ہدایت و نجات کے لئے جاری ہے۔
ساری مخلوق مل کر بھی اس کی نعمتوں کا حساب نہیں کرسکتی۔اس کی کسی نعمت کا حق ادا کر نے سے انسان عاجز ہے۔ان نعمتوں کے حدود انسان کی عقل اور اسکے ہوش وخیال سے بالاتر اور باہر ہیں۔ان سب نعمتوں کی عطا اللہ کی بارگاہ سے ہے۔ان کا تذکرہ انسان کی طرف سے, ان نعمتوں کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔اللہ نے ہمیں ان نعمتوں کو عطا کیا ہمارے طلب کرنے سے پہلے اور ان نعمتوں کے شکر کو ان کے اضافہ کا ذریعہ قرار دیا۔
میں گواہی دیتی ہوں کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔وہ وحدہ لاشریک ہے۔
یہ کلمہ انسان میں اخلاص پیدا کرتا ہے اور اس کے قلب کا اللہ سے رابطہ کروادیتا ہے۔
اسکا ذہن اور اسکی فکر اللہ کے تعلق سے معقول باتوں کو سوچنے اور سمجھنے لگتی ہے۔
آنکھوں میں اسے دیکھنے کی تاب نہیں ہے, زبان سے اسکی تعریف ممکن نہیں ہے۔
اس کا مقدس وجود کسی طرح سے بھی عقل وگمان میں نہیں آسکتا۔اس نے اس کائینات کو بغیر کسی شئی کے اپنی قدرت سے خلق کیا۔کائینات کی ہر شئی کو بغیر نمونہ کے خلق فرمایا۔
اپنی مشیعت سے مخلوق کو خلق فرمایا۔وہ کسی بھی مخلوق کا محتاج نہیں ہے اور نہ ان کی بندگی سے اسے کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔اپنی حکمت سے مخلوق کو عبادت وبندگی کی طرف توجہ دلوائی۔اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا اور مخلوق کو اپنی بندگی میں داخل فرمایا اور

بندگی کی دعوت کو عزیز و گرامی قرار دیا۔

اپنی اطاعت پر ثواب و انعام اور نافرمانی پر عذاب و سزاء قرار دیا تا کہ بندوں کو بدبختی اور نقصان سے دور رکھے اور اپنی جنت میں ان کو لے جائے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے بابا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندہ اور اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے انھیں اختیار کیا اور انتخاب کیا رسول بنا کر بھیجنے سے قبل۔ انھیں خلق کرنے سے قبل ان کا نام رکھا۔ ان کو مبعوث کرنے سے قبل ان کو اختیار کیا۔ یہ سب اللہ تعالی نے اس وقت انجام دیا جب کسی مخلوق کو پیدا ابھی نہیں کیا تھا۔

اللہ تعالی آنے والے واقعات اور حوادث روزگار سے واقف تھا اور مکمل علم رکھتا تھا۔

لہذاء ان امور کی تکمیل کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس نے دیکھا امتیں مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئی ہیں اور اپنے ہاتھ سے تراشے بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔ رحمان معبود کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ان لوگوں کو تاریکی سے روشنی میں لے آیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے درمیان رہ کر ہدایت کا کام انجام دیا انھیں گمراہی کے بھنور سے نکالا اور صراط مستقیم کی رہنمائی کی۔

اس کام کے بعد اللہ تعالی نے انھیں یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو دنیا اختیار کریں یا آخرت کو حاصل کرلیں۔ انھوں نے سرائے آخرت کو اختیار کیا۔ اللہ تعالی نے اپنی طرف قبض روح فرمائی اور اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے مشکلات و سختیوں سے

نجات حاصل کئے۔ اب ان کے اطراف اللہ کے فرشتہ ہیں۔ اللہ کی رضوان اور خشنودی ان کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ اللہ کے جوار ہیں ہیں۔

اس کے بعد اھل مسجد کی طرف توجہ کی اور فرمایا:

اے اللہ کے بندوں تم اللہ کے امر و نہی کو جاری کروانے والے, دین و وحی کے حامل, ایک دوسرے کے لئے نگھبان اور اللہ کے دین کی دوسرے امتوں کو دعوت دینے والے ہو۔ اللہ کے حق کے محافظ اور اس سے کئے گئے وعدے پر قائم ہو۔ تمہارے درمیان اللہ کی بولتی ہوئی کتاب قرآن ہے جو صادق, نور بڑھانے والی, اس کی دلیلیں روشن, اس کے باطن و ظاہر واضح ہیں اور اس پر عمل کرنے والوں پر دوسرے لوگ غبطہ کرتے ہیں۔ اس کی پیروی انسان کو اللہ کے رضوان کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس کا سننا انسان کو نجات دلواتا ہے اور اس کے وسیلہ سے ہی اللہ کے نورانی حجتوں تک رسائی ہوتی ہے۔ اس میں واجبات کی وضاحت اور اسکے حرام سے منع کیا گیا ہے اس کے احکامات واضح, دلائیل کافی, اس میں فضائل و مستحبات بیان کے گئے ہیں۔ اسکی شریعت اور احکام واجب و لازمی ہیں۔

جان لو کہ اللہ نے **ایمان** کو تمہارے نفس کو کفر و شرک سے پاک کرنے کے لئے قرار دیا, **نماز** کو روح کو غرور و تکبر سے پاکیزہ کرنے کے لئے, **زکات** کو روح کو شگفتہ کرنے اور رزق میں اضافہ کے لئے, **روزہ** کو عمل میں اخلاص پیدا کرنے کے

لئے, **حج** کو دین کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے, **عدل** کو دلوں میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے, **ہماری اطاعت** کو ملت میں نظم بر قرار رکھنے کے لئے, **ہماری امامت ورہبری** کو تفرقہ سے محفوظ رکھنے کے لئے, **جھاد** کو اسلام کی عزت و سر بلندی کے لئے, **صبر** کو اجر حاصل کرنے کے لئے, **امر بالمعروف** کو عوام کے فائدے کے لئے, **والدین کے ساتھ نیکی** کو اللہ کے غضب سے بچنے کے لئے **صلہ رحم** کو خاندان کی تعداد وقدرت میں اضافہ کے لئے, **قصاص** کو قتل وخون کی حرمت کی حفاظت کیلئے, **نذر کا انجام دینا** بخشش کے لئے, **ناپ تول میں ایمان داری** نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے, **شراب سے دوری** گندگی سے بچنے کے لئے, **تہمت لگانے سے پرہیز کرنا** اللہ کی لعنت سے اور رحمت کی دوری سے بچنے کے لئے, **چوری نہ کرنا** عزت و پاکیزگی کو محفوظ رکھتا ہے۔شرک کو حرام قرار دیا اخلاص کے لئے اور اس کی ربوبیت کو مکمل طور پر تسلیم کرنے کے لئے۔

اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے آل عمران کی آیت ۱۰۲ کی تلاوت کی جسکا ترجمہ ہے: **اللہ کا خوف کرو جیسا خوف کرنے کا حق ہے اور تم اسلام کے سواء کسی اور دین پر نہ مرنا** (اس آیت کے ابتداء میں مومنین سے خطاب ہے مگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے آیت کے اس حصہ کی تلاوت نہ فرمائی)۔

اس کے بعد فرمایا: **اللہ کی اطاعت کرو جسکا اس نے تم کو حکم دیا ہے اسے انجام دو اور**

جس سے منع کیا ہے اسے انجام نہ دو۔اس کے بعد سورہ فاطر کی آیت ۲۸ کی تلاوت فرمائی جسکا ترجمہ ہے:اس کے بندوں میں اللہ کا خوف رکھنے والے تو بس علماء ہیں۔

شہزادی کونین سلام اللہ علیہا نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا :

اے لوگو جان لو کہ میں فاطمہ ہوں اور میرے بابا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔دوبارہ کہہ رہی ہوں اس سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ جو کچھ بیان کررہی ہوں وہ غلط بیان نہیں کررہی ہوں اور جو کچھ انجام دے رہی ہوں وہ زیادہ روی نہیں ہے(یعنی حد سے بڑھ کر انجام نہیں دے رہی ہوں بلکہ جو عام طریقہ ہے اسے انجام دے رہی ہوں)۔

(نوٹ: علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ عجب غضب کا محاکمہ ہے سراسر قرآن کی آیتوں سے بھرا ہوا ہے۔یہاں تک کہ اپنا تعارف بھی قرآن کی آیتوں کے ذریعہ کروایا ہے۔ گویا فرما رہی ہیں مجھے میرے مرکز و مبداء سے پہچانو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہوں)۔

اسکے بعد سورہ توبہ کی ۱۲۸ ویں آیت کی تلاوت فرمائی: تم ہی میں سے (ہمارا) ایک رسول تمہارے پاس آچکا ہے(جس کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ) اس پر سخت ناگوار ہے کہ تم تکلیف اٹھاوء,اور اسے تمہاری نجات کی ہمیشہ فکر ہے۔ایمان داروں پر حد درجہ شفیق و مہربان ہے۔

اگر انہیں جانتے ہو تو اس نسبت سے بھی ضرور واقف ہونگیں کہ وہ میرا بابا ہے, تمہاری

بیوں کا باپ نہیں ہے اور میرے چچا کے بیٹے (حضرت علی ع) کا بھائی ہے, تمہارے مردوں کا نہیں ہے ۔ میں اس پر فخر کرتی ہوں اور سرفرازی ہے کہ میں اس سے یہ نسبت رکھتی ہوں ۔ اللہ کی رحمت ہو اس پر اور اس کی آل پر ۔ انھوں نے اپنی رسالت کو نصیحت اور آیندہ پیش آنے والے خطرات کو بیان کرتے ہوئے شروع کیا ۔ مشرکین کو ہلاکت سے نجات دلوائی (ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ۔ ان کے سر پر مارا اوران کے گلے دبوچ لئے) حکمت وموعظہ کی زبان سے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی ۔ بتوں کو اکھاڑ پھینکا اوران کے سرداروں کو شکست دی یہاں تک کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ۔ میدان کو پیٹھ دکھائی ۔ تاریک رات سے صبح صادق کو نکالا اور حق کا چہرہ ظاہر کیا ۔ دین کے ذمہ دار افراد نے گفتگو شروع کی, شیطان کا شور وغل ختم ہوا ۔ دین کے چور گونگے ہو گئے ۔ شریر وفاسق افراد تارومار ہو گئے اور حرکت کرنے کی طاقت سے محروم ہو گئے ۔ تفرقہ کا کانٹا راستے سے ہٹا دیا گیا ۔ کفر ونفاق کے درمیان جو رابطہ تھا وہ ختم کر دیا گیا اور تم لوگوں کی زبان پر توحید کا کلمہ آ گیا ۔ اوران افراد کے ساتھ جن کے دل نورانی اور پاک تھے (آل محمد ۔ اہل بیت) ان کے ساتھ کلمہ توحید زبان پر لانے لگے ۔

جبکہ تم خود آگ کے گڑھے کے اطراف تھے اوراس میں گرا چاہتے تھے ۔ تم ہر لالچی اور فرصت طلب آدمی کا شکار بننے کے منتظر تھے ۔ ہر چلنے والے کے راستہ میں تھے ۔ ہر در

سے ٹھکرائے ہوئے تھے۔گندہ پانی پیتے تھے اوردرختوں کے پتوں پرگذربسرتھی۔
خوارو پستی تم پرسایہ ڈالےتھی اوراس بات کاہمیشہ خوف لگارہتا تھا کہ ایک پلک جھپکنے میں تم کوختم کردیاجائیگا۔ان حالات کے بعداللہ نےتمہیں میرے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نجات دلوائی جبکہ وہ خودعرب کے بھیڑوں اوراہل کتاب کےسرکش لوگوں کی شرارتوں سے بڑی مشکلوں میں گرفتار رہے۔
جب کبھی جنگ کی آگ روشن ہوجاتی یامشرکین کےاژدھے منہ کھول دیتے تووہ اپنے بھائی کوان کے منہ میں ڈھکیل دیتے اوروہ بھی اپنی مردانہ شجاعت سے جب تک ان کے سروں کوکچل نہ دیتااوربھیجا پاش پاش نہ کردیتا اوراپنی تلوار کے پانی سے فتنہ کی آگ کوبجھانہ دیتا,ان کاپیچھانہ چھوڑتا تھا۔جب جنگ سےلوٹتا توجان لبوں پرہوتی اور تھکن سے چورہوتا۔یہ سب تلاش وکوشش رنج و سختیاں حق کی راہ میں,اللہ کےحکم کی اطاعت کرتے ہوئے ,قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاپاس رکھتے ہوئے,اللہ کے نیک بندوں کےسرپرست کے عنوان سے,دوستوں کودشمنوں سے محفوظ رکھنے کی خاطرانجام دیتا تھا۔
وہ ہمیشہ لوگوں کی نصیحت اوراصلاح کی فکرمیں رہتا جبکہ تم لوگ اس خطرناک موقع پر عیش وآرام سے رہتے ہوئے,ایک دوسرے سے ہنسی مذاق ودلگی میں مصروف ہوتے اوراس کے منتظررہتے کہ کب حالات بدلیں اورنئے حادثات ہم پروارد ہوں

اور یتیمی کی خاک ہمارے سر پر پڑے۔تمہارے کان ہمیشہ ہمارے تعلق سے بری خبریں سننے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔تم لوگ جنگ کے دوران پیچھے کی طرف پلٹ جاتے تھے اور میدان جنگ سے فرار کر جاتے تھے۔

یہ ہوتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام پر بلوالیا جو انبیاء واصفیاء کے آرام کرنے کی جگہ ہے اور اس کے ساتھ ہی تم میں نفاق کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔دین کا لباس پرانا پڑھ گیا (یعنی بدلا جاے), گمراہ افراد کے سر پرست اور گمراہ لوگوں کے دوست جو باتیں ہمارے تعلق سے کینہ کی وجہ سے اپنے سینہ میں چھپائے رکھتے تھے, وہ زبان پر لانے لگے۔

ہاتھ خالی گمنام افراد قوم کے عقلمندوں میں گنے جانے لگے۔وہ افراد جنھوں نے ساری زندگی میں کوئی اچھا کام انجام نہیں دیا تھا, ان کی آو بھگت ہونے لگی اور وہ اپنے گھروں میں ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک غرور وتکبر کے ساتھ چلنے لگے اور مست اونٹ کی طرح اپنی دم ہلانے لگے۔شیطان نے باریک سوراخ سے سر اندر کر کے دیکھا کہ سرکشی پر آمادہ ہو اور اس کی دعوت کو لبیک کہنے کے لئے تیار ہو اور جھوٹی عزت حاصل کرنے کے لئے آمادہ بیٹھے ہو۔اس کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے اور وہ کر گذرے جو کر سکتے تھے۔

دوسروں کے اونٹوں پر اپنی مالکیت کی نشانی لگادی (داغ لگایا) (خلافت کی طرف

اشارہ ہے)۔اس سواری پر سوار ہو گئے جو تمہارے لئے نہ تھی اور نہ تم اس کے لایق ہو۔اپنے اونٹوں کو پانی پلوانے کے لئے بھیج دیا جبکے وہ وقت دوسروں کے اونٹوں کے لیے تھا۔اس طرح نہر پر اوپر کی طرف سے قبضہ کرلیا جبکہ وعدہ و قرار کے ہوئے کچھ وقت بھی نہ گذرا تھا۔زخم ابھی کھلا ہوا تھا اس کا منھ ابھی بند نہ ہوا تھا۔ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں اتارے نہیں گئے تھے کہ اس حادثہ کے لئے (سقیفہ) بہانہ بنالیا کہ فتنہ کے خوف سے یہ کام جلدی انجام دیدیا گیا ہے۔اوراب تو فتنہ کے بیچ قرار پائے ہو اور جہنم کافروں کو چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہے۔اس کے بعد سورہ توبہ کی آیت ۴۹ کی تلاوت فرمائی: ترجمہ **(اے رسول) آگاہ ہو جاو کہ یہ لوگ خود بلا میں (اوندھے منھ) گر پڑے اور جہنم تو کافروں کو یقیناً گھیرے ہوئے ہی ہے۔**

تم لوگوں سے اس حرکت کی امید نہ تھی۔کس طرح تم نے یہ غلطی کی۔تم لوگ کس کے راستے پر نکل پڑے ہو؟۔اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے, اسکے مطالب ظاہر , اس کے احکام روشن, اوامر واضح, نواہی صاف صاف بیان کے گئے ہیں۔ قرآن سے تم لوگوں نے گویا مخالفت کی ہے, اور قرآن کو اپنے پیچھے ڈال دیا ہے۔کیا قرآن سے تم لوگوں نے منھ موڑ لیا ہے؟ قرآن سے ہٹ کر کسی کو اپنا حاکم ڈھونڈ لیا ہے؟ بڑا برا بدل ہے ظالموں کے لئے قرآن سے ہٹ کر حاکم۔

اس کے بعد سورہ آل عمران کی ۸۵ ویں آیت کی تلاوت فرمائی **:اور جو شخص اسلام**

کے علاوہ کسی اور دین کی خواہش کرے تو اسکا وہ دین ہر گز قبول ہی نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں رہے گا۔

اس کے بعد گفتگو کا رخ فدک کی طرف موڑا اور فرمایا:

اتنی مہلت بھی نہ دی کہ اس گھبرائے رنجیدہ دل کو سکون و قرار نصیب ہو جاتا۔ یا اس چرائے ہوئے اونٹ کو اپنے قابو میں کر لیتے تا کہ آسانی سے اسکی مہار کھینچ کر لے جا سکو۔ اس کے بجائے فوراً فتنہ کی آگ کو ہوا دی اور فساد کے شعلہ کو تیز تر کر دیا۔ شیطان کی دعوت کو قبول کر لیا اور دین کے روشن چراغ کو خاموش کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وارشادات کو بے آواز کرنے کی ٹھان لی۔ (منافقت کی حد کر دی) دودھ پر کے کف کو ہٹانے کا بہانہ کر کے ہونٹ کے نیچے سے چھپا کر دودھ پینے لگے (فتنہ کا بہانہ اور سقیفہ)۔ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دھوکہ و فریب سے کام لے رہے ہو؟ اہل بیت کو کمزور اور ختم کرنے کے لئے شکاری کی طرح موقع کی تلاش میں بیٹھے ہو؟ (جس طرح شکاری درختوں کی آڑ میں چھپ کر شکار کا انتظار کرتا ہے کہ وہ اس کے تیر کی حد میں آجائے تو اس پر تیر چھوڑا جاے)۔ مجھ پر جو پہلے ہی سے بال شکستہ پرندہ کی طرح ہوں، دوسرا تیر لگایا جاے۔ ہم نے پورا ارادہ کر کیا ہے کہ تمہارے مظالم وصدمات پر صبر و شکیبائی اختیار کریں۔

کیا تم لوگوں کو یہ گمان ہو گیا ہے کہ ہمارے لئے ارث نہیں ہے؟۔ کیا تم لوگ زمانہ

جاہلیت کے حکم پر عمل کرر ہے ہو؟ (کہ عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اورانھیں ارث سے محروم کرتے تھے)۔

کونسا حکم اللہ کے حکم سے بہتر اور بالاتر ہے ان کے لئے جو اللہ پر ایمان رکھے؟ یا یہ کہ تم نہیں جانتے ہیں کہ میں فاطمہ ع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہوں؟

اے مسلمانوں کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ میں ارث کے تعلق سے غلط بات سنوں اور شکست کھا جاؤں اور دوسرے مجھ سے میرا ارث چھین لیں؟

اے ابی قحافہ کے بیٹے! کیا قرآن میں یہ لکھا ہے کہ تم اپنے باپ سے ارث حاصل کرو اور میں اپنے باپ سے ارث حاصل نہ کروں؟۔عجیب تہمت کو اللہ سے نسبت دی ہے یا جانتے ہوئے عمداً قرآن کو اپنے پیچھے ڈال دیا ہے اور اس سے دور ہو گئے ہو, کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے کہ: **سلمان ع نے داود ع سے ارث حاصل کیا**۔(سورہ النمل آیت ۱۶)۔اورذکریاع کے واقعہ کے ضمن میں بیان فرمایا: **ذکریاع نے دعاء کی, پروردگار مجھے اولاد عطا کر جو میرا وارث اور آل یعقوب کا وارث بنے** (سورہ مریم آیت ۵و۶)۔

ان دو آیتوں کی تلاوت کے بعد, حضرت فاطمہ ع نے سورہ انفال کی ۷۵ ویں آیت کی تلاوت فرمائی: **اللہ کے قانون میں بعض رشتہ دار, دوسرے بعض رشتہ داروں کی بہ نسبت ارث میں زیادہ حق رکھتے ہیں**۔اس کے بعد سورہ نساء کی ۱۱ ویں آیت کی

تلاوت فرمائی:

اللہ وصیت فرماتا ہے تم کو اولاد کے تعلق سے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر ارث ملے۔

اس آیت کے بعد سورہ البقرہ کی ۱۸۰ ویں آیت کی تلاوت فرمائی: **اللہ کا حکم آچکا تم پر کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرو یہ حکم حق ہے اور متقین پر ثابت ہے۔**

ان آیتوں کی تلاوت کے بعد اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ میرے لئے میرے بابا سے ارث نہیں ہے؟۔ کیا میرے اور میرے بابا کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالی نے تمہارے لئے کوئی خاص آیت بجھوائی ہے جو میرے بابا کو اس آیت سے واقف نہیں کروایا ہے؟

یا یہ کہنا چاہتے ہو کہ دو مختلف مذاہب کے افراد ایک دوسرے سے ارث حاصل نہیں کر سکتے۔ کیا میں اور میرے بابا ایک دین پر نہیں ہیں؟

یا یہ کہ تم قرآن سے زیادہ واقف ہو میرے بابا اور میرے چچا کے بیٹے کی نسبت؟

یہ باتیں تو نہیں ہے بلکہ یہ لوٹ مار ہے۔ اے ابوبکر یہ تم اور یہ اونٹ, اس پر سامان لدا ہوا ہے اور مہار بندھی ہوئی ہے اسے لیکر چلتے بنو۔ روز حشر قیامت میں تم سے ملاقات ہوگی۔ اللہ بہترین حاکم وفیصلہ کرنے والا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے شکایت

کرنے کے لئے وہاں رہیں گے۔

بہترین جگہ ہے قیامت جسکا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن جو باطل پر ہوگا وہ نقصان اٹھائے گا اور اس وقت ندامت و پشیمانی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ قیامت اور حشر کا میدان ہر وعدہ کے پورا ہونے کا مقام ہے۔ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ذلیل و رسواء کرنے والا عذاب کس کے سر پر وارد ہوگا۔

اس کے بعد انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے جوان مردوں کی انجمن، اے دین کے مددگارو، اے دین کے دست و بازو، میرے تعلق سے تمہاری یہ بے رخی کیسی؟ یہ غفلت میرے حق کے معاملہ میں کیوں ہے؟ میرے بابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد نہیں کہ اولاد کی حرمت وعزت محفوظ رہے۔ کتنی جلدی تم لوگ بدل گئے اور اپنے ارادہ کو تباہ و برباد کر لئے۔ (عرب کی مثال بیان فرمائی) کتنا جلد یہ بکری لاغر ہوگئی! اور اس کے منہ و ناک سے پانی بہنے لگا! مجھے پتہ ہے جس تعلق سے میں تلاش کر رہی ہوں اس کام کو انجام دینے کی تمہارے پاس طاقت و قدرت موجود ہے۔ میں جس کام کے لئے آ رہی ہوں تم لوگ میری حمایت کی طاقت و توانائی رکھتے ہو۔

کیا تمہارا عذر و بہانہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال کر گئے؟ یعنی ہم عزاءدار ہیں، ہم پر مصیبت آ گئی ہے۔ ہاں یہ مصیبت ساری دنیا کے لئے ہے۔ یہ

جان لینے والی بلا, اس مصیبت کی ابتداء تھی۔لوگوں کے جسموں سے روح نکال لے گئی۔ ہرطرف کمزوری و اداسی پھیل گئی اورسب پر ظاہر ہوگئی۔اسکا شگاف وخلاء بہت بڑا اور بہت گہرا ہے۔

ہر بند میں رخنہ پڑھ گیا۔تمہاری مٹھی بھی کھل گئی۔ساری زمین ان کے نہ ہونے کی وجہ سے تاریک ہوگئی۔ستارے بے نور ہو گئے۔آرزویں ناامیدی میں تبدیل ہوگئیں۔

پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ گئے۔عزت والوں کی عزت پائمال ہوگئی۔ان کی موت کی وجہ سے کسی کا احترام باقی نہ رہا یہاں تک کہ پہاڑ ودشت وصحرا میں بھی یہ ظاہر ہو گیا۔

یہ بزرگ ترین حادثہ اورعظیم ترین مصیبت تھی, کوئی بھی مصیبت جوگھروں کو برباد کر دے, اس مصیبت جیسی نہیں دیکھی گئی۔لیکن اللہ تعالی نے اس کے تعلق سے پہلے ہی اعلان فرمادیا ہے۔وہی قرآن جسے مختلف طرزوں سے مختلف لحنوں سے اپنے گھروں میں رات دن کی محفلوں میں, کبھی بلند آواز سے اور کبھی تلاوت کے ذریعہ اس کی آواز کو کانوں تک پہنچایا جاتا ہے, اس میں اس واقعہ کے تعلق سے جو دوسرے انبیاء کے لئے بھی پیش آیا ہے کہ سب کے لئے موت حق ہے اوراس امر سے چھٹکارا نہیں ہے۔اللہ نے فرمایا : (سورہ آل عمران آیت ۱۴۴) ترجمہ: **اورمحمد تو صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں۔اگر (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی موت مرجائیں یا قتل کردئے جائیں تو کیا تم الٹے پاوں کفر کی طرف پلٹ جاوگے۔ جو**

الٹے پاوں پلٹے گا تو سمجھ لے کہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد قبیلہ اوس وخزرج کو مخاطب کر کے فرمایا۔(ان کے قبیلہ کی بزرگ ماں قیلہ کے نام سے مخاطب کیا) :

اے بزرگ ماں قیلہ کے بیٹوں, کیا میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں جبکہ تم مجھے دیکھ بھی رہے ہو اور سن بھی رہے ہو۔تمہاری انجمن ہے, تمہاری محفلیں برپا ہوتی ہیں۔میری فریاد کو بھی پوری طرح سن رہے ہو اور میرے حالات سے پوری اطلاع رکھتے ہو۔تمہاری تعداد زیادہ ہے بلکہ اس کام کے لئے ذخیرہ بھی رکھتے ہو۔

تمہارے پاس ابزار وقدرت ہے, تمہارے پاس ہتیار و سپر ہے۔جنگ ودفاع کے وسائل رکھتے ہو۔

میری مدد مانگنے کی دعوت تم تک پہنچ رہی ہے, مگر مدد نہیں کرتے۔میری فریاد کو سن رہے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے, جبکہ تم جنگ کے میدان میں شجاعت ومردانگی میں بے مثال ہو۔نیکی اوراچھائی کے کاموں میں مشہور ہو۔تم میں بڑائی تھی اس لئے بزرگ قرار پائے۔تم نمونہ تھے اس لئے چنے گئے۔سارے عرب میں تم نے جھاد برپا کیا۔تم نے رنج وسختی برداشت کی۔ناقابل بیان جھاد وجنگ تم نے انجام دیا۔ہم قدم نہیں اٹھاتے تھے جب تک تم قدم نہ اٹھاو۔تم لوگ بھی ہمارے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے جس کے نتیجہ میں اسلام کی چکی چلنے لگی۔اس کا نتیجہ حاصل ہونے لگا تھا۔شرک کا

شورش و غل ختم ہوا۔ لالچی لوگوں کا جوش ختم ہو گیا۔ بت پرستی کی آگ بجھ گئی۔ ہرج و مرج کی دعوت ختم ہو گئی۔ دین کا نظام مکمل طور پر چلنے لگا۔ اب اس ایمان کے بعد کیوں حیرت زدہ ہو گئے ہو؟ اور مدد و نصرت کے وعدہ کے بعد کیوں غفلت میں ہو؟ مدد و نصرت, ساتھ دینا اور ساتھ چلنا, یہ سب کچھ کیوں ختم ہو گیا؟ کیا ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا ہے تم لوگوں نے؟

کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنھوں نے عھد توڑ ڈالا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے نکالنا چاہتے تھے؟۔ وہ ابتداء سے تم سے برسر پیکار تھے, اس کے باوجود تم ان سے خوف زدہ ہو؟۔ تمہیں اللہ تعالی کا خوف ہونا چاہیئے۔ اے لوگو میں تمہارے تعلق سے نگران ہوں۔ تم بدن کی آسایش میں راحت محسوس کر رہے ہو۔ تن کی آسایش کو ہمیشہ رہنے والی حکومت کی طرح خرید لیا ہے۔

دوسری نگرانی کی وجہ یہ ہے کہ جو ان امور کو بہترین طریقہ پر چلا سکتا تھا (مولا علی ع) اسے حکومت اور سر پرستی سے دور کر دئے ہو۔

راحت کی زندگی اختیار کر لئے ہو, مال کی کمی تھی اب حکومت کی آسایش مل گئی ہے اور اس کی وجہ سے جو کچھ تمہارے اندر تھا (خوبیاں) اسے اگل دئے ہو۔ جسے آسانی (بغیر زحمت کے) سے نگل لئے تھے, اسے تکلیف کے ساتھ نکال دئے ہو۔ جان لو خبر دار ہو جاؤ, اگر تم کافر ہو جاؤ یا ہر کوئی جو اس سرزمین پر ہے وہ کافر ہو جائیں تو اللہ

تعالی کوکسی کی ضرورت نہیں ہے وہ بے نیاز ہے ان سب چیزوں سے۔

اسکے بعد فرمایا :

میں ان چیزوں سے واقف تھی۔درددل کی خاطر,اپنادرد بیان کرنے کی خاطراور کچھ خاص وجہ سے یہ گفتگوتم سے کی ہوں۔میں پوری معرفت کے ساتھ جانتی ہوں کہ تمہاری طبیعت میں سستی اورکمزوری آگئی ہےاورفریب وبےوفائی تمہارے دلوں میں جگہ پاگئی ہے۔میں نے حجت تمام کرنے کی خاطراپنے دل کادرد بیان کردیا۔یہ بھی جانتی ہوں کسی کی بات قبول نہ ہوگی, غارت گری ہے۔

اے غارت گروں! یہ اونٹ اور یہ بار اسے لے جاؤ, کھاؤاورجمع کرو۔مگر یہ جان لوکہ یہ بار منزل پرپہنچنے والانہیں ہے۔اس کی کمرجھک گئی ہے, پاؤں زخمی,فرسودہ اور اس میں چھالے و سوراخ ہے۔اس کی رسوائی ہمیشہ باقی رہے گی اوراس پراللہ کے غضب کی علامت لگ چکی ہے۔اللہ کی آنکھ بیدار ہے۔بہت جلدجنھوں نےظلم و ستم کیاہے انھیں معلوم ہوجائیگا کہ وہ کہاں جارہے ہیں۔میں اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہوں جوتمہیں خطرات وعذاب سے آگاہ کرتے تھے ۔اب تم اپنا کام کرتے رہواورہم بھی اپنا کام کرینگے۔تم منتظر رہوہم بھی منتظر ہیں۔

خطبہ کے بعد خلیفہ ابوبکرکا بیان :

(حضرت ابوبکراس قسم کی گفتگوکے جواب میں میدان خالی کرنے آمادہ نہ تھے۔وہ

جانتے تھے کہ اس طرح کے اعتراضات انکی حکومت و خلافت کے خلاف ہونے والے ہیں اور وہ اپنے آپ میں اسکا مقابلہ کرنے کی توانائی محسوس کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو لوگ مقدس مآب ہیں وہ تقدس کا دھوکہ کھا سکتے ہیں اور اس طرح اللہ کے دین کو الٹا کر کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے انھوں نے ارادہ کیا کہ بہترین راستہ یہ ہے کہ مقدس مآبی سے پیش آے اور مدینہ کے مسلمانوں کو دھوکہ دے تا کہ کامیاب ہو سکے۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام راستے ناکامی کی طرف لے جائنگے۔ اس ارادہ کے تحت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبہ کے فوری بعد اس طرح گفتگو شروع کی)

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی آپ کے بابا تو موءمنین پر شفیق, کریم, رحمدل اور مہربان تھے اور کافروں کے لئے عذاب الیم اور عتاب عظیم تھے۔ اگر ان کی نسبت سے دیکھیں تو وہ آپ کے بابا ہیں, دوسری عورتوں کے نہیں اور آپ کے شوہر کے بھائی ہیں اور دوسرے مردوں کے نہیں ہیں۔ آپ کے بابا نے انھیں ہر ایک پر ترجیح دی اور انھوں نے بھی آپ کے بابا کے ہر بڑے کام میں مدد و نصرت کی۔

آپ کو دوست نہیں رکھتا مگر سعادت منداور دشمنی نہیں کرتا مگر بدبخت۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک وطاہر خاندان سے تعلق رکھتی ہیں اور دنیا کے پاک چنے ہوئے لوگوں میں سے ہو۔ ہماری نیکی کی طرف ہدایت کرنے والے اور ہم کو جنت کا راستہ دکھا نے والا چراغ ہو۔ بطور خاص آپ, جو عورتوں کی سردار اور بہترین رسول کی

صاحبزادی گفتگو میں سچی, عقل میں کامل اور دوسروں کے مقابل میں پیش قدم ہو۔ اپنے حق سے آپ کو کوئی محروم نہیں کرسکتا اور آپ کے سچ کہنے پر کسی کو اعتراض بھی نہیں ہے۔

خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا ہوں۔جو کچھ کیا ہوں ان کی اجازت سے کیا ہوں۔قبیلہ کے سرپرست افراد اپنی قوم اور اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں کہتے ہیں۔میں اللہ کو گواہ قرار دیتا ہوں اور گواہی کے لئے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوں کہ فرمایا : ہم انبیاء کے گروہ میراث نہیں چھوڑتے , نہ سونا, نہ چاندی, نہ گھر , نہ باغ۔ہماری میراث کتاب وحکمت , علم ونبوت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا اور جو کچھ ہماری غذاء کے لئے ہے وہ میرے بعد اولوالامر کا حق ہے کہ وہ جس طرح چاہے اس سے استفادہ کرے۔

گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوے خلیفہ نے کہا :اورہم اس چیز سے جس کی آپ طلبگار ہیں, اسے گھوڑے اور ہتیار خریدنے کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے لشکر کے اختیار میں دینا چاہتے ہیں تا کہ اس سے لشکر اسلام جنگ کرے اور کفارو سرکش لوگوں سے جھاد کرے۔اور یہ کام بھی مسلمانوں کے مشورہ سے کیا گیا ہے, میں اکیلا نہ تھا اور نہ میں نے اپنی ذاتی رائے سے یہ کام کیا ہے۔

البتہ میرا ذاتی مال حاضر ہے آپ کے لئے اور آپ کی زیر سرپرستی افراد کے لئے۔

میرے مال پر آپ کا اختیار ہے۔ نہ آپ کو دینے سے پیچھے ہٹونگا اور نہ آپ سے چھپاؤنگا کہ آپ اپنے بابا کی امت کی عورتوں کی سردار ہیں اور اپنی اولاد کے لئے میوہ سے لدا طوبی کا درخت ہیں۔ آپ کے خاص فضائل جو آپ کے لئے مخصوص ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی شاخ کو اور آپ کے سلسلے کو کوئی بھی نظر انداز نہیں کرسکتا ہے۔ آپکا حکم ماننا ہم پر لازم ہے, جس قدر مال کا میں مالک ہوں اس پر آپ کا اختیار ہے۔ کیا آپ اس بات کو گوارا کرینگی کہ میں اس معاملے میں آپ کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کروں ؟

خلیفہ ابوبکر کا جواب ختم ہوا اور بی بی فاطمہ زہرا ع نے فرمایا : (نوٹ, فاطمہ زہرا ع جانتی ہیں کہ ظلم کی دیوار بہت بلند ہے۔ حضرت ابوبکر کے جواب سے واضح ہو گیا کہ تمام کوشش یہ ہے کہ عوام کو گمراہ کیا جائے اور اس مسئلہ کے حل ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لہذا ء ضروری ہے کہ اس کی غلط بیانی کو واضح کیا جاے تا کہ بطور سند تاریخ میں محفوظ رہ جاے)

فرمایا: سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز قرآن سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں فرمایا اور نہ قرآن کے خلاف کوئی حکم صادر فرمایا۔ وہ قرآن کے پیرو اور اطاعت گذار تھے۔ وہ قرآن کی ہدائت و روشنی میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ کیا تم چاہتے ہو اس عذر و بہانہ اور مکر کے علاوہ کچھ اور ان کے ساتھ لگا دو۔ یہ کام ان کی

وفات کے بعد اس چیز سے مشابہت رکھتا ہے جو نقشہ ان کی زندگی میں انھیں ہلاک کرنے کے لئے کرتے رہے ہو۔

یہ اللہ کی کتاب ہے میرے اور تمہارے درمیان , وہ خود عادل حاکم اور حق و باطل میں آخری فیصلہ کن گفتگو کرنے والا ہے اور اسکا ارشاد ہے کہ : جو میری اور یعقوب کی نسل کی میراث کا وارث ہو ۔ (سورہ مریم آیت ٦) اور فرمایا: سلمان داود کے وارث ہوے (سورہ النمل آیت ١٦) ۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ تعالی نے قرآن میں میراث حاصل کرنے والوں کے حدود لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے بھی روشن فرماے تا کہ بہانہ کرنے والوں کے لئے کوئی موقع باقی نہ رہے اور کسی کے لئے قیامت تک شک و گمان باقی نہ رہے۔

تم لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہو , میں صبر جمیل وشکیبائی اختیار کرونگی اور اس جھوٹ پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نسبت دیکر انجام دے رہے ہو اس پر اللہ تعالی میری نصرت فرمائے گا۔

خلیفہ ابوبکر کا جواب:

اللہ نے سچ فرمایا, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا اور آپ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہیں آپ نے بھی سچ فرمایا۔ آپ رحمت کی معدن اور ہدائت کا سرچشمہ , رکن دین اور عین حجت ہیں ۔ آپ کی منطقی گفتگو کو نظر انداز نہیں کرونگا

اور آپ کی گفتگو کی نفی بھی نہیں کرونگا۔

یہ مسلمان میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں۔ یہ حکومت کا پھندا جو میرے گلے میں ڈالا ہے ,ان ہی لوگوں نے ڈالا ہے۔ان کی مرضی اور مدد سے لیا ہوں جو کچھ میں لیا ہوں۔ نہ اپنے لئے لیا ہوں اور نہ اپنی رائے سے حاصل کیا ہوں۔ یہ سب اس پر گواہ ہیں۔

خلیفہ ابوبکر کی گفتگو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کی صاحبزادی ع نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:** اے لوگو! بہت جلد تم نے باطل قول کو اختیار کیا اور برے اور نقصان دہ کام پر خاموش اور راضی ہو۔ کیا تم قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا تمہارے دلوں پر قفل پڑھ گئے ہیں؟۔ایسا نہیں ہوا بلکہ تمہارے برے اعمال نے تمہارے قلب پر پردہ اور اس پر قبضہ کرلیا ہے اور تمہاری دیکھنے وسننے کی قوت کو چھین لیا ہے۔تم نے کتنا برا ارادہ کیا اور کس برے کے مدد گار ہوئے۔کتنی بری تبدیلی اختیار کی اور حق کے بجائے کتنا برا جانشین اختیار کیا۔

پروردگار کی قسم ہر لحظہ اس عمل کی سختی اور اس کی بد عاقبت کو شدت سے محسوس کرو گے۔ جب پردہ تمہاری آنکھوں پر سے ہٹ جائگا اور ان سختیوں کے علاوہ جو تمہارے لئے اللہ کی بارگاہ میں ہے ظاہر ہوگا جسکا تم اب حساب نہیں کررہے ہو تب تمہیں پتہ چلے گا کہ اہل باطل کیا نقصان اٹھائینگے۔

اس گفتگو کے بعد بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مسجد سے بیت الشرف کو لوٹ گئیں ۔

عوام مسجد سے باہر جانے لگے ۔

کوئی کہتا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی جھوٹ نہیں کہتی ہے ۔

دوسرا کہتا: یہ وہی فاطمہ ع ہے جس کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرماتے تھے ۔

کوئی کہتا: یہ لوگ جو خلافت کا دعوی کرر ہے ہیں کیوں فاطمہ ع کے ساتھ اس طرح کا برتاوء کرر ہے ہیں؟

ایک کو یہ کہتا ہوا سنا گیا کہ ان سب باتوں کے علاوہ فاطمہ ع کے دلائل بہت قوی تھے ۔ ان کو ہم جانتے تھے آج اور بہتر پہچان سکے ۔

ایک اور صحابی افسوس کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: فاطمہ ع فرما رہی تھیں, میرے بابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیوں تہمت لگا رہے ہو کہ وہ قرآن اور اسلام کے احکامات کے خلاف کیسے کہہ یا کر سکتے ہیں؟

کچھ مرد و عورتیں صرف روتے ہوئے مسجد سے باہر نکلے ۔ مدینہ کے حالات بدل چکے تھے ۔ لوگ اسقدر روئے کہ گذشتہ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی تھی ۔

یہ دیکھ کر خلیفہ نے حضرت عمر ابن خطاب سے مشورہ کیا: تم دیکھ رہے ہو یہ لوگ

کس طرح رو رہے ہیں اور کس طرح فاطمہ ع سے عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔اب کیا کیا جائے؟

حضرت عمر ابن خطاب نے کہا: تم ہمیشہ کیطرح نماز, روزہ , زکات اورامر بہ معروف کرو اور لوگوں کو بیت المال سے کچھ زیادہ کردو۔صلہ رحم کرو اللہ بھی معاف کردے گا۔قرآن میں اللہ فرماتا ہے: نیکیاں گناہوں کو کھا جاتی ہیں۔

اس گفتگو سے خلیفہ کو سکون ہوا۔اپنا ہاتھ حضرت عمر کے کاندھے پر مارتے ہوئے کہنے لگا: تم نے میری مشکلوں کو حل کردیا۔

دوسرے دن خلیفہ نے لوگوں کو مسجد میں بلوایا: منبر پر جا کر اللہ کی حمد کی اور اس کے بعد لوگوں پر اعتراض کیا کہ یہ کیا باتیں مدینہ میں لوگ کر رہے ہیں۔میں نے چونکہ فاطمہ ع کی گواہی قبول نہیں کی اس لئے وہ اعتراض کر رہی تھیں۔(کچھ اور ناشائستہ جملے بھی ان کی شان میں کہے۔جسے ابن ابی الحدید نے بھی نقل کے ہیں)۔اس کے جواب میں ام المومنین ام سلمہ نے اپنا سر اپنے گھر کی کھڑکی سے باہر کیا اور خلیفہ پر اعتراض کیا۔

اے ابوبکر تم یہ ناشائستہ جملے اس بزرگ خاتون کے لئے کہہ رہے ہو۔ وہ بیٹی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پلی ہے۔تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ ع حوریہ ہے انسانی شکل میں۔تم یہ بدزبانی اس خاتون کے

تعلق سے کررہے ہو جس کی خدمت آسمان کے فرشتے کرتے ہیں۔تم سمجھتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اکلوتی بیٹی کو ارث سے محروم کردیااور انھیں اس بات کی اطلاع نہ دی جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ سب سے پہلے گھر والوں کو نصیحت و اسلام کی دعوت دو۔

وہ بہترین عورت ہے ساری کائنات میں, وہ بہترین اولاد کی ماں ہے اوراس کے باپ بہترین اور آخری پیغمبر ہیں۔اے ابوبکر تم بہت جلد مر جاؤ گے اوراس کے بعد اس کا نتیجہ دیکھو گے۔

فدک کے واقعہ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبہ پر علماء اسلام کا تبصرہ:

خلیفہ مسلمین ابوبکر نے اس واقعہ کے تعلق سے دس غلطیاں کیں۔

۱۔خلیفہ کو اس کا علم نہ تھا کہ گواہی کس سے طلب کی جائے۔

۲۔حضرت فاطمہ زہرا ع کا بیان کہ فدک ان کی ملکیت میں تھا ہی کافی تھا کیونکہ قرآن ان کی عصمت و پاکیزگی کی گواہی دے چکا ہے۔

۳۔حضرت علی علیہ السلام کی گواہی بہ تنہائی کافی تھی۔آیت تطہیر کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور حدیث الحق مع علی وعلی مع الحق سے خلیفہ واقف تھے۔

۴۔ام ایمن کی گواہی ہی کافی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کہ ام ایمن جنتی ہے کی تصدیق خلیفہ نے کر دی تھی۔

۵۔ان تمام باتوں کے علاوہ اگر حاکم کو یقین ہو جائے کہ گواہ سچ کہتا ہے تو ایک گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے۔

٦۔حدیث کے تعلق سے کہ ہم انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے قرآن کی آیتوں کے خلاف ہے۔

۷۔حدیث اگر صحیح ہوتی تو ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہ دیا جانا چاہیے تھا جبکہ ان کو ارث کے عنوان سے دیا گیا۔

۸۔اگر حدیث صحیح تھی تو ابو بکر نے کیوں سند لکھ کر دی (بعد میں اسے حضرت عمر ابن خطاب نے پھاڑ ڈالا۔)

۹۔اگر حدیث صحیح تھی تو فدک کو مسلمانوں میں صدقہ کے عنوان سے تقسیم کر دیا جانا چاہیے تھا۔

۱۰۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے فاطمہ ع کو ناراض کیا, اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا۔اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفاطمہ علیہا السلام کو ناراض کرنا خلیفہ کی دسویں غلطی تھی۔

کوئی دلیل قابل قبول نہیں ہے فدک کو غصب کرنے کی:

۱۔فدک تین سال سے فاطمہ زہرا ع کے اختیار میں تھا۔

۲۔تمام گواہ صادق ومعتبر تھے۔

۳۔قرآن بھی گواہی دے رہا تھا۔

۴۔روایات گواہ ہیں۔

۵۔ان سب کے علاوہ ارث کی آیتیں قرآن میں اس بات پر سب کے حق کی ضامن ہیں۔

خطبہ کے تعلق سے علماء اسلام کے تاثرات:

۱۔یہ خطبہ ایک شدید وارنیننگ تھی ان کے لئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی اور اسلامی حکومت کے راستہ کو تبدیل کرنا چاہتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ سالہ زحمتوں کو برباد کرنا چاہتے تھے۔

۲۔یہ خطبہ بیدار کرنے کی گھنٹی تھی ان کے لئے جن کے دل میں اسلام کی محبت تھی اور اسلام کا درد اور دین کی فکر رکھتے تھے۔

۳۔اس خطبہ کا مقصد ان لوگوں کو خطرہ سے واقف کرانا تھا جو منافق گروہ کے عمل کے اثر و نقصان سے بے خبر تھے اور ان کے کردار و عمل کے خطرہ کو محسوس نہیں کر رہے تھے۔

۴۔یہ خطبہ ایک درد بھری فریاد تھی مولا علی ع کی حمایت میں۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کو سیاسی حرکات کی وجہ سے غصب کرلیا گیا تھا اور حق کو فراموش کر بیٹھے تھے)۔

۵۔اس خطبہ کا مقصد مظلوموں کے حق کے تعلق سے ان لوگوں میں بیداری لانا تھا جو مصلحت آمیز سکوت اختیار کے ہوئے تھے۔

٦۔یہ خطبہ مصلحت آمیز سکوت اختیار کئے مسلمانوں کے لئے نداء بیداری تھا۔

۷۔مختصر یہ کہ یہ خطبہ ایک گرج دار بجلی کی طرح تھا جس کی آواز اور جس کی روشنی اور اس کا اثر ۱۴ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

۸۔یہ خطبہ ایک طوفان تھا جس نے سمندروں کی تہہ میں موجوں کو پیدا کیا اور انھیں حق کا راستہ دکھلایا۔

۹۔یہ خطبہ دشمن کے سر پر بجلی بن کے گرا اور انھیں سخت غفلت کے عالم میں رسواء و ذلیل کر گیا۔ان کو حق پر سمجھنے والوں کی نیندیں کو قیامت تک کے لئے حرام کر گیا۔

خطبہ کی نوعیت کے تعلق سے علماء اسلام کا نظریہ:

۱۔یہ خطبہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے عربی خطابت کا شاہکار ہے۔

۲۔اللہ کی حمد و شکر گذاری کے عنوان سے بہترین انداز گفتگو ہے۔

۳۔شدید رنج و غم کے عالم میں ایمان کے مظاہرے کا اعلی ترین نمونہ ہے۔

۴۔اللہ کی معرفت کا شاہکار ہے۔

۵۔قانون سمجھنے اور سمجھانے کا بہترین نمونہ ہے۔

٦۔نبوت کا شاہکار ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسا واقعہ پیش

نہیں آیا مگر رسول کی صاحبزادی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ٹکڑا فرمایا تھا, انھوں نے انجام دیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تو اسی طرح انجام دیتے۔

۷۔مجرم سے جرح وبحث کرنے کا اعلی ترین نمونہ ہے۔

۸۔حق طلب کرنے کا درس ہے۔

۹۔قوموں کی ترقی وتنزل کے اسباب کا تذکرہ ہے۔

۱۰۔سوسائٹی کو تربیت دینے کے لئے بہترین اجتماعی بیان ہے۔

۱۱۔مسلمانوں کی تاریخ کا بہترین تحفہ ہے۔

۱۲۔حق جاننے کا اعلی ترین واقعہ ہے۔

اس خطبہ کی عظمت کے اعتراف کے لئے اس خطبہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔اس کے پس منظر کو جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔اگر کوئی خطیبہ کی عظمت کو درک کرنا چاہتا ہے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کن حالات میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا صدمہ تھا۔

۲۔مولا علی ع کا حق غصب کرلیا گیا تھا۔

۳۔فدک کو غصب کرلیا گیا تھا اور معتبر گواہیوں کو رد کر دیا گیا تھا۔

۴۔ارث کے مطالبہ کے جواب میں جھوٹی حدیث بیان کی جارہی تھی اور قرآن کی

آیتوں کی نفی کی جارہی تھی۔

اس قدر رنج وغم کے عالم میں اس عظمت کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ کوموضوع کے لحاظ سے چودہ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

ہر حصہ ایک موضوع پر مشتمل ہے۔تمام حصے ایک دوسرے سے مربوط و منسلک ہیں, گفتگو کا سلسلہ مسلسل اور ایک مرحلہ کے بعد دوسرے مرحلہ سے گذرتا ہوا مقصد کو کامیابی کے ساتھ طے کرتا ہے۔موضوع کے لحاظ سے ہر حصہ مکمل ہے۔

۱۴حصوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ خطبہ کی ابتداء اللہ کی حمد , شکروثناء اوراس کے مادی, معنوی وہدایتی نعمتوں سے کی۔

۲۔اللہ کی وحدت کی گواہی, اللہ کے صفات کا تذکرہ اور خلقت کی مشیت کا تذکرہ۔

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی, رسالت کی منزلیں, ابتداء رسالت کے وقت کے حالات اور رسالت کا نتیجہ۔

۴۔اسکے بعد اہل مسجد کو مخاطب کر کے انکو دین کے تعلق سے ذمہ داری کا احساس دلوایا۔انہیں دین کا نمائندہ قرار دیا اور قران کی پیروی کی اہمیت کو بتلایا۔

۵۔عبادتوں (ایمان, نماز, روزہ, ذکات , حج, عدالت, اہل بیت کی اطاعت,

امامت , جھاد , امرونہی , ماں باپ کے ساتھ نیکی , صلہ رحم , قصاص , نذروعہد , پرہیز گاری) کے فلسفے کو بیان فرمایا۔

٦۔ان مراحل کے بعد فدک کی گفتگوشروع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو پہچنوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اوران کے عربوں پراحسانات جتلائے۔

٧۔دین کی تبلیغ میں کس طرح حضرت علی ع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی۔کس طرح مشرکوں اوردشمنان اسلام کو شکست دی۔مسلمانوں کے میدان جنگ سے فرارکرنے کے واقعات کا تذکرہ بھی کیا۔

٨۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے گمراہ ہونے کو بیان کیا کہ اکثر مسلمانوں نے شیطان کی دعوت کو لبیک کہا۔

٩۔خلافت کے غصب کرنے کو بیان فرمایا۔قرآن سے انحراف اوراہلبیت کے ساتھ دھوکہ دہی کوواضح کیا۔

١٠۔ارث کے تعلق سے احتجاج کیا کہ خلیفہ ہمیں ارث سے محروم کرنا چاہتا ہے۔خلیفہ سے مخاطب ہوکرفرمایا : تم ارث حاصل کرو اورمیں ارث سے محروم رہوں !

١١۔اس احتجاج کے بعد انصار سے مخاطب ہوکر انہیں اپنی ذمہ داری کااحساس دلوایا۔

١٢۔قبیلہ قبیلہ کے افراد کومخاطب کیا اورذمہ داری کااحساس دلوایا۔

۱۳۔انصار سے احتجاج کیا کہ کیوں حقایق معلوم ہونے کے بعد بھی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو۔

۱۴۔خطبہ کے آخر میں اتمام حجت کا اعلان فرما کر اپنی ذمہ داری انجام دی۔

فدک غضب کر لینے کے بعد کس کس کے اختیار میں رہا:

۱۔پہلی اور دوسری خلافت میں فدک حکومت کے اختیار میں رہا۔

۲۔تیسرے خلیفہ عثمان ابن عفان نے فدک کو مروان ابن حکم کے اختیار میں دیدیا۔

۳۔چوتھی خلافت میں حضرت علی ع نے فدک کے مسئلہ کو ذرا بھی اہمیت نہ دی۔

۴۔معاویہ ابن ابوسفیان نے فدک کے تین حصے کئے۔ایک حصہ مروان کے قبضہ میں رہنے دیا, باقی دو حصے خلیفہ عثمان کے بیٹے عمر اور اپنے بیٹے یزید کے اختیار میں دیدیے۔

۵۔مروان کی خلافت میں پورا فدک مروان اور اس کی اولاد کے اختیار میں رہا۔

۶۔عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں مدینہ کے حاکم کو حکم دیا کہ فدک اولاد حضرت فاطمہ ع کو لوٹا دیا جائے۔

۷۔عمر ابن عبدالعزیز کے بعد یزید ابن عبدالملک خلیفہ ہوا اور فدک کو واپس لے لیا۔ فدک بنی امیہ کے خاتمہ تک, بنی امیہ کے اختیار میں رہا۔

۸۔بنی عباسیوں کے پہلے خلیفہ ابوالعباس سفاح نے فدک کو عبداللہ ابن الحسن ابن امام حسن ابن علی علیہ السلام کو لوٹا دیا۔

۹ ۔ دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور نے فدک واپس لے لیا۔

۱۰ ۔ خلیفہ مھدی ابن منصور نے اولاد حضرت فاطمہ ع کو لوٹا یا۔

۱۱ ۔ خلیفہ موسی ابن مھدی نے واپس لے لیا۔ عباسی خلفاء کے قبضہ میں رہا , یہاں تک کہ مامون الرشید نے مدینہ کے حاکم کو حکم دیا کہ لوٹا دیا جائے۔

۱۲ ۔ خلیفہ متوکل عباسی نے واپس لے لیا۔

۱۳ ۔ متوکل کے بیٹے منتصر نے لوٹا دیا۔ ان حالات کی وجہ سے اس باغ کے درخت خشک ہو گئے , زمین غیر آباد ہو گئی , ویرانی بڑھ گئی اور فدک بر باد ہو گیا۔

فدک کے باغ کے کھجور حج کے موسم میں مکہ لائے جاتے اور تبرک کے عنوان سے زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے رہے۔ کسی بھی امام نے فدک کے تعلق سے دلچسپی ظاہر نہیں کی اور نہ اس سے استفادہ فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منقبت حضرت فاطمہ زہراء علیھا السلام

نبی ص تعظیم کرتے ہیں وہ عظمت فاطمہ ع کی ہے

خدا تکریم فرمائے وہ حرمت فاطمہ ع کی ہے

علی ع جو کل ایماں ہیں کفو ہیں بنت احمد ص کے

نہیں ان جیسا کوئی اور وہ قامت فاطمہ ع کی ہے

سبھی کے واسطے ہیں اسوہ کامل رسول اللہ ص

ہدایت صنف نسواں کی رسالت فاطمہ ع کی ہے

فدک کے چھیننے والے لڑائی جیت کر ہارے

خلافت ہوگئی رسوا یہ حکمت فاطمہ ع کی ہے

تعارف فاطمہ ع کا کم سے کم الفاظ میں کردوں

جہاں ہر سمت عصمت ہو وہ نسبت فاطمہ ع کی ہے

امامت ابن مریم ع کی کرینگے ابن زہراع ہی

تقابل کیسا مریم ع سے وہ عصمت فاطمہ ع کی ہے

غم شبیر ع کی عظمت بیاں کرتے رہو ہادی

جزاء اللہ دیتا ہے اطاعت فاطمہ ع کی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

حضرت علی علیہ السلام

اور

عیسائی علماء

کے درمیان مباحثہ ومناظرہ

(پہلے خلیفہ کے دور حکومت میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلمان فارسی:

اگراس دن مولاعلی ع نہ ہوتے تواسلام کاچراغ گل کردیا جاتا

سلمان فارسی کی علمی یادگار جوہمارے لئے رہ گئی ہے وہ ان کی مشہور کتاب ''جاثلیق'' ہے۔جاثلیق یونانی لفظ ہے اس کے معنی عیسائی علماء کے سر پرست اعلی (اسقف اعظم) کے ہیں۔

اس کتاب میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور اسقف اعظم کے مذاکرت ہیں جو سلمان فارسی کے قلم سے لکھے گئے ہیں۔یہ درحقیقت امیرالمومنین کی تقریر و بحث اور مناظرہ ہے جو پہلے خلیفہ کے دور حکومت میں پیش آیا۔ذیل میں اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

سلمان فارسی کی اس تحریر کے بموجب سب سے بڑا خطرہ اسلام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پیش آیا,اگراس دن حضرت علی ع نہ ہوتے تو اسلام کاچراغ گل کردیا جاتا اور وہ خطرہ یہ تھا کہ جب قیصر روم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر ملی اور اس بات کا علم ہوا کہ مسلمانوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے تعلق سے شدید اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔وہ سمجھا کہ

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گذشتہ پیغمبروں کی سنت کے خلاف عمل کرتے ہوئے اپنے جانشین کا اعلان نہیں فرمایا اور اپنے جانشین کے انتخاب کی ذمہ داری مسلمانوں کو سونپ کر چلے گئے۔

قیصر روم کا خیال یہ تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جانشین وخلیفہ کا انتخاب خود کرتے تو مسلمانوں کے درمیان اس تعلق سے اختلاف پیدا نہ ہوتا اور اس وجہ سے قیصر روم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی رسول ہونے پر شک ہوا۔ لہذا ء قیصر روم نے اس خبر کو سننے کے بعد عیسائی علماء اور دانشوروں کو جمع کر کے ایک جلسہ تشکیل دیا اور مدینہ میں پیش آنے والے واقعات واختلافات کا تذکرہ کرکے, اس تعلق سے گفتگو و بحث کے نتیجہ پر ایک گروہ کو جس میں ایک سو علماء و دانشور تھے اسقف اعظم کی سرپرستی میں مدینہ کے لئے روانہ کیا تا کہ مسلمانوں سے مناظرہ ومذاکرہ کر کے عیسائی مذہب کے حق پر ہونے کو ثابت کیا جائے۔

بعض مورخین کی تحریر کے بموجب یہ گروہ مدینہ کی طرف حرکت کرنے سے قبل مختصر مدت کے لئے بیت المقدس میں ٹھرا اور اپنے سفر کی وجہ یہودی علماء سے بیان کی جس کے نتیجہ میں اتنی ہی تعداد میں یہودی علماء بھی عیسائی علماء کے ہمراہ مدینہ سفر کرنے پر تیار ہوئے۔

یہ علماء کا گروہ جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کی تلاش میں مسجدنبوی پہنچا۔ یہ دوسو علماء کا گروہ جو بڑے پیمانے پر پروپگینڈہ اور مسلمانوں کو اپنے وجود سے باخبر کرنا چاہتا تھا, ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ہمراہ جن میں سلمان فارسی بھی تھے مسجد نبوی میں داخل ہوکر خلیفہ ابوبکر اوردوسرے مسلمانوں سے ملاقات کی۔

سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ وہ محفل اگرچہ کہ بڑی پررونق اورشان و شوکت لئے ہوئے تھی مگر خوفناک سکوت اس محفل پر حکمران تھا۔اسقف اعظم نے خاموشی کوتوڑتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کیااور مسلمانوں کومخاطب کرتے ہوئے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کی طرف رہنمائی کرو۔میں اور میرے ساتھی عیسائی اوریہودی علماء ہیں۔ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے چلے گئے اوراپنا جانشین مقررنہیں فرمایا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے درمیان جانشینی کےتعلق سے اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ہم یہاں تمہارے دین کے تعلق سے تحقیق کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔اگرتمہارے دین کو صحیح پائیں گےتوہم تمہارے دین کو اختیارکریں گے ورنہ ہم اپنے وطن لوٹ جائیں گے۔لہذاءہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کی طرف رہنمائی کرو۔

یہ سن کر حضرت عمر ابن خطاب جو خلیفہ ابو بکر کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابو بکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمارا رہبر اور مالک ہے۔

اسقف اعظم نے حضرت ابو بکر کی طرف رخ کر کے سوال کیا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہیں؟

حضرت ابو بکر نے جواب دیا: نہیں ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین نہیں ہوں۔

اسقف اعظم: تم کون ہو؟

حضرت ابو بکر کے جواب دینے سے قبل حضرت عمر نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔

اسقف اعظم: کیا تم وہ عالم خلیفہ ہو جو دوسروں کے علم سے بے نیاز ہو کر اپنے علم کے ذریعہ عوام کی ضرورتوں کو دور کر سکتے ہو؟

حضرت ابو بکر نے کہا: نہیں ، میں وہ خلیفہ نہیں ہوں۔

اسقف: یہ پوسٹ ومقام کیا ہے جو تم نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کا خلیفہ سمجھتے ہو؟ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ یہ خلیفہ (کا عہدہ) اللہ کے پیغمبروں کے لیے مخصوص ہے۔ نبی یا اس

کے وصی کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔اللہ تعالی نے آدم ع کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور داود ع نبی کو خلیفہ بنانے کا اعلان فرمایا۔کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے لیے یہ عنوان قرار دیا ہے؟

حضرت ابوبکر: نہیں, مگران کے اصحاب اور دوستوں نے میری خلافت پر اپنی رضامندی ظاہر کی ہے۔

اسقف اعظم نے کہا: تم لوگوں کے خلیفہ ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ۔ اس لیے کہ تم نے خود صاف طور پر اس کا اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں منتخب نہیں کیا ہے۔البتہ یہ عمل پیغمبروں کی سنت کے خلاف ہے, کیونکہ ہر پیغمبر نے اس دنیا سے جانے سے قبل اپنے جانشین کا اعلان کیا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو باطل کر دیا اور دوسرے رسولوں کی سنتوں سے بھی انحراف کیا ہے۔

سلمان فارسی اسقف اعظم کی گفتگو غور سے سن رہے تھے۔اسقف نے خلیفہ ابوبکر سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ان لوگوں کے عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز پیغمبر نہ تھے, بلکہ ایک حاکم تھے جو طاقت کے زور پر عربوں پر حکومت کررہے تھے۔اگر وہ پیغمبر ہوتے تو دوسرے پیغمبروں کی طرح اپنے جانشین کا انتخاب و اعلان کرتے, اس لئے کہ تمام پیغمبروں

نے اسی طرح کا عمل کیا ہے۔

سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد اسقف اعظم شدید برہم ہوے اور غصہ کی حالت میں حضرت ابوبکر کو مخاطب کر کے کہا: اے شیخ تم نے خود اقرار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں جانشین کے طور پر انتخاب نہیں کیا, بلکہ لوگوں نے اپنے حاکم کے عنوان سے منتخب کیا ہے۔ اب میرا تم سے یہ سوال ہے کہ اگر اللہ تعالی لوگوں کی رائے کے مطابق عمل کرنا چاہتا تو اس کو اتنے سارے پیغمبر و رسول بجھوانے کی کیا ضرورت تھی؟

تم لوگوں نے اپنے اس عمل کے ذریعہ تمام رسولوں کی رسالت سے انکار کر دیا اور اس طرح ظاہر کیا کہ جیسے رسولوں کی ضرورت نہیں ہے۔ گویا اللہ کے تعلق سے جھوٹ کہا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی غلط الزام لگایا۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تم سے گفتگو کروں تا کہ نتیجہ نکال سکوں کہ تمہارا یہ عمل حق و ایمان کی بنیاد پر انجام پایا یا کفر و جہالت اور ہوای نفس کی بنیاد پر تھا۔

اسقف اعظم کی گفتگو سننے کے بعد خلیفہ فکر میں ڈوب گئے اور ان کے چہرے پر پریشانی اور خوف کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اسقف جو اپنے آپ کو کامیاب و فاتح دیکھ رہا تھا بار بار تکرار کر رہا تھا کہ اے شیخ میرے سوال کا جواب دو۔

موت کی طرح خاموشی خلیفہ اور وہاں پر موجود مسلمانوں پر چھائی ہوئی تھی۔ سب

کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ گئی تھی۔اسقف نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ان کا دین صحیح بنیادوں پر نہیں ہے۔سب نے اس کی تائید کی۔اسقف اعظم نے خلیفہ سے کہا اے شیخ میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں, جواب دو گے؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: ہاں سوال کرو میں جواب دونگا۔

اسقف نے کہا: مجھے بتلاؤ کہ میں کون ہوں اور اللہ کے پاس میرا کیا مقام ہے؟ اور تم کون ہو اور اللہ کی نگاہ میں تمہارا کیا مرتبہ ہے؟

حضرت ابو بکر نے جواب دیا: میں اپنی نگاہ میں مومن ہوں مگر اللہ کی نظر میں کیا ہوں نہیں جانتا۔تم میری نگاہ میں کافر ہو مگر اللہ کی نظر میں کیا ہو میں نہیں جانتا۔

اسقف اعظم نے کہا: میری نظر میں تم اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر میں مبتلا ہو گئے اور اس بات کا فیصلہ نہیں کر پا رہے ہو کہ حق کے اصول پر ہو یا باطل کے طریقہ پر۔البتہ میں اللہ کے انکار کے بعد اس پر ایمان لے آیا ہوں اور پوری طرح اپنی کیفیت سے مطمئن ہوں۔تم نے خود میری نجات اور اپنی گمراہی و ہلاکت کی گواہی دی ہے۔

اسقف اعظم نے اپنے دوستوں سے کہا: دوستو خوش ہو جاؤ کہ اس شیخ نے تمہاری نجات وکامیابی کی گواہی دی ہے۔

اچھا اے شیخ: اگر تم مومن اور میں کافر ہوں تو بتاؤ کہ تمہاری جگہ جنت میں اور میری

جگہ دوزخ میں کہاں ہے؟

حضرت ابوبکر نے اس جواب کے لئے اپنے ساتھیوں سے مدد مانگی مگر افسوس کہ ان کی خاموشی ہی اس کے جواب میں تھی۔

خلیفہ نے مجبورا آہستہ سے کہا: میں اپنی جگہ اور تمہاری جگہ کو جنت و دوزخ میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے۔

اسقف اعظم نے سوال کیا: اے شیخ تم نے کیسے جرئت کی اور اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین قرار دیا؟ جبکہ نہ علم رکھتے ہو کہ لوگوں کی ضرورتوں کو حل کرسکو, بلکہ تم خود دوسروں کے علم کے محتاج ہو۔ کیا مسلمانوں میں تم سے زیادہ علم رکھنے والا موجود نہ تھا؟

اگر تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے تو وہ اللہ کے وعدہ کو برباد نہیں کرتے تھے اور اللہ نے جو وعدہ پچھلے پیغمبروں سے لیا تھا اپنے جانشین کے انتخاب کے تعلق سے اس سے وہ منھ نہ موڑتے تھے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان تم سے زیادہ علم رکھنے والا موجود ہو تو تمہارا دین صحیح ہے اور اگر وہ بھی تمہاری طرح جواب دینے سے عاجز ہو اور اس میں نبوت کی نشانیاں نہ ہوں تو تم نے اس قوم پر ظلم کیا ہے کیونکہ نادان کو رہبری کا حق نہیں ہے۔

سلمان فارسی نے اسلام کے تعلق سے خطرہ کا احساس کیا:

سلمان فارسی اپنی کتاب جاثلیق میں تحریر کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ خطرناک منظر دیکھا, اسلام کو خطرہ میں محسوس کیا, میں وہاں سے اٹھا اور بجلی کی رفتار سے مولا علی ع کے گھر کی طرف چلا, دروازہ کھٹکھٹایا اور عرض کیا یا علی ع باہر تشریف لائے۔ مولا علی ع باہر تشریف لاے اور میرے خوف زدہ چہرہ کو دیکھ کر سوال فرمایا:

سلمان کیا بات ہوئی کہ اس قدر پریشان ہو؟

میں نے عرض کیا یا علی ع آپ کیوں یہاں بیٹھے ہوئے ہو؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین برباد ہو گیا, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام نابود ہو گیا, مسلمانوں کی عزت چلی گئی۔ تمام واقعہ میں نے بیان کیا۔

مولا علی ع جوامت کی امید ہیں, مسلمانوں کو نجات دلواتے ہوئے جہان اسلام کی مشکلوں کو حل کرنے والے فورا مسجد کی طرف چل پڑے اور مسجد میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے کنارے زمین پر بیٹھ گئے۔ فرمایا: اے عیسائی عالم میرے پاس آؤ جو سوال ہے مجھ سے پوچھو۔ تمام سوالات کے جوابات میرے پاس ہیں۔

اسقف اعظم نے اپنے آنے کی وجہہ امام علی ع سے بیان کی اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کی جستجو میں آیا ہوں (خلیفہ ابوبکر کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے) کہا کہ اس شیخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی و جانشین کے عنوان سے مجھے پہچنوایا گیا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ان کو علم سے خالی پایا اور اس وجہ سے دین اسلام کے تعلق سے میں شک میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

مولا علی ع نے اسقف اعظم اور اسکے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین اور ان کے قرآن کی تفسیر کا عالم میں ہوں, اسلام کے معارف کو پوری طرح جانتا ہوں اور اسی طرح آیات محکم, متشابہ, ناسخ ومنسوخ کا بھی علم رکھتا ہوں۔ ہر وہ علم جو امت کی ہدایت کے لئے ضروری ہے وہ میرے پاس ہے۔ جو چاہو مجھ سے پوچھو, اس آنے والے دن سے لیکر روز قیامت تک۔ اے دین مسیحیت کے بڑے عالم میں قرآن کے علاوہ تورات وانجیل سے بھی واقف ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردے ہٹا کر مجھے تمام علوم سے آشنا کروایا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی, ان کے چچا کا بیٹا اور ان کا داماد ہوں۔ میں اور میری اولاد ان کے علم کے وارث اور امت کی نجات کی کشتی ہیں۔ ہم نوح کی کشتی کی طرح ہیں جو کوئی اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس میں سوار ہونے سے انکار کیا وہ موجوں کی نظر ہوا اور ہلاک ہو گیا۔

میں اور میری اولاد بنی اسرائیل کے باب ''حطہ'' کی طرح ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مثل ہارون ہوں بہ نسبت موسی ع اس فرق کے ساتھ کہ حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے ۔ اے مسیحی عالم جو کوئی مجھ سے محبت کرے وہ مومن ہے اور جو مجھ سے دشمنی کرے وہ کافر ہے ۔

اسقف اعظم حکیمانہ گفتگو سن کر خوش ہوا اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اللہ گواہ ہے یہ وہی شخص ہے جو علم کی بنیاد پر گفتگو کرتا ہے ۔ امید کرتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کو حاصل کر لینگے اور جس دین کی حقیقت جاننے کے لئے نکلے ہیں اسے جان سکیں گے ۔ اس کے بعد حضرت علی ع سے مخاطب ہو کر کہا: اے عالم مجھے بتلاؤ کہ میں اور تم اللہ کی بارگاہ میں کیا مقام وحیثیت رکھتے ہیں؟

مولا علی ع: نے فرمایا: میں اپنے نزدیک اور پروردگار کی بارگاہ میں حق کے فضل وکرم کی وجہ سے مومن ہوں اور تم کافر, اس لئے کہ تم نے اللہ سے کیا گیا وعدہ توڑ ڈالا ۔

اسقف: آپ کی جگہ جنت میں اور میری جگہ دوزخ میں کہاں ہے؟

مولا علی ع: میں جنت و دوزخ میں داخل نہیں ہوا ہوں کہ تجھے بتا سکوں کہ میرا مقام جنت میں اور تمہارا مقام دوزخ میں کہاں ہے ۔ البتہ جیسا کہ قرآن نے نیک و برے لوگوں کی جگہ آخرت میں بیان کی ہے, اس کی بنیاد پر اللہ تعالی نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت کے مختلف درجات اور مختلف منازل کا ذکر فرمایا ہے ۔ اور کفار وفجار کے لئے فرمایا: ان کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے جس کے سات

دروازہ ہیں اور ہر دروازہ ایک خاص قسم کے گناہ گار کے لئے ہوگا۔

اسقف اعظم نے اپنے دوستوں سے کہا: دوستو ہم اپنی آرزو حاصل کر چکے اور جس کی تلاش میں تھے اسے پا چکے۔

اس کے بعد مولا علی ع سے مخاطب ہو کر کہا؛ اے عالم بزرگوار یہ فرمائے کہ عرش کو اللہ اٹھائے ہوئے ہے یا عرش اللہ تعالی کو؟

مولا علی ع نے فرمایا: اگر صحیح جواب سنو گے تو اسلام کو قبول کرلو گے؟

اسقف: جی ہاں ! اللہ کو گواہ قرار دیتا ہوں اگر صحیح جواب دو گے تو میں اور میرے ساتھی سب اسلام قبول کرلیں گے۔

مولا علی ع: اللہ تعالی عرش اور آسمانوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔قرآن میں ارشاد ہوا : اللہ تعالی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے نہ ٹکرائیں۔

اسقف: اے عالم مجھے بتلائیے کہ اللہ تعالی کہاں ہے۔

مولا علی ع: اوپر ، نیچے، شمال وجنوب میں، مشرق ومغرب میں ہے۔اللہ تعالی تمام موجودات پر احاطہ کئے ہوئے ہے اور میری گفتگو کی گواہ قرآن کی یہ آیت ہے کہ ”کوئی تین افراد کا گروہ آپس میں گفتگو نہیں کرتا مگر یہ کہ چوتھا ان کا اللہ ہے اور پانچ افراد کا گروہ آہستہ گفتگو نہیں کرتا کہ ان کا چھٹا اللہ تعالی ہے۔اس سے کم

اور اس سے زیادہ ان سے نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالی ان کے ہمراہ ہے جہاں کہیں وہ رہیں اور کل قیامت کے دن ان کے عمل و کردار سے انہیں باخبر کرے گا (سورہ مجادلہ آیت ۷)۔

اسقف اعظم: خدا کی قسم اس شخص کی گفتگو حق ہے اور اللہ کی تائید سے یہ گفتگو کر رہا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں اور ان کے جانشینوں کو اللہ کی تائید حاصل تھی اور گفتگو کرتے تھے۔

اے بزرگ حکیم! مجھے اس کی خبر دیجئے کہ جنت و دوزخ دنیا میں ہے یا آخرت میں ہے اور یہ کہ دنیا و آخرت کہاں قرار دئے گئے ہیں؟

مولا علی ع نے فرمایا: دنیا آخرت میں ہے اور آخرت دنیا پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔آخرت زندگی کے آرام کرنے کی جگہ ہے۔ وہاں پر انسان اس طرح ہے جیسے سویا ہوا ہو مگر اس کی روح سیر و سیاحت کر رہی ہو گی۔جسم مر جاتا ہے مگر روح ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: آخرت زندگی کی سرائے ہے اگر تم جان سکو تو (سورہ عنکبوت آیت ۶۲)۔

جنت و دوزخ دنیا میں ہیں، جب کوئی مر جاتا ہے تو زمین کے گھر میں قیام کرتا ہے اور وہ گھر (قبر) باغ ہے، جنت کے باغوں میں سے یا آگ کا کنواں ہے دوزخ کے کنوؤں میں سے۔

اسقف اعظم : اے بزرگ عالم , قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین (گویا) اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان (گویا) اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے(سورہ زمر آیت ٦٧) ۔

جب اس طرح ہوگا تو جنت و دوزخ کہاں قرار پائیں گے؟ جب کہ وہ ان ہی زمین و آسمانوں میں ہیں؟

مولا علی ع نے حکم دیا کہ آپ کے لئے کاغذ اور قلم حاضر کیا جائے , جب کاغذ و قلم آ گیا تو کاغذ پر لکھا جنت و دوزخ اور کاغذ کو لپیٹ دیا اور اسقف اعظم کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کے بعد فرمایا: اس کاغذ کو لپیٹا گیا ہے , اب اسے کھولو۔ کھولا گیا, حضرت ع نے فرمایا: کیا اس پر لکھا مٹ گیا؟

اسقف نے جواب دیا: نہیں۔ حضرت ع نے فرمایا جس طرح کاغذ کے لپیٹنے سے جنت و دوزخ لکھا مٹ نہیں جاتا, اسی طرح آسمان و زمین کے لپیٹے جانے سے جنت و دوزخ ختم نہیں ہو جاتے۔

اسقف اعظم نے سوال کیا: اے حکیم دانشور , آپ کے قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ کل شی ھالک الا وجہہ, اس کے کیا معنی اور اس کی دلیل کیا ہے؟

مولا علی ع نے ایک مسلمان کو حکم دیا کہ وہ کچھ لکڑیاں جمع کر کے لائے۔ جب لکڑیاں آ گئیں , تو امام ع نے اسے آگ لگائی , جب شعلے بلند ہوئے تو امام نے اسقف

اعظم سے پوچھا: اس آگ کے شعلوں کا چہرہ کس طرف ہے؟

اسقف نے جواب دیا کہ اس کا چہرہ ہر طرف ہو سکتا ہے, کیونکہ اسکا چہرہ قابل تشخیس نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ کی بنائی شئے ہے اور ہم اس کا چہرہ نہیں بتا سکتے جبکہ آگ اللہ کی مخلوق ہے۔غور کرو کس طرح اللہ کی ذات لا یزال کو مشخص کر سکتے ہو جبکہ کوئی بھی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی اور کسی کے بھی ذہن میں اسکا نقش نہیں بن سکتا۔(لیس کمثلہ شی وھوالسمیع البصیر۔سورہ انعام آیت ۱۰۳)۔

روم کے اسقف اعظم نے اسلام قبول کرلیا

اسقف اعظم امام علی ع کی محکم منطق اور توضیحات سے متاثر ہو گیا اور کہنے لگا:

''صدقت ایھا الوصی العلیم الحکیم الرفیق الھادی, اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا وانک وصیہ و صدیقہ'' اے رسول کے حقیقی جانشین ووصی آپ نے تمام سوالات کے صحیح جواب دئے اور میں آپ کے ذریعہ ہدایت پا گیا۔

اس کے بعد دوستوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے ساتھیو ! ہم جس کی تلاش میں تھے وہ مل گیا, ہمارا مقصد پورا ہوا سب کو چاہیئے کہ امیر المومنین ع کی اطاعت و پیروی کریں تا کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب و سعادت مند رہیں۔

اسقف اعظم کی تصدیق سلمان فارسی کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتی تھی, اس لئے کہ خود سلمان فارسی کلیسا اور کلیسا کی تعلیمات کے تعلق سے خوب جانتے تھے کہ دنیائے مسیحیت میں ایک اسقف اعظم کی کیا اہمیت اور کیا مقام و مرتبہ ہے۔ایسی عظیم شخصیت کا مسلمان ہو جانا کتنی اہمیت کی بات ہے اوراس کا اثر کتنا عظیم ہوگا۔

مختصر یہ کہ اسقف اعظم اوران کے ساتھی اسلام کے بلند آستانہ پر سر جھکائے اور سب کے سب دین اسلام قبول کئے اور یہ عقیدہ ظاہر کئے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین وخلیفہ ہیں۔

اس منظر کو دیکھ کر مسلمان خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور مولا علی ع کے نورانی چہرے سے بھی مسرت کے آثار نمایاں تھے۔نہایت خضوع سے جو مسرت کے ہمراہ تھا, مولا علی ع نے اللہ کی حمد اوراس کی تعریف وشکر میں لب کھولے اور فرمایا: اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح کرکے مسلمانوں کو اس نے کامیابی عطا کی۔

حضرت ابوبکراورانکے ساتھیوں نے بھی اس منظر کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا, اس لئے کہ حضرت علی ع نے ان کے چہرے سے ذلت ورسوائی کی خاک کو صاف کردیا تھا۔مسلمانوں اور اسلام کو حقیقی خطرہ سے نجات دلوائی, ان لوگوں نے کہا : احسن

اللہ جزاک یا ابا الحسن فی مقامک بحق نبیک ۔

سلمان فارسی جنہوں نے اس واقعہ کو نہایت دقت کے ساتھ لکھا ہے اور اس تحریر کو اپنی اہم یادگار چھوڑی ہے کہتے ہیں کہ جب یہ رومی مسلمان مدینہ سے جانے لگے تو وداع وخدا حافظی کے لئے مولا علی ع کے مکان پر حاضر ہوئے ۔

مولا علی ع ان کے پہلو میں بیٹھے , اسقف اعظم جو مسلمان ہو چکا تھا, اس نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین , ان لوگوں نے آپ کے ہوتے ہوئے خلافت کا دعوی کیا ہے , قوم بنی اسرائیل کی طرح ہیں , اپنے ہی ہاتھوں اپنے کو برباد کر لئے اور دوزخ کے مستحق ہو گئے ۔

ہم صاف صاف آپ سے عرض کر رہے ہیں کہ ہم پر آپ کا پورا پورا اختیار ہے اور آپ کے حکم کے آگے ہم تسلیم ہیں , اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اپنے شہر لوٹ جائیں گے ورنہ اسی مقام پر رہ کر آپ کے دشمنوں سے جہاد کریں گے ۔

مولا علی ع نے تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد فرمایا: بہتر ہے تم لوگ اپنے اپنے شہر کو لوٹ جاؤ, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے صبر کرنے کا حکم دیا ہے ۔ ابھی میرے تلوار چلانے کا وقت نہیں آیا ہے ۔ جب جہاد کا وقت آئے گا, جو بھی میرے ہمراہ جنگ کرے گا اسے اجر وانعام ملے گا اور جو اس جنگ سے قبل مر جائے وہ مظلوم دنیا سے گیا ہے ۔

آنسو مولا علی ع کی آنکھوں سے جاری ہو گئے, تازہ مسلمان بھی علی ع کی مظلومیت پر گریہ کرر ہے تھے۔اسی حال میں الودع کئے اور اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ مناظرہ جو سلمان فارسی کی کتاب کا جز ہے, اسے اسلام کے مشہور دانشوروں نے سلمان فارسی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔شیخ طوسی نے فہرست میں, شیخ نجاشی نے مصنفین ومصنفات نامی کتاب میں, شیخ محمد دیلمی نے ارشاد القلوب میں, ابن بابویہ نے کتاب التوحید میں, مرحوم شیخ مفید نے امالی میں اور مرحوم مجلسی نے بحار الانوار میں اس واقعہ کو نقل کر کے اس کے صحیح ہونے کی تصدیق کی ہے۔

مرحوم مجلسی سلمان فارسی کی کتاب کے تعلق سے اس واقعہ کو بحار الانوار میں تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کتاب کے مضامین, اصول حدیث کے مختلف باب ہیں۔اس کتاب کا نام جاثلیق و امیر المومنین ہے۔ سلمان فارسی اس واقعہ کی تیسری شخصیت اور واقعہ کے لکھنے والے ہیں۔اس وجہ سے حدیث کے صحیح ہونے اور کتاب کے معتبر ہونے کی دلیل ملتی ہے۔

قاموس الرجال کا مصنف لکھتا ہے کہ سلمان فارسی کی کتاب کا کچھ حصہ یہی مناظرہ ہے۔

اس طرح سلمان فارسی کا نام ان افراد کی فہرست میں ملتا ہے جنہوں نے ابتداء اسلام کتاب کی تصنیف وتالیف کا کام انجام دیا۔

ابن شہر آشوب کتاب معالم العلماء میں تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے کتاب لکھی اور احادیث کو جمع کیا وہ امیرالمومنین علی ع ہیں۔ ان کے بعد سلمان فارسی, ان کے بعد ابوذر غفاری, ان کے بعد اصبغ ابن نباتہ, ان کے بعد عبداللہ بن ابی رافع اور اس کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام نے صحیفہ کاملہ کو تصنیف فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

شوراء حضرت عمرابن خطاب

(تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے)

کا

تجزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اصحاب نے جو روش اختیار کی جس کے نتیجہ میں اسلام ومسلمین کو ناقبل بیان نقصان پہنچا ان واقعات میں سے ایک واقعہ شوراء حضرت عمر ابن خطاب ہے۔اس واقعہ کا تفصیلی بیان اور تجزیہ وتحلیل پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب خلیفہ دوم حضرت عمر ابن خطاب, ابولوءلوء کے خنجر کے حملے سے شدید زخمی ہوکر اپنی موت کا انتظار کرر ہے تھے تو مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے خلیفہ سے سوال کیا کہ کیا وہ کسی کو اپنے جانشین کے عنوان سے انتخاب کرنے والے ہیں؟ خلیفہ نے جواب دیا: کس کا انتخاب کروں؟ اگر ابوعبیدہ جراح (مدینہ میں قبر کھودنے والا) زندہ ہوتا تو اسے اپنی جگہ خلیفہ قرار دیتا۔ اگر اللہ تعالی مجھ سے اس تعلق سے سوال فرماتا تو میں جواب دیتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا: ابوعبیدہ اس امت کا امین ہے۔ اگر سالم (حذیفہ یمانی کا غلام) زندہ ہوتا تو اس کا انتخاب کرتا۔ اگر اللہ تعالی سوال فرماتا کیوں اسے دوسروں پر ترجیح دی؟ تو میں جواب دیتا کہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سالم اللہ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

ایک شخص نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کام کے لئے منتخب کرو۔ خلیفہ نے جواب دیا: اللہ تجھے موت دے, قسم اللہ کی ایسی چیز اللہ سے کبھی نہ چاہوں گا۔ افسوس ہے تجھ پر, اسے کیسے منتخب کروں جبکہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی بھی اپنے میں قدرت نہیں رکھتا ہے۔ ہمارے خاندان کو تمہاری

امت کے امور کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے خاندان کے لئے خلافت کو نہیں چاہوں گا۔ اگر خلافت اچھی چیز ہے تو ہم نے حاصل کرلی اور اگر بری ہے تو ہم سے دور رہے۔ آل عمر کے لئے کافی ہے کہ امت کی سرپرستی کو اپنے ذمہ لینے کے لئے ان میں کے ایک ہی شخص کا مواخذا کیا جائے ۔ اس گفتگو کے بعد لوگ خلیفہ کی خدمت سے رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن مسلمان پھر خلیفہ کی خدمت میں پہنچے اور سوال کیا کہ کیا آپ کی کوئی وصیت ہے؟ (تاکہ ہم اس پر عمل کریں) ۔

خلیفہ نے کہا: تم لوگوں کے جانے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو تم پر حاکم قرار دوں جو لوگوں کو حق وعدالت کے راستے پر لانے کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہے (اشارہ علی علیہ السلام کی طرف تھا) اتنے میں مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور بے ہوشی کے عالم میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص باغ میں داخل ہوا اور ہر خشک وتر کو توڑ کر اپنے اطراف جمع کرنے لگا (اشارہ یہ کہ ایک ایسا حاکم آئے گا جو حکومت کے خزانہ کو اپنے لئے قرار دے گا اور ہر امتیاز کو اپنے لئے چاہے گا) اس خواب کی بنیاد پر میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالی اپنے کام میں کامیاب ہے, اور عمر کو موت آجائے گی لہذاء میں ارادہ کرلیا ہوں کہ اپنی زندگی وموت میں اس انتخاب کا بوجھ اپنے ذمہ نہ لوں۔ تم لوگوں پر ذمہ داری رہے گی اس گروہ کے تعلق سے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ سعید بن زید, علی ابن ابی طالب ع , حضرت عثمان ابن عفان , عبد الرحمن ابن عوف, سعد ابن وقاص , جناب طلحہ ابن عبیدہ اور جناب زبیر ابن عوام اہل بہشت ہیں۔ میں سعید بن زید کے علاوہ باقی ۶ افراد کو خلافت کے لئے مناسب قرار دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک کا انتخاب ہو اور باقی اس منتخب کی مدد کرتے ہوئے اس کے حق میں نیکی اختیار کریں۔ (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۷۷۶ طبع یورپ)۔

مسعودی نے مروج الذھب میں نقل کیا ہے کہ: جب خلیفہ عمر موت کے بستر پر تھے ان کے فرزند عبداللہ نے ان سے کہا کہ اے امیرالمومنین اپنے جانشین کا انتخاب کیجئے, اس لئے کہ اگر آپ کا چرواہا آپ کی بکریوں کو چھوڑ کر چلا جاے تو آپ اس پر اعتراض کرینگے کہ کیوں بکریوں کو بغیر چرواہے کے چھوڑ دیا, اور کیوں امانت میں خیانت کی؟ یہ کیسے مناسب ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر رہبر چھوڑ دو۔

حضرت عمر نے کہا: اگر اپنے جانشین کا انتخاب کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں, کیونکہ خلیفہ ابوبکر نے اس سے قبل انجام دیا ہے۔ اگر اس کام کو چھوڑنا چاہوں تو چھوڑ بھی سکتا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑ دیا تھا اور امت کے حوالے کیا تھا (یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے, واقعہ غدیر خم تاریخ کا مستند ثبوت ہے)۔

اسکے بعد کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایااوران ٦ افراد سے جن کا تعلق قریش سے ہے راضی تھے۔ یہ افراد علی ع, عثمان, طلحہ, زبیر, سعدابن ابی وقاص وعبدالرحمن بن عوف ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ خلافت کوان چھ افراد میں قراردوں کہ وہ شوراء کے ذریعہ ایک کاانتخاب کرلیں۔ میں کسی کاانتخاب خود سے کرنانہیں چاہتا ہوں, اس لئے کہ جس نے خود سے خلیفہ کاانتخاب کیا(خلیفہ ابو بکر) وہ مجھ سے بہتر تھے اور میں سکوت بھی کرنانہیں چاہتا کیونکہ جنھوں نے سکوت کیا اورخلافت کولوگوں کے ذمہ کیا (رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ مجھے چاہیے کہ میں ایک دوسراراستہ اختیارکروں۔

اس کے بعدلوگوں سے پیغام بھجواکر ان ٦افرادکو بلوایا گیا۔جس وقت یہ افراد آے, خلیفہ بڑی تکلیف کے عالم میں تھے, جیسے ہی خلیفہ کی نظران پر پڑی, سخت لہجہ میں ان کومخاطب کرتے ہوئے سوال کیا: کیاتم سب خلافت کی تمنارکھتے ہو؟ وہ سب خلیفہ کےاس طرح سےانھیں مخاطب کرنے سے رنجیدہ ہوئے مگر خاموشی اختیارکی اورکوئی جواب نہ دیا۔دوسری مرتبہ خلیفہ نےاسی سخت لہجہ میں وہی غصہ دلانے والاسوال کیا۔

اس مرتبہ جناب زبیرابن عوام (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپی کے بیٹے) نے خاموشی کوتوڑتے ہوئے کہا: کیوں نہ رکھیں, تم خلافت کے منصب پر فایز

ہوجاؤاورہم محروم رہیں, جبکہ قریش میں ہم نسب کے لحاظ سے تم سے کمترنہیں ہیں, اسلام قبول کرنے اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری میں بھی تم سے کمتر نہیں ہیں۔

جناب زبیرکےاس طرح جواب دینے سے خلیفہ اور زیادہ غصہ میں آگئے اورکہنے لگے کہ کیاتم چاہتے ہوکہ میں تم سب کی اخلاقی و نفسانی خصوصیات کوبیان کروں؟

جناب زبیرنے کہا: بیان کرو, اگرہم تم سے بعد میں معذرت و معافی کرنے کوکہیں تو تم ہم سے معافی نہ مانگنا۔

خلیفہ نے اپنی گفتگوکا آغازجناب زبیرسےشروع کرتے ہوئے کہا:

اے زبیرتم بداخلاق مردہو, گھڑی میں کچھ اور گھڑی میں کچھ, خوش ہوتومومن اور غصہ میں کافرہوجاتے ہو۔ایک دن انسان اوردوسرے دن شیطان۔دس سیر جوکے لئے تم سارا دن بیابانوں میں گذاردیتے ہو۔اگرمیں خلافت کوتمہارے حوالے کروں توجس دن تم غصہ میں رہواورکافرہوجاؤتو کون خلافت کے کام انجام دے گا۔یہ جان لوکہ جب تک تم میں یہ صفات رہیں گے اللہ تعالی تم کوخلافت عطانہیں کرے گا۔

اس کے بعد غصہ کےعالم میں جناب طلحہ ابن عبیدہ سے بھی سخت لہجہ

میں مخاطب ہو کر کہا: کہوں یا خاموش رہوں؟

جناب طلحہ نے کہا: کہو، تم کبھی بھی صحیح بات نہیں کہو گے۔

خلیفہ نے کہا: میں تمہیں اسی دن پہچان لیا تھا، جس دن تمہاری انگلی کو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت وحفاظت میں تیر لگا تھا اور انگلی کو صدمہ پہنچا تھا اور تم خوش ہونے کے بجائے غضبناک ہو گئے تھے۔ درد ورنج کے اظہار کے جملے زبان پر جاری کئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اگر اس کے بجائے کلمہ بسم اللہ کہتے تو جنت میں داخل ہو جاتے تھے(کامل ابن اثیر جلد۲ صفحہ۱۵۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے گذر گئے مگر تم سے اس جملہ کی وجہ سے جو تم نے حجاب کی آیت کے نزول کے وقت کہا تھا، غضبناک تھے۔(ابوعثمان جاحظ کا بیان ہے کہ حجاب کی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے تعلق سے آیت کے نزول کے بعد جناب طلحہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ہی اس دنیا سے گذر جایں گے اور ہم ان کی ازواج سے نکاح کر لیں گے۔اس لئے کہ وہ ایک کے بعد ایک ہماری عورتوں سے نکاح کر رہے ہیں جبکہ ان کی ازواج ہمارے لئے حرام ہیں۔(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۱ صفحہ ۱۸۶)۔

اس کے بعد خلیفہ نے سعد ابن ابی وقاص سے مخاطب ہو کر کہا: تم اہل تیر و کمان ہو (تم کو لوگوں کے مسائل اور حکومت کے امر کی اطلاع نہیں ہے) اس کے علاوہ تمہارا قبیلہ زھرہ کہاں اور مقام خلافت کہاں (قبیلہ زھرہ پست ہے خلافت کے لئے)۔

خلیفہ نے عبد الرحمن ابن عوف سے مخاطب ہو کر کہا: اگر تمہارے ایمان کو تمام مسلمانوں کے آدھے ایمان سے مقابلہ کیا جائے تو تمہارا ایمان زیادہ نکلے گا مگر تم کمزور اور بے ارادہ ہو۔ اس لئے خلافت کے لایق نہیں ہو اس کے علاوہ قبیلہ زھرہ کو خلافت سے کیا واسطہ۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر خلیفہ نے کہا: واللہ تم خلافت کے لئے مناسب تھے اگر تم میں مذاق و دلگی کی روح نہ ہوتی۔ قسم ہے پروردگار کی اگر تم حکومت حاصل کر لو تو سب کو حق و حقیقت اور نور کی طرف ہدایت کرو گے۔

اس کے بعد حضرت عثمان ابن عفان سے مخاطب ہو کر کہا: خلافت کو لے لو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش تم سے رشتہ داری کی بنیاد پر تمہارے گلے میں خلافت کا گلو بند لٹکا رہے ہیں اور تم بنی امیہ و بنی ابی معیط کے قبیلہ کے افراد کو لوگوں کے سروں پر بیٹھا رہے ہو اور مال غنیمت کو ان کے حوالے کر رہے ہو۔ آخر کار

عرب کے بھیڑیے تمہارے گھر میں گھس کر بستر میں تمہارا سر بدن سے جدا کر دینگے۔

واللہ اگر قریش تم کو خلافت عطا کریں تو تم یہ راستہ اختیار کرو گے۔اگر تم اس راستہ کو اختیار کرو گے تو یقینا عرب بھی تمہارا انجام ویسا ہی کرینگے۔اس گفتگو کے بعد حضرت عثمان کے سر کے بالوں کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور کہا کہ جب یہ واقعات پیش آیں تو مجھے یاد کرلینا (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۸۷) و (مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۲۱)۔

اس گفتگو کے بعد خلیفہ نے ابو طلحہ انصاری کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ: مجھے دفن کرنے کے بعد, ۵۰ مصلح افراد کو اپنی سرپرستی میں لیکر, ان ۶ خلافت کے امید واروں کو ایک مکان میں جمع کرو, انہیں آپس میں گفتگو وتبادل نظر کر کے ایک فرد کو انتخاب کا موقع فراہم کرو۔

تم اس مکان کا محاصرہ کئے رہو یہاں تک کہ خلیفہ کا انتخاب ہو جاے۔

مذاکرات کے نتیجہ میں اگر ۵ افراد متفق ہوں اور ایک شخص مخالفت کرے, تو اس ایک شخص کی گردن کاٹ دو۔اگر۴ افراد متفق ہوں اور ۲ افراد مخالفت کریں تب ان دو کو قتل کردو۔اگر ۳ افراد ایک گروہ میں اور ۳ افراد دوسرے گروہ میں قرار پائیں توجس گروہ میں عبدالرحمن ابن عوف ہو اسے حاکم قرار دو اور

دوسرے گروہ کے ۳ افراد کو مجبور کرو کہ ان کے فیصلہ کو قبول کرلیں ۔ اگروہ افراد اصرار کریں اور بیعت کے لئے تیار نہ ہوں تو ان ۳ افراد کو قتل کردو ۔ اگر اس انتخاب میں ۳ دن گذر جائیں اور یہ ۶ افراد کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں تو تمام ۶ افراد کو قتل کردو اور مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کہ وہ جسے چاہیں خلافت کے لئے منتخب کرلیں (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۸۷) ۔

خلیفہ عمر ابن خطاب کی گفتگو کے بعد سب افراد رخصت ہوئے ۔ جناب عباس ابن عبد المطلب , رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ وہ اس شوراء میں شرکت نہ کریں ۔

مولا علی ع نے فرمایا: میں اختلاف کو پسند نہیں کرتا ۔

جناب عباس نے کہا: جو تم نہیں چاہتے ہو , وہ تمہیں حاصل ہوگا ۔ (کتاب طرحہای رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰۸) ۔

مولا علی ع شوراء سے قبل شوراء کے نتیجہ کو جانتے تھے :

شوراء کی تشکیل سے قبل جب مولا علی ع خلیفہ کے گھر سے باہر نکلے اور بنی ہاشم کے گروہ نے انہیں گھیر لیا تو مولا علی ع نے فرمایا: اگر میں ان افراد کی پیروی کروں تو تمہیں حکومت نہیں ملے گی ۔

جناب عباس سے فرمایا : خلافت ہمارے خاندان سے باہر چلی گئی۔

جناب عباس نے سوال کیا: تم یہ کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟

حضرت ع نے فرمایا: حضرت عثمان ابن عفان کو میرے مقابل قرار دیا ہے اور شرط رکھی ہے کہ جس گروہ میں عبدالرحمن ہواس کو ترجیح رہے گی۔اس نقشہ کی بنیاد پر سعدابن ابی وقاص اپنے چچا زاد بھائی عبدالرحمن کی مخالفت نہیں کرے گا اور چونکہ عبدالرحمن بھی حضرت عثمان ابن عفان کا بہنوئی ہے ,انہیں نہیں چھوڑے گا۔ اگر دوسرے دوافراد (طلحہ وزبیر) بھی میرا ساتھ دیں تو بھی میرے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا جبکہ طلحہ کا تعلق بھی قبیلہ ابوبکر وتیم سے ہے(یہ لوگ بنی ہاشم سے رغبت نہیں رکھتے ہیں) (تاریخ طبری جلد۵ صفحہ۲۷۸۰)۔

جناب عباس نے مولاعلی ع سے کہا: میری طرف سے یہ چند باتیں یادرکھو کہ ہر پیشکش کے جواب میں سوائے خلافت کے پیشکش کے انکار کردواور اس گروہ سے ہوشیار رہو کیونکہ ان کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہم بنی ہاشم کو مقام خلافت سے محروم رکھیں تا کہ کسی اور کو خلافت ملے۔قسم ہے پروردگار کی اس کے نتیجہ میں نقصانات وخرابیاں حاصل ہوئیں ہیں جن کا ازالہ ناممکن ہے(تاریخ طبری جلد۵ صفحہ۲۷۸۱)۔

حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ عنقریب

ہی مسلمانوں کی حکومت کو حضرت عثمان ابن عفان کے حوالے کیا جائیگا۔ حضرت عثمان بھی دین میں نئی چیزوں اور بدعتوں کو شروع کریں گے۔ اگر حضرت عثمان زندہ رہیں تو میں تم لوگوں کو یہ بات یاد دلاوں گا اور اگر مر گئے تو بنی امیہ خلافت کو اپنے افراد میں جاری رکھیں گے۔ جب یہ حالات پیش آئیں تو مجھے اس مقام پر دیکھیں گے جسے وہ پسند نہیں کرتے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۹۲ مصر)۔

شوراء عمر ابن خطاب مولا علی ع کی نظر میں:

مولا علی ع نے فرمایا: جب دوسرے (خلیفہ عمر) اس دنیا سے اٹھے انہوں نے خلافت کو ایک گروہ میں قرار دیا اور خیال کیا کہ میں بھی ان ہی کے برابر کا ہوں۔ افسوس اس شوراء پر, کب کوئی پہلے (ابوبکر) کو مجھ سے قابل مقایسہ قرار دیا تھا جو اب مجھے ان افراد کا ہم ردیف قرار دیا گیا ہے۔ ان کی مثال ان پرندوں کی ہے جو زمین پر چلتے ہیں اور کبھی کبھی اڑتے بھی ہیں۔ میں بھی ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ ان میں کا ایک (طلحہ) مجھ سے کینہ کی بنیاد پر عثمان کی طرف رغبت کرتے ہوئے اسے منتخب کیا۔ دوسرا (عبدالرحمن) بہنوئی ہونے کی وجہہ سے, (عثمان) کی طرف جھکا اور اسے منتخب کیا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی

الحدید جلد ا صفحہ ۱۸۴ مصر)۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ میں شوراء حضرت عمر پر پڑے نقاب کو الٹ کر اس کے حقیقی چہرے کو پیش کر کے اسے خلیفہ عمر کی ناانصافی قرار دیا (کہ انہیں ان افراد کے برابر قرار دیا جن سے ان کا کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے) اور مولا علی ع کے علم وحکمت و ایمان اور عالم اسلام میں ان کے درخشان سوابق کو نظرانداز کر کے ان کے حق میں جان بوجھ کر ظلم کیا۔

اس کے علاوہ وہ افراد جو خلیفہ کی طرف سے خلافت کے لئے شوراء کے نمائندہ چنے گئے اور جنھوں نے حضرت عثمان ابن عفان کو منتخب کیا, وہ افراد صحیح فکر نہیں رکھتے تھے, بلکہ شخصی غرض لیکر, کینہ دل میں رکھ کر رشتہ داری کا تعصب برتتے ہوئے اسلام کے امور رہبری وخلافت کے ساتھ کھیل کھیلا جس کے نتیجہ میں ظالم اور مسلمانوں کے حقوق کو پائمال کرنے والے کو منتخب کئے۔

(طرحہای رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۱۷)۔

ارکان شوراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں :

شوراء کے ارکان کے تعلق سے سوال ہمارے پیش نظر ہے کہ کیا ان چھ افراد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں راضی تھے جیسا کہ خلیفہ حضرت عمر نے

اظہار کیا تھا یا اس بیان کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ناراض اوران پر غضبناک تھے؟

ایک متوسط عقل رکھنے والا شخص بھی حضرت عمر کی گفتگو سے جو انھوں نے ان افراد کے اخلاقی و نفسانی صفات کہکر بیان کئے ہیں اس سے ہی خلیفہ عمر کے دعوی کے غلط ہونے کی دلیل قائم کرسکتا ہے۔ حضرت عمر کی گفتگو ہی زندہ دلیل ہے ان کے دعوی کے غلط ہونے کی۔

جناب زبیر ابن عوام کے تعلق سے خلیفہ نے کہا کہ تم ایک دن انسان اور دوسرے دن شیطان, خوشی کے حال میں مومن اور غضب کے حال میں کافر۔ ایسے شخص سے کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی رہ سکتے ہیں؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ جب ایک شخص غضب کے حال میں ایمان کو کھودے اور شیطان ہوجائے, اللہ کی مخالفت پر کس طرح اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہوں گے؟

نتیجہ: اگر جناب زبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے تو خلیفہ کا بیان ان کے نفسانی صفات کے تعلق سے تہمت و غلط بیانی ہے۔ اگر خلیفہ کی گفتگو جناب زبیر کے روحانی صفات کے تعلق سے صحیح ہے تو خلیفہ کا دعوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سے راضی رہنے کے تعلق سے غلط و بیہودہ ہے۔ خلیفہ عمر ابن خطاب

جس کی گفتگو میں چند منٹوں میں اس قدر اختلاف ہو, غور کرو کس طرح انکی گفتگو پر امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطمینان کرسکتی ہے۔

اسی طرح خلیفہ عمر کی گفتگو میں جناب طلحہ کے تعلق سے بھی اختلاف واضح و روشن ہے کیونکہ ابتداء میں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت رحلت ان چھ افراد سے راضی تھے مگر جب جناب طلحہ سے خلیفہ گفتگو شروع کرر ہے تھے تو غصہ کے عالم میں جناب طلحہ کی طرف دیکھ کر سوال کیا: کہوں یا خاموش رہوں؟

جناب طلحہ نے بھی خلیفہ کی گفتگو کو جھٹلاتے ہوئے جواب دیا: تم کبھی صحیح بات بیان نہیں کرتے۔ اس کے بعد خلیفہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال کر گئے اور تمہارے اس جملہ سے جو تم نے ان کی ازواج کے تعلق سے کہا تھا آخری سانس تک تم پر غضبناک رہے۔(اے انصاف پسند مسلمان تم خود ہی فیصلہ کرلو اور اپنے عقیدہ کو بچالو۔خود ساختہ خلافت اور خلفاء کو جان لو)۔

سعد ابن وقاص سے بھی گفتگو کرتے وقت کوئی ایسی صفت یا عمل بیان نہیں کیا جو اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کا باعث ہو, بلکہ اپنے ہی انتخاب کی نفی کرلی کہ قبیلہ زھرہ کو حکومت کے امور سے کیا سروکار!۔جب عبدالرحمن سے گفتگو ہوئی تو اس کے ایمان کی تعریف وتمجید کی اور اس کے ایمان کو اندازہ سے زیادہ بڑھا کر بیان کیا اور فورا نفس و ارادہ میں کمزوری کے نقص کو بھی بیان

کیا جو قوی ایمان کی مخالف صفت ہے۔مومن کامل پہاڑ کی طرح مستحکم اور اسکا ارادہ فولاد سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس کے نفس وارده میں کمزوری وسستی نہیں ہوتی۔

خلیفہ نے یہ پیمانہ کہاں سے حاصل کیا کہ عبدالرحمن کا ایمان تمام لوگوں کے نصف ایمان سے زیادہ ہے جبکہ ان لوگوں کے درمیان مولا علی ع جیسی شخصیت موجود تھی عبدالرحمن کے ایمان (بے ایمانی) کے تعلق سے یہی کافی ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کہ فرمایا تھا علی ع محور حق وحقیقت ہیں, انھیں چھوڑ کر حضرت عثمان ابن عفان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولا علی ع کے مقابلے میں انہیں خلیفہ قرار دیا۔

خلیفہ کا دعوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان ابن عفان سے راضی تھے اور ان کے اخلاقی ونفسانی صفات کا تذکرہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔خلیفہ نے کہا کہ حضرت عثمان ایک ایسے شخص ہیں کہ اگر ان کو حکومت دی جائے تو تمام مقامات اور مال ودولت کو خود کے لئے اور خاندان والوں کے لئے استمال کریں گے اور مسلمانوں کے حق کو غصب کرلیں گے۔ایسی فکر اور ایسے صفات کا حامل شخص کس طرح اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کا حامل ہوسکتا ہے؟

بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سوائے حضرت علی ع کے ارکان شوراء میں کسی

ے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ تعالی کے راضی ہونے کی کوئی مطمئن سند نہیں ملتی ۔معلوم نہیں کیا ہوا تھا موت کے قریب خلیفہ عمر کی عقل وفکر کو کہ اپنی گفتگو کو ہی ایک کے بعد ایک نقص کرتے جا رہے تھے ۔افسوس ان مسلمانوں کی عقل اور ایمان پر ہے جو اس گفتگو کو قابل اجراء قرار دئے اور زرہ برابر بھی ان کی وصیت میں شک نہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اہل جنت :

شوراء کے لئے خلیفہ عمر ابن خطاب کا ٦ افراد کا انتخاب کرنا یہ کہکر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر وقت تک ان سے راضی تھے ایک اور سوال حق پسند افراد کے ذہن میں ابھارتا ہے کہ کیا صرف یہ ٦ افراد ہی مورد رضامندی تھے یا ان کے علاوہ اور بھی افراد تھے؟ اگر اور افراد بھے تھے تو انھیں کیوں شوراء میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے شامل نہیں کیا گیا؟

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے مسلمانوں اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بافضیلت صاحب ایمان واخلاق محترم بلکہ دانشور افراد زیادہ تھے مگر خلیفہ نے انھیں شوراء میں شامل نہ کیا۔ اگر وہ افراد شوراء میں شامل کئے جاتے تو حضرت علی ع اکثریت سے منتخب ہو جاتے ,اور حضرت عثمان ابن عفان

کو خلافت نہ ملتی ، اسی لئے ان افراد کو خلیفہ نے شوراء میں شامل نہیں کیا۔

ان افراد کے نام بیان کرنے سے قبل اس بات کو یاد دلاؤں کہ طبری نے خود خلیفہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ۷ افراد کے نام اہل بہشت کے عنوان سے بیان کئے جن میں سعید بن زید کا بھی نام تھا۔ مگر انھیں بھی شوراء میں شامل نہیں کیا گیا۔ وہ شخصیتیں جو مورد توجہ وعنایت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں ان میں سے چند یہاں بیان کی جارہی ہیں :

۱۔ سلمان فارسی ، علم و ایمان و انسانی و اسلامی صفات میں مکمل نمونہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بارگاہ سے مجھے حکم ملا ہے کہ میں ۴ افراد سے محبت کروں اور وہ علی علیہ السلام ، سلمان و ابوذر و مقداد ہیں۔ (سفینۃ البحار جلد ا صفحہ ۶۴۶ ۔ تاریخ ابن عساکر جلد ۶ صفحہ ۱۹۸)۔

۲۔ عباس ابن عبد المطلب ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت علی ع کے چچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا ایسا احترام فرماتے تھے جیسے بیٹا باپ کا احترام کرتا ہے اور یہ احترام مخصوص جناب عباس کے لئے تھا۔

۳۔ معاذ بن جبل ، جن کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اولین وآخرین میں سب سے عقلمند ہے انبیاء و اوصیاء کے بعد۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۷۱)۔

۴۔ابی بن کعب , رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تعلق سے فرمایا: وہ مسلمانوں کا آقا ہے۔(مستدرک حاکم جلد۳ صفحہ۳۰۲)۔

۵۔عمار یاسر کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان عمار کے سر سے پیر تلک اور ان کے گوشت وخون میں سرایت کر گیا ہے۔(حلیۃ الاولیاء جلد۱ صفحہ ۱۳۹۔تفسیر زمخشری جلد۲ صفحہ ۱۷۶۔کنز العمال جلد۶ صفحہ ۱۸۶۔ تفسیر رازی جلد۵ صفحہ۳۶۵)۔

۶۔مقداد کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت چند افراد کی مشتاق ہے جن میں علی ابن ابی طالب , عمار ابن یاسر , سلمان فارسی اور مقداد ہیں۔(حلیۃ ابونعیم جلد۱ صفحہ۱۴۲۔مستدرک حاکم جلد۲ صفحہ ۱۳۷۔تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ۳۱۱)۔

۷۔عبد اللہ ابن مسعود کے تعلق سے رسول ال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود کا ایمان قیامت کے دن اللہ کی ترازو میں کوہ احد سے زیادہ وزنی رہے گا۔ (مستدک حاکم جلد۳ صفحہ ۳۱۷۔حلیۃ الاولیا جلد۱ صفحہ ۱۲۷۔تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ۱۶۳)۔

ان افراد کے ہوتے ہوئے خلیفہ عمر نے امر خلافت کو ان افراد کے اختیار میں دیا جو کھلاڑیوں کی طرح خلافت کی گیند کو ایک دوسرے کو پاس دیتے رہیں , صرف

اپنے شخصی فائدہ کو پیش نظر رکھیں ۔اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی تھی کہ خلافت کسی بھی وقت مولا علی علیہ السلام کو نہ مل سکے ۔

خلافت کے عہدہ کے لئے کیا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راضی رہنا کافی ہے؟

شوراء حضرت عمر ابن خطاب کے تعلق سے ایک حق پسند انسان کے ذہن میں جو سوالات ابھرتے ہیں ان میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ خلافت و مسلمانوں کی رہبری کے لئے کس دلیل کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کو کافی قرار دیا گیا؟

اگر کوئی شخص اپنی توانائی وقدرت کے مطابق دین کے واجبات کو انجام دے, اگر اس سے گناہ جہالت کی وجہہ سے سرزد ہو جائے اور وہ توبہ کرلے تو اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص سے راضی ہو جاتے ہیں ۔کیا صرف یہی شرط خلافت و رہبری کے لئے کافی ہے؟ قرآن کا علم , سنت و حکمت , شجاعت , اعلی انسانی صفات , انسانی کمالات , عدل و انصاف , تقوی و ایمان کی ضرورت نہیں ہے؟

خلیفہ عمر نے شوراء کی تشکیل سے پہلے کہا تھا کہ اگر ابو عبیدہ جراح زندہ ہوتے تو بلا شبہ ان کو خلافت عطا کرتے اور شوراء کے حوالے نہ کرتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے ان کے تعلق سے فرمایا تھا کہ ابو عبیدہ امین امت ہے۔

لہذا شوراء کی تشکیل کی ایک وجہ ابوعبیدہ کی موت تھی۔اگر یہ بات سچ بھی ہو کہ ابوعبیدہ امین تھے تو کیا صرف امین ہونا رہبری وحکومت کے لئے ضروری تمام شرائط کے بجائے کافی ہے؟ کیا سوائے ابوعبیدہ کے کوئی اور امین امت میں نہیں تھا۔

کیا خلیفہ نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا یا نہ سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کرتے وقت حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کی امانتیں سپرد کر کے نکلے تھے اور امانت میں اپنا جانشین قرار دیا تھا؟۔

مولاعلی علیہ السلام جو آیت مباہلہ کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس قرار پائے, کیا خلیفہ عمر کی نظر میں مدینہ میں قبریں کھودنے والے ابوعبید جراح کے برابر بھی نہ تھے کہ خلیفہ نے شوراء کا سیاسی نقشہ کھینچا تا کہ مولاعلی ع کا انتخاب نہ ہو سکے؟

شوراء کے تشکیل کی دوسری وجہہ خلیفہ عمر نے یہ بیان کی کہ اگر سالم (حُذیفہ یمانی کا غلام) زندہ ہوتے تو اسے خلافت کے لئے وصیت کرتے تھے اور خلافت کسی اور تک نہ پہنچتی۔وجہہ خلیفہ نے یہ بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خذیفہ اللہ کو بہت چاہتا ہے۔ہم پھر وہی سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا

مسلمانوں کی رہبری وخلافت وحکومت کے لئے صرف اللہ سے محبت رکھنا کافی ہے اگر کوئی شخص جاہل ونادان ہو اور اللہ سے محبت رکھے تو کیا اسے مسلمانوں پر حکومت دی جا سکتی ہے؟

کیا خلیفہ نے جنگ خیبر کے موقع پر یہ نہ دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہکر پرچم حضرت علی ع کو عطا کیا تھا کہ یہ اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دوست رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کیوں نہ کی؟

شورای حضرت عمر کے تعلق سے یہ سوال بھی جواب طلب ہے کہ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کی؟ بقول حضرت عمر ابن خطاب کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو جانشین قرار نہیں دیا اور مسلمانوں کے ذمہ یہ کام رکھدیا خلیفہ اول حضرت ابوبکر کے عمل کی بھی مخالفت کی یہ کہکر کہ وہ مجھ سے بہتر تھے اس لئے انھوں نے خود اپنی مرضی سے خلیفہ کا انتخاب کیا تھا لہذا مجھے ایک نیا راستہ اختیار کرنا ہے اور وہ شوراء کا راستہ ہے۔

عجیب حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو اللہ کا حکم جو قرآن میں ہے یاد نہیں یا اس کے خلاف عمل کرنے کی ضد ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: **لقد کان لکم فی رسول**

اللہ اسوہ حسنہ (سورہ احزاب آیت ۲۱)۔تمہارے لئے رسول **اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی بہترین عمل ہے۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک لوگوں کی پیروی پسندیدہ عمل ہے۔خلیفہ عمر کی یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جو بہتر ہے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہیے!

حق و انصاف کے مجسم نمونہ سے دشمنی برتی گئی:

جب خلیفہ عمر ارکان شوراء کے اخلاقی و نفسانی صفات بیان کرر ہے تھے تو حضرت علی ع تنہا شخصیت تھے جن کے تعلق سے اعتراف کیا تھا کہ علی ع مرد حق و انصاف ہیں اور اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ امت کو سیدھے راستہ پر لے جائیں۔

خلیفہ مسلمین نے مولا علی ع سے ناروا نسبت دے کر انھیں مذاق ودلگی کرنے والا قرار دیا اور انھیں دوسروں کے ہم ردیف کردیا۔میں ایک مرتبہ پھر آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ خلیفہ نے دو ایسی چیزیں بیان کیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ساتھ جمع نہیں ہوں سکتیں۔مرد حق و انصاف جو یہ قدرت رکھتا ہے کہ امت کی ہدایت کرے اسے کیسے مذاق ودلگی جیسی بیہودہ چیزوں سے نسبت دی جاسکتی ہے۔

اگرحکومت وخلافت کامقصد حق وانصاف اورلوگوں کی ہدایت ہے اورخلیفہ دوم کے اعتراف کے مطابق اسے حضرت علی ع انجام دے سکتے ہیں توکیوں ایک ماہرانہ سیاسی نقشہ کے ذریعہ خلافت کوحضرت علی سے دورکردیا گیا؟

ایک سوال اہل شوراء کے تعلق سے باقی ہے کہ ان افراد نے کیوں حضرت عثمان ابن عفان کوانتخاب کیااورحق و انصاف والی شخصیت کوچھوڑ دیاجومسلمانوں کی ہدایت کے لئے سب سے زیادہ مناسب تھے۔

اس کاجواب خودمولاعلی ع کی زبانی سنئے, فرمایا: جن لوگوں نے ان سے (عثمان ابن عفان) رغبت ظاہرکی یاتواس کینہ کی وجہ سے تھی جووہ مجھ سے رکھتے تھے یا اپنی رشتہ داری کی وجہ سے جو وہ حضرت عثمان ابن عفان سے رکھتے تھے, اسلام ومسلمانوں کی صلاح وہدایت ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی اور اس کی بنیادیہ تھی کہ تمام قریش ان کی رائے سے متفق تھے کہ اگرخلافت بنی ہاشم کے خاندان میں چلی جائے توسارے قبیلے خلافت سے محروم رہیں گے لہذاءتمام قبائل بنی ہاشم سے خلافت دوررکھنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں اوراپنے درمیان اسے منتقل کرتے رہیں۔

حضرت عثمان ابن عفان جو ان سب سے زیادہ حریص تھے اورمال ودولت جمع کرنے میں خودغرض, ایساشخص حضرت علی ع کوخلیفہ منتخب کرنے کے لئے کیسے

آمادہ ہوگا؟ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اصفحہ ٦۵ و ٦٦) ۔

افسوس اس بات پر بھی جتنا کیا جائے کم ہے کہ خلیفہ عمر نے بیان کیا اور وہ جانتے تھے کہ اگر حضرت عثمان ابن عفان خلافت وحکومت پر اختیار حاصل کرلیں تو تمام پوسٹ ومقامات و دولت وثروت کو اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے اختیار میں قرار دیں گے , اس کے باوجود ان کو نہ صرف شوراء میں شامل کیا بلکہ اس طرح سیاسی منصوبہ بنایا کہ صرف حضرت عثمان ابن عفان ہی خلافت حاصل کریں۔ چنانچہ جب شوراء کے ارکان کے صفات خلیفہ بیان کررہے تھے اس وقت کہا تھا: خلافت کو لے لو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش تم سے رشتہ داری کی بنیاد پر تمہارے گلے میں خلافت کا گلو بند لٹکا رہے ہیں اور تم بنی امیہ وبنی ابی معیط کے قبیلہ کے افراد کو لوگوں کے سروں پر بیٹھا رہے ہو اور مال غنیمت کو ان کے حوالے کررہے ہو۔آخرکار عرب کے بھیڑیے تمہارے گھر میں گھس کر بستر میں تمہارا سر بدن سے جدا کرینگے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر خلیفہ عمر چاہتے تھے کہ ظلم وستم ختم ہوجاے اور مسلمانوں میں خون وقتل نہ ہوتو وہ حضرت عثمان ابن عفان کوشوراء میں شامل ہی نہ کرتے۔اس کے برخلاف انھوں نے شامل کیا اور ان کو خلیفہ بنانے کے لئے پوری طرح سیاسی نقشہ بھی کھینچا کہ حضرت عثمان ابن عفان کے بعد یہ منصب بذریعہ وصیت

عبد الرحمن ابن عوف کو ملے ۔ یہ کام خلیفہ عمر ابن خطاب نے اس وقت انجام دیا جب امت میں نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم , باب شہر علم مجاھد اسلام , حضرت علی علیہ السلام جیسی قدرتمند عدل وانصاف پسند شخصیت موجود تھی جسے نہایت ماہرانہ طریقہ سے خلافت سے دور کر دیا گیا اور امت پر ظلم وستم اور ان کا حق تلف کرنے والے کو حکومت وخلافت دی گئی ۔

عبد الرحمن ابن عوف کو فیصلہ کا حق دیا گیا:

ابوذر کے غلام ابی ثابت سے نقل ہے کہ میں ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مولا علی ع کو یاد کر کے رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ علی ع حق کے ساتھ ہیں اور حق علی ع کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز محشر حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں (خطیب بغدادی , تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۱ ۔ مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۲۳۶) ۔

ام المومنین عایشہ سے امیر المومنین حضرت علی ع کے تعلق سے نقل ہے کہ جنگ جمل کے بعد محمد ابن ابوبکر , اپنی بہن عایشہ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کر کے سوال کیا: آپ کو اللہ تعالی کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ حق علی ع کے ساتھ ہے اور علی ع حق کے ساتھ ہیں, کبھی بھی ان میں اختلاف نہ ہوگا اور یہ جدا نہ ہوں گے ۔حضرت عایشہ نے جواب دیا: ہاں یاد ہے ۔(ابن مردویہ نے مناقب میں ۔دیلمی نے فردوس میں اور ابن قتیبہ نے الامامہ والسیاسہ جلد ا صفحہ ٦٨ پر نقل کیا ہے)۔

علامہ امینی الغدیر جلد ا صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۸ پر مختلف حوالوں سے اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے چاہا کہ ہمیشہ حق علی ع کے ساتھ رہے ۔

خلیفہ مسلمین حضرت عمر ابن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عبد الرحمن کی رائے اور فیصلہ کو خلیفہ کے انتخاب کا محور قرار دیا جو امیر المومنین علی ع کی شان میں بھی گستاخی تھی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا تھا: بہت جلد میرے بعد فتنہ برپا ہوگا, اس موقع پر تم پر لازم ہے کہ علی علیہ السلام سے جدا نہ ہوں اور ان کی اطاعت کریں اسلئے کہ وہ روز قیامت پہلے شخص ہوں گے جو مجھ سے مصافحہ کریں گے ۔وہ صادق اور میری امت میں حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں ۔

(حاکم نے مستدرک میں, حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کو نقل کیا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار یاسر کو حکم دیا تھا کہ اگر میری امت کے تمام لوگ ایک راستہ اختیار کریں اور علی ع دوسرا راستہ اختیار کریں تو تم علی ع کے راستہ پر چلو ۔اے عمار علی ع تم کو حق کی رہنمائی کریں گے ۔علی ع کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ۔(حاکم نے مستدرک میں , حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں , طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے) ۔

خلیفہ نے جو حکم عبد الرحمن کے تعلق سے دیا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خلافت و حکومت کو حضرت علی ع سے ہمیشہ کے لئے دور کر دینا چاہتے تھے ۔

خلیفہ عمر کی احسان فرموشی امیر المومنین حضرت علی ع کے تعلق سے :

خلیفہ نے اپنے دور خلافت میں ہر مشکل میں مشکل گشاء مولا علی ع سے مشکل حل کروائی اور اعتراف بھی کیا کہ اگر علی ع نہ ہوتے تو عمر گمراہ ہوجاتا, عمر ہلاک ہوجاتا, اس کے باوجود مولا علی ع کو عبد الرحمن کے فیصلہ کے تابع قرار دیا۔

ہم تاریخ سے چند جملے خلیفہ کے پیش کرر ہے ہیں تا کہ آج کا مسلمان اپنے عقیدہ کا بھی جائزہ لے !اور خلیفہ کے کردار کو بھی سمجھے!!

۱۔لولا علی لضل عمر۔اگر علی ع نہ ہوتے تو عمر گمراہ ہوجاتا (تمھید البا قلانی صفحہ ۱۹۹) ۔

۲ ۔ پروردگار مجھے اس وقت زندہ نہ رکھ جب علی ع میری مشکل حل کرنے کے لئے نہ رہیں ۔

۳۔اے ابوالحسن ع پروردگار مجھے باقی نہ رکھے اس سرزمین پر جس سرزمین پر آپ نہ ہوں ۔

۴۔اے پروردگار میرے لئے مشکل ایجاد نہ کر مگر یہ کہ ابوالحسن ع میرے پہلو میں ہوں اسے حل کرنے کے لئے ۔

۵ ۔قریب تھا کہ خطاب کا بیٹا ہلاک ہوجاتا اگر علی ابن ابی طالب ع نہ ہوتے

۶ ۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں مشکلات سے جب علی ع اسے حل کرنے کے لئے نہ ہوں۔

۷ ۔ مائیں علی ع جیسا بیٹا پیدا کرنے سے عاجز ہیں, اگر علی ع نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

۸ ۔ عمر کے قول کو علی ع تک پہنچاؤ کہ اگر علی ع نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

۹ ۔ پروردگار مجھے علی ع کے بعد زندہ نہ رکھ۔

۱۰ ۔ اے ابوالحسن ع آپ ہی ہیں جو ہر پیچیدہ مطلب کے حل کے لئے بلائے جاتے ہیں۔

۱۱ ۔ اے ابوالحسن ع اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسواء ہو جاتے۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا حکم:

خلیفہ دوم حضرت عمر ابن خطاب اپنی بنا کردہ شوراء سے اپنے نقشہ کے مطابق نتیجہ حاصل کرنے کی غرض سے حکم دیا تھا کہ اگر ایک شخص مخالفت کرے جبکہ باقی متحد ہوں تو اس ایک کو قتل کر دیا جائے, اگر دو افراد مخالفت کریں تو دونوں کو قتل کر دیا جائے اور اگر تین افراد ایک طرف اور تین افراد دوسری طرف ہوں تو جس گروہ میں عبدالرحمن نہ ہو اگروہ گروہ عبدالرحمن کے حکم کی مخالفت

کرے تو اس گروہ کے تمام افراد کو قتل کر دیا جائے۔اگر ان چھ افراد نے اپنا کام انجام نہ دیا تو سب کو قتل کر کے خلیفہ کے انتخاب کا کام مسلمانوں کے ذمہ کر دیا جائے۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس حکم کو صادر کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے کہ خلیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابہ کو قتل کرنے کی جسارت کیوں اور کس بنیاد پر کی تھی؟۔خلیفہ نے قرآن کی کس آیت کی بناء پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کس عمل وسنت کی بنیاد پر اتنی آسانی سے صرف اختلاف رائے یا بیعت نہ کرنے کی بنیاد پر قتل کا حکم صادر کر دیا تھا؟

قرآن کی رو سے بے گناہ مسلمان کا قتل عمد اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی سزاء ہمیشہ جھنم ہے۔صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا حکم دینے والا اللہ کی بارگاہ میں اپنے اس حکم کا کیا جواز پیش کرے گا؟ جبکہ بقول خود حضرت عمر ابن خطاب یہ سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اہل بہشت ہیں۔ان افراد میں مثل کلمہ اعلی انسانیت ونسخہ ثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی ہیں۔جن کے تعلق سے خود خلیفہ عمر نے کہا تھا کہ کوئی ماں علی ابن ابی طالب ع جیسا فرزند پیدا نہیں کر سکتی۔

ان شخصیتوں کو قتل کرنے کا حکم دینے سے حضرت عمر ابن خطاب کا مقصد یہ تو نہیں

کہ معاویہ ابن ابوسفیان کے لئے راستہ ہموار کیا جائے ۔(خلیفہ عمر نے ان افراد سے کہا تھا اگر آپس میں اختلاف کرو گے تو معاویہ شام سے سر اٹھائے گا اور تم پر مسلط ہو جائے گا) ۔(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اصفحہ ۱۸۷, چاپ مصر) ۔

خلیفہ دوم حضرت عمر ابن خطاب نے اپنے دور خلافت میں تمام گورنروں کو تبدیل کیا سوائے معاویہ ابن ابو سفیان کے ۔

آغاز شوراء :

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد اصفحہ ۱۸۷ پر واقعہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ :

حضرت عمر ابن خطاب کی وصیت کے مطابق خلیفہ کے دفن کے فوری بعد ابو طلحہ انصاری نے ان چھ افراد کو ایک گھر میں جمع کیا اور خود پچاس افراد کو لیکر گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے ۔ خلافت کے لئے نامزد افراد نے اپنی گفتگو شروع کی ۔ سب سے پہلے جس نے کلام کیا وہ جناب طلحہ ابن عبیدہ تھے ۔انھوں نے سب کو اپنے عمل کا گواہ قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان ابن عفان کے حق میں دستبردار ہو رہے ہیں ۔ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی ع اور حضرت عثمان ابن عفان کی موجودگی میں ان کے لئے خلافت کا تصور بھی ناممکن ہے ۔لہذاء اپنے اس عمل سے وہ حضرت عثمان ابن عفان کی پوزیشن کو مظبوط اور حضرت علی ع

کی پوزیشن کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔

جناب زبیر ابن عوام نے بھی جناب طلحہ کے اقدام کے نتیجہ میں کہا کہ گواہ رہو کہ میں اپنا حق علی ابن ابی طالب ع کو بخش دیا ہوں۔اس عمل کا مقصد بھی خاندانی غیرت وحمیت تھی کیونکہ جناب زبیر مولا علی ع کی پھوپی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔

جناب طلحہ ابن عبیدہ کی حضرت عثمان کے حق میں دستبرداری اور حضرت علی ع سے روگردانی کی وجہ یہ تھی کے ان کا تعلق قبیلہ تیم سے تھا اور وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ کے چچا کے بیٹے تھے۔قبیلہ تیم اور بنی ہاشم میں خلافت کے تعلق سے اختلاف پیدا ہو چکا تھا,لہذاء یہ ایک فطری بات اور بشری طبیعت کا تقاضہ بالخصوص عرب کا فطری عمل تھا جو آج تک چلا آرہا ہے کہ قبیلہ کا تعصب ان امور میں سب سے اہم رول ادا کرتا ہے۔اس طرح خلافت کے امیدواروں کی تعداد چھ سے ۴ ہوگئی۔

سعد ابن وقاص نے بھی اپنا حق اپنے چچا زاد بھائی عبد الرحمن ابن عوف کو بخش دیا تھا اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ دونوں کا تعلق قبیلہ بنی زھرہ سے تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ سعد جانتے تھے خلافت کے لئے انھیں کوئی رائے نہیں دے گا۔

اس کے بعد عبد الرحمن نے حضرت علی ع اور حضرت عثمان سے سوال کیا: آپ

دونوں میں سے کون دوسرے کو خلافت کا حق دیکر خلافت سے دست بردار ہونا چاہتا ہے؟

جب کسی سے بھی کوئی جواب نہ سنا تو خود عبدالرحمن نے کہا میں تم سب کو گواہ بنا کر اس بات کا اقرار کررہا ہوں کہ میں اپنے لئے خلافت کے حق سے دستبردار ہورہا ہوں تاکہ ان دو میں سے کسی کو منتخب کروں۔اس کے بعد حضرت علی ع سے مخاطب ہو کر کہا:

میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں اللہ کی کتاب, سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین حضرات ابوبکر وعمر کی سیرت پر عمل کرنے کی شرط پر۔

حضرت علی ع نے فرمایا: میں اس شرط پر قبول کروں گا کہ اللہ کی کتاب, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اپنے نظریہ کے مطابق عمل کروں (نہ کہ شیخین کی سیرت) ۔

اس جواب کے بعد عبدالرحمن نے وہی شرط حضرت عثمان کے لئے پیش کی اور انھوں نے قبول کیا۔

عبدالرحمن نے دوسری مرتبہ اورتیسری مرتبہ وہی شرط حضرت علی ع کے لئے تکرار کی اور حضرت ع نے وہی جواب دیا۔حضرت عثمان نے تینوں مرتبہ عبدالرحمن کی شرط کو قبول کیا۔اس کے بعد عبدالرحمن نے اپنا ہاتھ حضرت عثمان ابن عفان کے ہاتھ پر بیعت کے عنوان سے مارا اور کہا: السلام علیکم یاامیرالمومنین۔اس طرح

انھیں تیسری خلافت پر منصوب کیا۔(نقل از ابن ابی الحدید)۔

ابن جریر طبری کی تحریر:

حضرت عمر ابن خطاب کے انتقال کے تیسرے دن عبدالرحمن نے خلافت کے لئے نامزد کئے افراد کو جمع کیا اور مدینہ کے مختلف طبقہ کے لوگوں کو بھی بلوایا۔عبدالرحمن نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ان دو افرد (حضرت علی ع و حضرت عثمان) کے تعلق سے تمہاری کیا رائے ہے؟

عمار یاسر نے کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو تو علی علیہ السلام کو خلافت امور مسلمین کے لئے انتخاب کرو۔مقداد اٹھے اور کہا کہ عمار یاسر کا نظریہ صحیح ہے, اگر علی ع کے ہاتھ پر بیعت کرو تو ہم تمہاری بات مانیں گے اور تمہاری اطاعت کریں گے۔

عبداللہ ابن ابی سرح نے عبدالرحمن سے کہا: اگر چاہتے ہو کہ قریش تمہاری مخالفت نہ کریں تو حضرت عثمان ابن عفان کی بیعت کرو۔عبداللہ ابن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا کہ یہ سچ ہے اگر حضرت عثمان کی بیعت کرو تو ہم قبول کریں گے اور حکم بجا لائیں گے۔

عمار یاسر نے عبداللہ بن ابی سرح کی ملامت کی اور کہا کہ کیسا وقت دین پر

آ گیا ہے کہ تم جیسا اسلام کی خیر خواہی کی بات کر رہا ہے ۔

اس کے بعد بنی ہاشم اور بنی امیہ کے افراد کے درمیان گفتگو ہوئی ۔ عمار نے کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا : اللہ تعالی نے تمہارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کر کے تم عزت دی اور سر بلند فرمایا ۔ حکومت و سرپرستی اللہ نے خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چاہی ہے تم اسے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کہاں لے جا رہے ہو؟

اس وقت ایک شخص طایفہ بنی مخزوم کا عمار یاسر سے بد کلامی کرتے ہوئے زمانے جاہلیت کی رسم کے مطابق انھیں انکی ماں کے نام سے مخاطب کرتے ہوئے کہا :

اے سمیہ کے بیٹے تم اپنی حد سے آگے نہ بڑھو , تمہیں اظہار نظر کا حق نہیں ہے , قریش جسے چاہیں حاکم قرار دیں گے ۔

قریب تھا کہ لوگوں میں اختلاف و کشمکش شروع ہو اور ایک دوسرے سے الجھ پڑیں , سعد ابن ابی وقاص (نامزد ارکان شوراء) نے عبد الرحمن سے کہا قبل اس کے کہ فتنہ و آشوب بر پا ہو تم کام کو تمام کر دو ۔

عبد الرحمن نے اپنا کام شروع کیا اور حضرت علی ع سے مخاطب ہو کر کہا :

میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں اللہ کی کتاب , سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین حضرات ابو بکر و عمر کی سیرت پر عمل کرنے کی شرط پر ۔

حضرت علی ع نے فرمایا: میں اس شرط پر قبول کروں گا کہ اللہ کی کتاب, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اپنے نظریہ کے مطابق عمل کروں (نہ کہ شیخین کی سیرت)۔

اس جواب کے بعد عبدالرحمن نے وہی شرط حضرت عثمان ابن عفان کے لئے پیش کی اور انھوں نے قبول کیا۔

عبدالرحمن نے دوسری مرتبہ اورتیسری مرتبہ وہی شرط حضرت علی ع کے لئے تکرار کی اورحضرت ع نے وہی جواب دیا۔حضرت عثمان نے تینوں مرتبہ عبدالرحمن کی شرط کوقبول کیا۔اس کے بعد عبدالرحمن نے اپنا ہاتھ حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کے عنوان سے مارااور کہا: السلام علیکم یاامیرالمومنین۔اس طرح انھیں خلافت پر منصوب کیا۔

عبدالرحمن حضرت علی ع کی ملامت وسرزنش کانشانہ بنے, حضرت ع نے فرمایا: یہ پہلاموقع نہیں ہے کہ تم لوگوں نے ہمارے خاندان کے خلاف آپس میں سازش کی ہے بلکہ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے۔اس کے بعد آیت کی تلاوت فرمائی: فصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصدون (حضرت یعقوب نے برادان یوسف ع کی شکایت اللہ کی بارگاہ میں کی)۔اس کے بعد فرمایا: قسم ہے پروردگار کی کہ اسے اس لئے خلافت دی کہ ایک دن وہ اسے تمہارے حوالے کرے جبکہ ایسا ہونے والانہیں ہے۔حالات اس طرح رہنے والے نہیں ہیں, اللہ کی مشیعت ہر دن اور ہے۔

عبدالرحمن نے جواب میں کہا: یا علی ع خود کو قتل کے لئے آمادہ نہ کرو (حضرت عمر نے حکم دیا تھا جو کوئی عبدالرحمن کی رائے سے مخالفت کرے قتل کر دیا جائے)۔

حضرت علی ع اٹھے اور وہاں سے تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا: بہت جلد وہ ہوگا جو تقدیر میں لکھا ہے۔

مقداد نے کہا: اے عبدالرحمن جان لو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اس شخص کو چھوڑ دیا جو حق پر فیصلے کرتا ہے اور جسکا کوئی مثل نہیں ہے۔ قسم ہے پروردگار کی کسی امت کی تاریخ میں نہیں دیکھا اس امت کی طرح کہ اپنے نبی کے اہل بیت سے اس طرح کا برتاؤ کرے۔ تمہارا ظلم وستم خاندان نبوت کے ساتھ تاریخ میں بے مثل ہے۔

علمای شیعہ شیخ طوسی نے امالی (جلدا صفحہ ۱۵۹, ۱۶۶, ۳۴۲) میں, شیخ صدوق نے کتاب خصال (صفحہ ۵۵۳) میں اور دیلمی نے ارشاد القلوب (جلد۲ صفحہ ۵۰) میں اور علمای اہل سنت ابن مغازلی شافعی نے مناقب (صفحہ ۱۱۲) میں, خطیب خوارزم نے مناقب (صفحہ ۲۴۶) میں, ذھبی نے میزان الاعتدال (جلدا صفحہ ۲۰۵) میں اور دیگر علماء کی نقل کردہ روایات سے ثابت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی ع نے شوراء کے بعد اسی دن یا کچھ دن بعد شوراء میں موجود افراد کو مخاطب کر کے اپنے کچھ فضایل وامتیازات کو بیان فرمایا اور ہر فضیلت وامتیاز کو بیان کرنے کے بعد مخاطبین کو قسم دیکر ان سے اقرار لیا۔ یہ واقعہ ”حدیث مناشدہ“ کے عنوان

سے کتابوں میں درج ہے۔

حدیث مناشدہ:

عامر بن وائلہ سے روایت ہے کہ: میں اس دن حضرت علی ع کے ساتھ شوراء میں تھا اور حضرت ع نے حاضرین کو قسم دیکر اپنے فضایل کو بیان فرمایا۔ خصال صدوق میں چالیس فضیلتیں نقل کی گئی ہیں جبکہ مناقب ابن مغازلی شافعی میں بتیس فضیلتیں ملتی ہیں۔ میں یہاں ان میں سے کچھ فضیلتیں پیش کرر ہا ہوں۔

گفتگو شروع کرتے ہوئے امیرالمومنین ع نے فرمایا کہ میں تم سے اس طرح احتجاج کرونگا کہ تم میں کا کوئی عرب و عجم نہ اس میں تبدیلی لا سکے گا اور نہ انکار کر سکے گا۔

حضرت علی ع نے فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تم میں کوئی ہے جو وحدت پروردگار کی شناخت اور اقرار مجھ سے پہلے کیا ہو؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جسکا بھائی جعفر طیار جیسا ہو جو جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرے؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جسکا چچا حمزہ اسداللہ و

اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الشھداء جیسا ہو؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کی ہمسر فاطمہ بنت محمد علیھا السلام, جیسی ہو جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جو دو نواسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین علیھم السلام جیسے رکھتا ہو جو جوانان جنت کے سردار ہیں؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجوا (سرگوشی میں گفتگو) کے لئے دس مرتبہ صدقہ دیا ہو؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو "من کنت مولاہ فعلی مولا اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ لیبلغ الشاھد منکم الغائب؟ (میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔ پروردگار جو ان سے محبت رکھے تو ان سے محبت کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو

ان کا دشمن ہو جا۔حاضرین اس پیغام کو غائبین تک پہنچائیں)۔

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں دعاء کی اور فرمایا: اللھم ائتنی باحب الخلق الیک و الی واشدھم حبا لک وحبالی یاکل معی من ھذا الطائر(حدیث طیر)؟

(پروردگار مخلوق میں جسے تو سب سے زیادہ چاہتا ہے اسے میرے پاس بھیج دے کہ میرے ساتھ اس بھونے ہوے پرندہ کو کھائے اللہ تعالی نے مولا علی ع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بجھوایا تھا)۔

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ کل میں پرچم اس مرد کو دونگا جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ میدان سے نہیں لوٹے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نصیب نہ کرے گا (اس وجہ سے کہ دوسرے بھاگ آئے تھے)؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کو ایک مرحلہ میں

تین ہزار فرشتوں نے سلام کیا ہو جن میں جبرئیل و میکائیل و اسرفیل موجود تھے؟ (یہ اس وقت پیش آیا جب حضرت علی ع کنوں سے پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لائے) ؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے جبرئیل نے کہا ہو کہ حقیقت میں یہ ہے مواسات و برادری۔۔۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے تعلق سے فرمائے ہوں کہ درحقیقت وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں تب جبرئیل نے کہا اور میں آپ دونوں سے ہوں؟ (واقعہ شب ہجرت)

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے آسمان سے ندا آئی ہو کہ ''لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی''؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ے فرمایا ہو: میں تنزیل قرآن کے لئے جنگ کیا ہوں تم یا علی ع تاویل قرآن کے لئے جنگ کروگے؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سورہ برائت کو حضرت ابوبکر ابن ابوقحافہ سے لیکر مکہ میں مشرکین کے سامنے پڑھوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے اعتراض پر ان سے کہا تھا کہ اسے علی ع کے سوا کوئی میری طرف سے انجام نہیں دے سکتا؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ''انت منی بمنزلہ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی''

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ: یا علی ع تم کو دوست نہیں رکھتا کوئی سوائے مومن کے اور دشمنی نہیں کرتا سوائے کافر کے؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تمہارے گھروں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے انھیں بند کر دیا جائے اور میرے گھر کا دروازہ کھلا رکھا۔ تم لوگوں نے اس تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و

سلم سے گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہ تمہارے گھر کے دروازوں کو بند کیا اور نہ علی ع کے گھر کے دروازہ کو کھلا رکھا بلکہ یہ اللہ تعالی تھا جس نے تمہارے دروازوں کو بند کیا اور علی ع کے دروازہ کو کھلا رکھا؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی یہ بات صحیح ہے۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم کیا تم لوگ جانتے ہو کہ جنگ طائف میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے خصوصی طور پر بات کی اور تم میں کچھ نے اعتراض کیا کیوں علی ع سے خصوصی طور پر گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے علی ع سے خصوصی گفتگو نہ کی بلکہ یہ اللہ تعالی تھا جس نے علی ع سے خصوصی گفتگو کی؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی یہ بات صحیح ہے۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم کیا تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا حق علی ع کے ساتھ ہے اور علی ع حق کے ساتھ ہیں, جس طرف علی ع جائے حق اس طرف جائیگا؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی یہ بات صحیح ہے۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم کیا تم لوگ گواہی دیتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں, اللہ کی

کتاب اور میری عترت , جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے گمراہ نہ ہونگے اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی یہ بات صحیح ہے , ہم گواہی دیتے ہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس نے مشرکین مکہ کے مقابلہ میں اپنی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کردی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سویا ہو؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس نے عمرو بن عبدود کے مبارز طلب کرنے پر اس سے جنگ کی ہو؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا ہو" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا"؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ''انت سید العرب''؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔

فرمایا: تم کو پروردگار کی قسم تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ'' یا علی ع میں نے اللہ سے کوئی چیز طلب نہ کی سوائے اس کے کہ وہی چیز تمہارے لئے بھی اللہ سے طلب کی''؟

سب نے جواب دیا: قسم اللہ کی نہیں۔(مناقب ابن مغازلی شافعی صفحہ۱۱۲تا ۱۱۸)۔

عبدالفتاح عبدالمقصود کا بیان:

عبدالفتاح عبدالمقصود کتاب الامام علی ابن ابی طالب ع میں وصیت حضرت عمر ابن خطاب کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ :

وہ بیداری کا علم, بے ہوشی کے خواب کے ساتھ ملکر ختم ہو گیا۔۔۔۔ حضرت عمر نے خواب کی بنیاد پر نہ کہ تجربہ ومعرفت کے مطابق وصیت کی اور جو کچھ قریب سے ابی طالب ع کی شخصیت میں دیکھا وسمجھا تھا اسے نظر انداز کیا۔ اگر چہ کہ اس وصیت میں کسی خاص شخصت کو خلافت کے لئے نہیں چنا مگر اس طرح نقشہ بنیا یا کہ خلافت کو ان چھ افراد میں اس طرح محدود کیا کہ ان سے باہر نہ جائے اور صرف ایک شخص کو ملے۔ اس سیاسی نقشہ کی بنیاد پر کیا یہ کہا جا سکتا کہ علی ع کو

محدود نہیں کیا ہے؟ اگر چہ واضح طور پر حکم نہیں دیا مگر غیر واضح طریقہ سے خلافت کے راستہ کو ان پر بند کر دیا اور دوسرے حق تلف کرنے والوں کے ہمراہ اس مرد ہاشمی کے خلاف ہمدست ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ اعلان نہیں کیا کہ علی ع خلافت سے دور رہیں مگر دوسروں کو ان کے ساتھ برابر کر کے اعلان کر دیا کہ میری نظر میں علی ع اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے, مقام و شان میں ان میں کوئی برتری نہیں ہے ۔ اس اعلان و انتخاب سے ظاہر ہے کہ علی ع خلافت سے محروم رہیں گے ۔

اب ان چند افراد کے تعلق سے گفتگو کریں اور انھیں ان لوگوں میں قرار دیں جن کو علی ع سے حسد و کینہ تھا ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ چند افراد کینہ کے درخت کی شاخیں تھے یا اس درخت کے سایہ میں پرورش پائے تھے ۔ ان میں علی ع کے لئے سب سے بہترین جناب زبیر بن عوام, پھوپی کے بیٹے تھے اس قریبی رشتہ کے باوجود ان کا علی ع سے اظہار محبت بھی حسد و بد دلی کے ساتھ تھی ۔ ان کی گفتار و رفتار گذشتہ میں مشہور ہے اور آیندہ بھی خون بھرا معرکہ ہے (جنگ جمل) ۔

خلیفہ عمر نے ۔ عمدا یا غیر عمد ۔ قریش کے قدیمی کینہ کو ہاشم کی نسل سے چکایا اور شوراء میں ان پانچ افراد کو قرار دینے کا مقصد بنی ہاشم کو شکست دینا اور انھیں خلافت سے دور کرنا تھا ۔ کس طرح بنی تیم علی ع سے دل صاف رکھتے اور ان کی خلافت کو قبول کرتے جبکہ علی ع کو ان کے شیخ حضرت ابو بکر کے مقام و مرتبہ

پر اعتراض تھا۔

جناب طلحہ تیمی کو اب موقع ملا ہے خلیفہ کے انتخاب میں رائے دے, کیا وہ اپنی رائے کو بدلہ لینے کے لئے استعمال نہیں کرے گا؟ کیا نبی امیہ کا کینہ ختم ہونے والا تھا جو برسوں سے چلا آرہا تھا , باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے اسکی نسل میں منتقل ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ اس موقع کے منتظر تھے کہ ہاشم کی نسل سے خون کا بدلہ لیں۔ بنی ہاشم کو شکست دینے اور انھیں خلافت سے دور رکھنے کے لئے شوراء حضرت عمر میں جناب طلحہ تیمی اور حضرت عثمان اموی کا ہونا کافی تھا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ زخمی اور موت کی آغوش میں پڑے خلیفہ نے شوراء کا سیاسی نقشہ اس طرح بنایا کہ جاہلیت کے دور کا قومی تعصب ایک ساتھ جمع ہو کر علی ع کے مقابلہ پر آ گیا سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمن ابن عوف کو بھی اس شوراء کا رکن بنایا۔ ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنی زھرہ سے تھا جن کی نسبت بنی امیہ سے بھی ملتی ہے۔ اس شورا میں علی ع کی خلافت کے لئے کوئی امید رہ جاتی ہے؟۔۔۔ کونسا قریش کا قبیلہ علی ع کے ساتھ عدل و انصاف برتے گا جبکہ اس شوراء کی انجمن میں تمام فیصلہ کرنے والے علی ع کے دشمن ہیں؟ حضرت عمر ابن خطاب کی وصیت اس شوراء کے لئے سرکاری قرارداد تھی کہ وہ مظلوم مرد (حضرت علی ابن ابی طالب ع) مغلوب ہو جائے (الامام علی، جلد ۱ صفحہ ۴۱۱ تا ۴۱۴)۔

شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کی شرط:

کیا عبدالرحمن ابن عوف اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو کافی نہیں سمجھ رہے تھے؟

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخری دنوں میں تحریر لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا تا کہ مسلمان گمراہ نہ ہوں تو اس فرمایش کے جواب میں حضرت عمر ابن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے فریاد بلند کی تھی کہ "اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے" (حسبنا کتاب اللہ) لہذا کسی اور سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیفہ عمر ہی کی طرف سے عبدالرحمن کو خلیفہ کے انتخاب کے فیصلہ کا حق دیا گیا ہے تو عبدالرحمن سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس بنیاد پر شیخین کی پیروی کی شرط لگا رہے ہیں؟ خلیفہ دوم نے تو کتاب ہی کو کافی سمجھا تھا۔اس کے علاوہ اگر شیخین کی سیرت و روش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسنت کے مطابق تھی تو شیخین کی شرط بیکار تھی اور اس پر اصرار دانستہ شرارت تھی کیونکہ ان دو کی روش بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہوگی۔

اگر شیخین کا عمل اور ان کی روش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل و سنت کے

مطابق نہ تھی توکسی مسلمان کوبھی ان کی روش پرعمل نہیں کرنا چاہئے۔

کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف کی روش کو نہ قبول کرے گا اور نہ کسی کواس پر عمل کرنے کی دعوت دے گا کیونکہ وہ دو شیخ جن کو وحی ورسالت سے آگہی نہیں ہے ان کا عمل قابل پیروی قرارنہیں دیا جاسکتا ہے۔جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر عقیدہ نہ ہوتو ایسا شخص ہی شیخین کی پیروی پر اصرار کرسکتا ہے کیونکہ اسکی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشیخین برابر ہوں گے۔

وہی شیخین کی پیروی پر اصرار کرے گا اور اسے اہمیت دے گا جسے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان نہ ہو یا وہ جسکی عقل ایک عام انسان کی عقل وفکر سے بھی کمتر ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب عبدالرحمن کوشوراء میں خلیفہ کے انتخاب کا فیصلہ کرنے کا موقع ملاتو ان کی پوری تلاش یہ ہوئی کہ کس طرح اس موقع سے خود کے لئے فائدہ اٹھایا جائے۔ایک ہی راستہ تھا کہ حضرت عثمان ابن عفان کواب خلافت دلوائی جائے تاکہ بعد میں وہ عبدالرحمن کے لئے وصیت کرے۔اس کام کے لئے شیخین کی روش کی پیروی کوشرط کے عنوان سے پیش کیا جائے کیونکہ حضرت علی علیہ السلام شیخین کی روش کے مخالف ہیں اور عبدالرحمن اچھی طرح جانتے تھے کہ

حضرت علی ع حکومت وخلافت کے لئے مصلحتا بھی غلط وعدہ نہیں کرینگے اس لئے کہ ان کا کردار بھی ہر لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی مکمل تصویر ہے لہذاء مکمل اطمینان سے تین مرتبہ شیخین کی شرط کو پیش کیا۔(اگر سو مرتبہ بھی شیخین کی شرط پیش کرتے تو حضرت علی ع کا جواب انکار ہی ہوتا)۔

ایک واقعہ:

تاریخ سے ایک واقعہ اس زمانے کا پیش کر رہا ہوں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ظاہری قدرت و طاقت نہ تھی اور قبائل کی مدد کی شدید ضرورت تھی, بنی کلاب کا قبیلہ جس کا شمار بڑے قبیلوں میں ہوتا تھا اس کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اس شرط پر کہ آپ وعدہ کریں کہ آپ ہمیں اپنے بعد اپنا جانشین بنائیں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری جانشینی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا کرے گا۔میں اس تعلق سے تم سے وعدہ نہیں کرسکتا۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قبیلہ کی مدد و نصرت کی ضرورت تھی مگر مصلحتا بھی غلط وعدہ نہیں کیا۔بس یہ ہی کردار مولا علی ع کا بھی ہے اور عبدالرحمن جانتے تھے) یہ سن کر بنی کلاب کے سرداروں نے بھی اسلام قبول نہ کیا اور یہ کہکر لوٹ گئے کہ ہم تمہارے دفاع میں تلوار چلائیں اور تم کسی اور کو اپنے بعد

ہم پر مسلط کر دو۔(مناقب آل ابی طالب از جریر طبری نقل بہار جلد۲۳ صفحہ۴۷)۔
عبدالرحمن پوری طرح واقف تھے کہ خلیفہ اول و دوم اپنی مشکلات کو حضرت علی ع سے حل کرواتے تھے, اس حقیقت کے باوجود حضرت علی ع کو شیخین کی پیروی کی دعوت دینا کیا عبدالرحمن کی کم عقلی کی دلیل نہیں ہے؟اس کے معنی یہ ہیں کہ عالم و دانشور کو جاہل و نادان کی پیروی کرنے کی سفارش کی جا رہی تھی!۔
عبدالرحمن کا اصرار شیخین کی پیروی کے لئے دلیل ہے اسکی بے ایمانی و بے عقلی کی مومن و عاقل شخص ایسی شرط حضرت علی ع کے لئے پیش نہیں کرے گا۔
خود خلیفہ دوم نے کئی مرتبہ خلیفہ اول کی مخالفت کی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ دوم خلیفہ اول کو خطا و غلطی سے محفوظ نہیں جانتے تھے۔(خلیفہ دوم نے کہا: دو متعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں حلال تھے میں انھیں حرام کر رہا ہوں)۔
افسوس کا مقام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی ع کو محور حق و حقیقت فرما رہے ہیں اور عبدالرحمن انھیں دوسروں کی پیروی کا حکم دے رہے ہیں۔ یہ انحراف صرف دو خلفاء کے دور حکومت کے بعد مدینہ کے مسلمانوں میں موجود ایمان عقل اور امانت داری کی کیفیت کو ظاہر کر رہا ہے۔

حضرت علی ع نے شوراء میں کیوں شرکت کی؟

شوراء کے ارکان کا انتخاب اور عبد الرحمن کو خلیفہ کے انتخاب میں خاص امتیاز دینے پر ہر عاقل شخص پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ یہ شوراء حضرت علی ع کو خلافت کے لئے منتخب نہیں کرے گی۔ خود حضرت علی ع نے بھی شوراء سے قبل نتیجہ کا اعلان یہ کہہ کر اپنے چچا جناب عباس سے فرما دیا تھا کہ زمام امور خاندان بنی ہاشم سے دور کر دئے گئے۔ جب حضرت علی ع کو پورا یقین تھا کہ یہ شوراء حضرت ع کو خلافت سے محروم رکھنے اور مسلمانوں کا حق غصب کرنے اور ان پر ظلم وستم کرنے والے شخص بنام حضرت عثمان ابن عفان کو خلافت عطا کرنے اور کچھ ہوس پرستوں کی ہوائے نفس کی تکمیل کی غرض سے ترتیب دیا گیا ہے تو مولا علی ع نے کیوں اس شوراء میں شرکت فرمائی؟

اس کے جواب میں کچھ حقایق پیش خدمت ہے:

۱۔ جب امیر المومنین ع نے چچا جناب عباس سے فرمایا کہ خلافت کو خاندان بنی ہاشم سے دور کر دیا گیا، تو جناب عباس نے مشورہ دیا کہ اس شوراء میں شرکت نہ کرو اور اس سے دور ہی رہو (تاکہ اس سے پیدا ہونے والے مسائل تمہارے دامن گیر نہ ہوں) مگر حضرت علی ع نے فرمایا کہ میں اختلاف کو پسند

نہیں کرتا (اگر شرکت نہ کروں تو مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگا, جس کے نتیجہ میں اسلام کی طاقت کمزور ہو جائے گی)۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اصفحہ ۱۸۹ سے نقل کر رہا ہوں کہ قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ جب خلیفہ عمر نے کہا ان تین افراد میں سے خلیفہ ہوگا جس گروہ میں عبدالرحمن ہوں گے یہ سن کر ابن عباس نے حضرت علی ع سے کہا: امر خلافت ہمارے خاندان سے نکل گیا اور یہ شخص (خلیفہ) چاہتا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان خلیفہ بنے۔ حضرت علی ع نے فرمایا کہ میں بھی یہ جانتا ہوں مگر میں اس شوراء میں شرکت کروں گا تا کہ خلیفہ عمر ابن خطاب پر یہ بات ثابت کروں نبوت و خلافت ایک خاندان میں جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ انھوں نے ہی پہلے مرحلہ میں مجھے خلافت سے محروم کرنے کے لئے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت اور امامت ایک خاندان میں جمع نہیں ہو سکتے۔ میں اس شوراء میں شرکت کروں گا تا کہ حضرت عمر کی گفتگو کو غلط اور ان کے جھوٹ کو ثابت کروں (دروغ گو حافظہ ندارد)۔

۳۔ تیسری وجہ مولا علی ع کی شرکت کی شوراء میں یہ تھی کہ اگر وہ شرکت نہ کریں تب بھی عبدالرحمن کے فیصلہ کی بنیاد پر حضرت عثمان ابن عفان کو خلافت مل جاتی اور اگر اس کے بعد حضرت علی ع شوراء کی مخالفت کرتے اور بیعت نہ کرتے تو قتل

کر دئے جاتے (کیونکہ خلیفہ دوم کا حکم یہی تھا کہ اگر ایک شخص مخالفت کرے اسے قتل کر دو) ۔

حضرت کی شرکت نے شوراء کے نتیجہ میں کوئی فرق نہ ڈالا اور خلیفہ کے انتخاب میں کوئی فرق بھی نہیں پڑا نقشہ کے مطابق انجام پایا۔

اگر شرکت نہ کرنے کا مقصد شورا پر اعتراض یا اتمام حجت تھا تو حضرت ع نے شوراء کے دوران وہیں پر اپنا اعتراض اور شوراء سے نفرت کا اظہار فرما کر اتمام حجت کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں حضرت علی ع کی حسن نیت اور مسلمانوں سے خیر خواہی کا اظہار بھی ہو گیا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام علم کے لامحدود سمندر اور اخلاق وفضائل و کمالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل تصویر تھے لہذا ایسی بے مثال شخصیت کا بلا وجہ قتل ہو جانا جبکہ اس سے اسلام کو کوئی فائدہ بھی حاصل نہ ہو صحیح و عاقلانہ اقدام نہ تھا اور حضرت علی ع نے جو راستہ اختیار فرمایا وہ اپنی ذمہ داری کی بنیاد پر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی بیعت

بعنوان خلیفہ چہارم

(بیعت اور بیعت کے بعد کے واقعات)

مقدمات جنگ جمل وصفین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی بیعت بعنوان خلیفہ

(قتل حضرت عثمان ابن عفان کے بعد)

اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اہل سنت کے بڑے اور نام آور سیرت و تاریخ نویس دانشوروں نے روایتی عقیدت یا حکومتوں کے خوف یا مقام ودولت کی لالچ میں بیہودہ اور غیر مربوط امور کو حضرت علی ع کی بیعت سے مربوط کر کے جنگ جمل اور جنگ صفین برپا کرنے والے منافقین کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

لہذا میری کوشش ہے کہ غیر جانبدار اللہ کا خوف رکھنے والے سیرت نویس و تاریخ داں اسکالرس کی تحریروں اور کتابوں سے حقیقت پر مبنی واقعات کو اس طرح پیش کردوں کہ کم از کم ہمارا نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ اہل بیت کے دشمنوں کی تحریر سے متاثر نہ ہو اور یہ بھی پتہ لگا سکے کہ وہ رائیٹر کہاں تک حقیقت بیان کررہا ہے اور کہاں سے انحراف ودشمنی کا راستہ اختیار کررہا ہے۔

سلسلہ وار خبروں اور واضح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام مدینہ میں برپا فتنہ (جو حضرت عثمان ابن عفان کے قتل پر ختم ہوا) کے موقع پر گوشہ گیری اختیار کئے ہوئے تھے۔حضرت علی ع اپنے بیت الشرف کو

چھوڑ کر مدینہ کے باہر زندگی بسر کر رہے تھے تا کہ لوگوں کو یہ گمان نہ ہو کہ علی ع خلافت کی رغبت رکھتے ہیں (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۴) ۔

تیسرے خلیفہ کے قتل کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی ع کی جستجو میں نکلے اہل خانہ سے پتہ دریافت کیا اور مولا علی ع کی خدمت میں پہنچے ۔ درخواست کی کہ خلافت کو قبول کر لیں ۔ مسلمانوں نے خوف ظاہر کیا کہ مزید تباہی دین کے لئے نقصان دہ ہوسکتی ہے لیکن حضرت علی ع نے خلافت قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اکثر قبیلوں کے سردار آپ ع کی مخالفت کریں گے اور حضرت ع کی دشمنی میں وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں گے ۔

امام علیہ السلام جانتے تھے کہ تیسری خلافت میں جو انحرافات پیش آئے ہیں وہ لوگوں کی عقل اور فکر کو آلودہ کر چکے ہیں اور اکثر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی راہ پر چلنے کہ لئے آمادہ نہیں ہیں ۔ قبیلوں کے سردار خصوصا بنی امیہ کی حکومت اور خاندان کے افراد اپنی نفسانی خواہشات کو حاصل کرنے کے لئے امام علیہ السلام کے مقابل کھڑے ہو جائیں گے ۔ مسلمانوں نے تیسری خلافت میں ہوا پرستی پر مبنی دنیا پرستی اور دولت جمع کرنا جیسی بری عادتیں سیکھ لی ہیں جسے وہ آسانی سے نہیں چھوڑیں گے ۔ ان افراد کے ساتھ کچھ اور نئے دنیا پرست

افراد بھی مل جائیں گے اور نئی حکومت کے لئے مشکلات ایجاد کریں گے۔جن لوگوں نے تیسری خلافت میں نفسانی خواہشات پر عمل کرنے کی عادت ڈال لی ہے وہ حضرت علی ع کے عدل کو برداشت نہیں کرسکیں گے (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ ۴۵۔ طرحہای رسالت جلد ۳ صفحہ ۹)۔

حضرت علی ع کا انکار خلافت کے لئے مسلمانوں کو قابل قبول نہ ہوا۔مسلمانوں نے اصرار کیا۔اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسمیں کھا کھا کر عرض کیا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور مسلمانوں کی رہبری کے لئے شائستہ ومناسب نہیں ہے اور ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو خلافت کے لئے موزوں نہیں پا رہے ہیں۔لہذاء آپ پر واجب ہے کہ اس تعلق سے انکار کرنے سے اللہ کا خوف کریں اور اس ذمہ داری کو قبول کریں۔

امیر المومنین ع نے اس موقع پر مشورہ دیا کہ ان دونوں میں سے (جناب طلحہ بن عبید اللہ و جناب زبیر ابن عوام کہ جنھوں نے بعد میں حضرت علی ع کی بیعت کر کے توڑ دی اور جنگ جمل کا فتنہ برپا کیا) کسی ایک کے ہاتھ پر مسلمان بیعت کرلیں اور ایثار کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک وہ دین کی اصلاح اور اسلام کے تعلق سے صحیح راستہ اختیار کرتے رہیں گے میں ان کا مددگار رہوں گا۔مگر مسلمانوں نے حضرت علی ع کے علاوہ کسی اور کی بیعت کرنے سے انکار کردیا۔جب

اس بات کی اطلاع جناب طلحہ و جناب زبیر کو ہوئی تو وہ دونوں حضرت علی ع کی بیعت کی رغبت ظاہر کرتے ہوئے حضرت ع کی خدمت میں پہنچے اور مکمل رضا مندی کے ساتھ حضرت ع کو خود پر خلافت کے معاملے میں مقدم قرار دیا۔اس پر بھی حضرت علی ع نے قبول نہ کیا۔ان دونوں نے حضرت علی ع کی بیعت کرنے پر اصرار کیا اور وہاں موجود دوسرے افراد نے بھی مزید اصرار کیا اور عرض کیا کہ اگر حضرت علی ع خلافت کو قبول نہ کریں اور قوم کی رہبری کی ذمہ داری نہ لیں تو دین میں ایسا شگاف پڑھ جائیگا کہ اسکی اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔اس موقع پر حضرت علی ع نے اپنی شرائط پیش کیں (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ ۴۷۔شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جامع ازہر جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲)۔

ابو مخنف لوط بن یحیا ازدی اپنی کتاب جنگ جمل میں سیف بن عمر سے وہ عبداللہ بن سوادہ سے وہ طلحہ ابن الاعلم سے اور وہ تیسرے خلیفہ کے دو بیٹوں سے نقل کرتا ہے کہ تیسرے خلیفہ کے قتل کے بعد ۵ دن تک عافقی بن حرب امیر مدینہ کے عنوان سے حاکم رہے اور مدینہ کے مسلمان اس تلاش میں تھے کے کوئی خلافت کو قبول کرلے اور انھیں کوئی مل نہیں رہا تھا (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۰۳ و ۱۵۵ و ۱۵۶۔تاریخ بلعمی صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵)۔

مصر سے آئے ہوئے مسلمان حضرت علی ع کی تلاش میں گھوم رہے تھے اور حضرت ع

مدینہ کے باہر نخلستانوں میں گوشہ نشینی اختیار کے ہوئے تھے ۔ جب مصری مسلمانوں نے حضرت علی ع سے ملاقات کی اور خلافت قبول کرنے کی درخواست کی تب بھی حضرت علی ع نے قبول نہ فرمایا۔ ابومخنف نے لکھا ہے کہ عبدالحمید ابن عبدالرحمن بیان کرتا ہے کہ ابن اثری نے کہا چاہتے ہو کہ جو میں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے اسے تمہارے لئے بیان کروں؟ ۔ لوسنو :

بیت المال کے قریب لوگوں کے مجمع میں علی علیہ السلام نے جناب طلحہ سے فرمایا کہ تم ہاتھ بڑھاؤ میں چاہتا ہوں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں۔ جناب طلحہ نے کہا: آپ خلافت کے لئے مجھ سے زیادہ مناسب ہیں ۔ جس تعداد میں لوگ آپ کو خلافت کے لئے چاہتے ہیں اتنی تعداد میرے لئے نہیں ہے ۔ مولا علی ع نے فرمایا کہ مجھے تمہاری طرف سے خدشہ (ڈر ہے کہ فتنہ برپا کرو گے) ہے۔ جناب طلحہ نے جواب دیا کہ میری جانب سے اطمینان رکھئے ۔ میری طرف سے آپ کو کسی قسم کا ضرر نہ پہونچے گا (نبرد جمل صفحہ ١٧ ۔ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ١٥٦ ۔ تاریخ بلعمی صفحہ ١۴۵) ۔

اس گفتگو کے فوری بعد عمار یاسر , ابوالھیثم بن التیھان , رفاعہ بن ابی رافع, مالک بن عجلان اور ابو ایوب خالد بن زید اٹھے اور کہنے لگے یا علی ع آپ دیکھ رہے ہیں کہ تباہی مچی ہوئی ہے اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عثمان نے

کیا کیا۔قرآن وسنت کی مخالفت کی وجہ سے کیا بلاان کے سر آئی ۔اب آپ ہاتھ بڑھائے تاکہ ہم سب آپ کی بیعت کریں اوراس تباہی سے نجات ملے اور اصلاح ہوسکے ۔حضرت علی ع نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے دیکھا میرے ساتھ کیا عمل اختیار کیا گیا تھا۔ان لوگوں کے طرز فکر سے بھی تم سب واقف ہو مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ افراد انصار سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے گروہ انصار تم اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار رہے ہو اور اللہ تعالی تم کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔تم حضرت علی ع کی فضیلت اور اسلام کے لئے انکی خدمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت سے ان کے مقام ومنزلت سے خوب واقف ہو۔اگر وہ خلافت قبول کرلیں تو تمہارے لئے بھی خیر کا باعث ہوگا۔

انصار کے گروہ نے جواب دیا کہ ہم سب سے زیادہ ان کی بیعت سے خوش ہوں گے اور کسی کو بھی ان کی جگہ قبول نہ کریں گے۔اس کے بعد سب حضرت علی ع کے در پر حاضر ہوئے اوراس قدر اصرار کیا کہ مولا علی ع نے خلافت کے لئے اپنی شرطیں پیش فرما دیں (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ۷۲)۔

ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ ابوالھیثم بن التیھان نے انصار سے کہا: تم میرے خلوص اور میری نیک طرز فکر سے واقف ہو اور میرے مقام ومنزلت سے جو

بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رکھتا تھا اس سے بھی خوب واقف ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی دوستی کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔میری خواہش یہ ہے کہ اب حکومت کو اس کے حوالے کردو جو اسلام لانے میں تم سے زیادہ سابقہ رکھتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہو اور اس کام کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہو۔شاید اللہ تعالی اس کے وسیلہ ے تم میں الفت کو زیادہ کردے اور تمہارے خون کی بھی حفاظت ہو سکے۔انصار کے گروہ نے مل کر جواب دیا کہ آپ کی گفتگو کو ہم نے سنا اور ہم آپ کے حکم کو مانتے ہیں۔

سیف نے اپنے مورد اعتماد افراد سے روایت کی ہے کہ مسلمان حضرت علی ع کی خدمت میں جمع ہوئے اور خلافت قبول کرنے کی درخواست کی۔حضرت ع نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو کسی اور کو تلاش کرلو۔مسلمانوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ کو اللہ تعالی کے حق کی قسم دیکر یہ عرض کرتے ہیں کہ کیا آپ اس قوم کی تباہی و بربادی سے واقف نہیں ہیں؟ کیا آپ کو اللہ کی طرف سے اسکا خوف نہیں ہے کہ آپ امت کو بربادی سے بچائیں؟۔امام علی ع نے یہ سن کر فرمایا کہ اب تم مجھے مجبور کررہے ہو تو سنو میری کچھ شرائط خلافت قبول کرنے کے لئے ہیں (اس کے بعد امام ع نے اپنی شرطیں بیان فرمائیں)۔

تیسرے خلیفہ کے قتل کے بعد مہاجر و انصار اور وہ گروہ جس نے خلیفہ کے

خلاف قیام کیا تھا وہ سب مولا علی ع کے گھر پر ہجوم کئے اور گھر کو گھیر لیا۔ان میں جناب طلحہ و جناب زبیر بھی تھے(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۶۸ پرنٹ یورپ)۔

ان مسلمانوں کا کہنا تھا کہ یا ابوالحسن ع حضرت عثمان قتل کے گئے۔ہم کو رہبر و سرپرست اور خلیفہ و امام کی ضرورت ہے۔آج اس کام کے لئے کوئی آپ سے زیادہ مناسب نہیں ہے۔آپ اسلام میں اول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے قریب ہیں۔

امام ع نے فرمایا: مجھے نہ تمہاری ضرورت ہے اور نہ تم پر حکومت کی خواہش ہے کسی اور کو منتخب کرلو میں بھی تمہارے انتخاب پر راضی رہونگا۔سب نے جواب دیا کہ ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتے۔لوگ اصرار کرتے رہے مگر امام ع نے قبول نہ کیا۔ بالآخر سب افراد وہاں سے ناکام لوٹے۔

مدینہ میں موجود فوج کے سرداروں اور حکومت کے سرپرست افراد نے مل کر جلسہ کیا اور ملک کی صورت حال پر گفتگو کی۔آیندہ قریب میں جو مصیبتیں مسلمانوں پر آنے والی تھیں ان کا ذکر کیا اور اس جلسہ میں یہ طے کیا گیا کہ مدینہ کی اہم شخصیتوں سے کہا جائے کہ وہ ہمیشہ خلیفہ کے انتخاب میں پیش پیش تھے لہذا اس وقت بھی اس کام کے لئے آگے بڑھیں۔

جلسہ کے بعد مدینہ کے افراد کو بلا کر ان سے کہا گیا کہ تم کو دو دن کا وقت دیا

جا تا ہے اس مدت میں خلیفہ کاانتخاب کرلوورنہ ہم مولا علی ع جناب طلحہ اور جناب زبیر کوقتل کردیں گےاوران کے ساتھ یقینااور بہت سے مسلمان بھی مارے جایں گے۔

فوج کےسرداروں کی یہ دھمکی سن کر مدینہ کے افراد دوسری مرتبہ مولاعلی ع کے گھرکا محاصرہ کئے اورسب ایک صدا ہو کرکہتے تھے بیعت بیعت۔

امیرالمومنین ع بیعت کےعلاوہ کوئی اورراستہ نہیں ہے۔کیا آپ حالات کونہیں دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ لوگوں کی داخلی اوربیرونی مشکل ومصیبت کو نہیں دیکھ رہے ہیں؟

امام ع نے فرمایا: لوگو! میرا پیچھا چھوڑو کسی اورکاانتخاب کرلوکیونکہ پراضطراب زمانہ آنے والاہے۔اس زمانے میں منافقین کی شرارتیں اورشیطانی وسوسے اور زیادہ ہونے والے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کےارادہ ٹوٹ جائیں گےاورعقلیں فیصلہ نہ کرپائیں گیں(شرح نہج البلاغہ محمدعبدہ جلداصفحہ ۱۸۱او ۱۸۲۔طرحهای رسالت جلد۳صفحہ ۱۱)۔

یہ جواب سن کربھی جب مسلمانوں نے مزیداصرارکیاتوحضرت علی ع نے فرمایا:

کالے بادل آسمان پرچھائے ہوئے ہیں صحیح و روشن راستہ بدل دیا گیاہے۔

جان لوکہ اگرمیں تمہاری اس درخواست کوقبول کرلوں توتمہیں اس راستے پرلے

جاؤں گا جسے میں جانتا ہوں۔اس تعلق سے کسی کا کوئی کہنا نہ مانوں گا اور نہ نفرت کرنے والوں کی نفرت کو اہمیت دونگا۔اگر مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو اختیار کرلو تو میں بھی تمہاری طرح اس کی اطاعت کروں گا بلکہ تم سے بہتر اس کی اطاعت کروں گا۔میں تمہارا امیر بنے کے بجائے وزیر بن کر رہوں تو بہتر ہے(شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد اصفحہ ۱۸۲)۔

حضرت علی ع نے اس موقع پر اپنی حکومت کا نقشہ پیش کر دیا۔امام ع نے فرمایا میں تیسری خلافت و حکومت کے فساد کی اصلاح کروں گا۔جب گفتگو اس مقام پر پہنچی تو لوگوں کو امید نظر آنے لگی اور لوگ ایک ساتھ کہنے لگے کہ ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے جب تک آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلیں۔ہر طرف سے لوگ امام ع کی طرف بڑھنے لگے۔امام حسن ع و امام حسین ع لوگوں کو مولا علی ع سے دور رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

اس تعلق سے حضرت علی ع نے فرمایا: حسن ع و حسین ع لوگوں کے درمیان کچلے جانے لگے اور میرے شانے لوگوں کے ہجوم سے دب گئے۔اس کے باوجود امام ع نے بیعت قبول نہ کی اور فرمایا کہ جاؤ کل صبح تک کا وقت دیتا ہوں میرے شرائط کے تعلق سے غور کرلو۔اگر میرے شرائط قبول کرنے راضی ہو اور گذشتہ خلفاء کی باتیں میرے سامنے نہ دھرانا اور نہ ان کا حوالہ دینا کیونکہ میں کسی کی تقلید و پیروی

کرنے والا نہیں ہوں ۔ مجھ پر اعتراض بھی نہ کرنا میں اپنی مرضی سے حکومت چلاوں گا ۔ اگر یہ شرائط منظور ہیں تو کل صبح مسجد میں بیعت کے لئے جمع ہو جاؤ ۔ اگر قبول نہیں ہیں تو جہاں جی چاہے چلے جاؤ اور جسے چاہو منتخب کرلو ۔ مدینہ کے لوگ گھروں کو لوٹ گئے مگر ساری رات بے چینی و پریشانی میں گزاری کہ کل صبح کیا ہوگا ۔

دوسرے دن صبح لوگ مسجد میں جمع ہوئے ۔ امام علی ع تشریف لائے اور سیدھا منبر رسول ص پر تشریف لے گئے اور آخری زینہ پر بیٹھ گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے ۔ خطبہ ارشاد فرمایا ۔ اللہ کی حمد وثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد فرمایا: کل ہم اس حال میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے کہ میں تم پر حکومت کرنے سے کراہیت رکھتا تھا اور تم اصرار کر رہے تھے کہ میرے علاوہ کسی اور کو حکومت کے لئے پسند نہیں کرتے ہو (تاریخ طبری جلد ٦ صفحہ ٣٠٦٧) ۔

اب میں اس شرط پر حکومت کی سرپرستی قبول کرتا ہوں کہ تمہارے مال و دولت پر میرا اختیار ہو ۔ میں اس اختیار سے تمہارے مال و دولت کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا نہیں چاہتا ۔ اگر یہ شرط منظور ہو تو بیعت کرو ورنہ میں حکومت قبول نہیں کروں گا ۔ (امام ع کا مقصد یہ تھا کہ تیسری خلافت میں جو مال و دولت بغیر کسی وجہ و علت کے مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ بیت المال کو لوٹا دیا جائے) ۔

لوگوں نے بلند آواز سے کہا ہم بیعت کے لئے تیار ہیں اور اللہ کو اس پر گواہ قرار دیتے ہیں۔اس کے بعد بیعت کے لئے جوش و ولولہ کے ساتھ ہجوم کر کے آگے بڑھے۔لوگ اس طرح بیعت کے لئے لپکے جیسے پیاسے اونٹ پانی پینے کے لئے ہجوم کرتے ہیں۔مسجد میں لوگوں نے ہجوم کیا اور منبر کی طرف بڑھے۔ان سب کے آگے جناب طلحہ و جناب زبیر تھے۔

جب جناب طلحہ و جناب زبیر بیعت کے لئے آگے بڑھے تو حضرت علی ع نے فرمایا کہ اگر چاہتے ہو تو بیعت کرو ورنہ میں تمہاری بیعت کے لئے تیار ہوں۔ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔اس کے بعد ان دونوں نے حضرت ع کی بیعت کی (تاریخ طبری جلد۶ صفحہ ۳۰۶۹)۔

ان کے بعد وہ گروہ جو بصرہ و مصر اور کوفہ سے آیا تھا انھوں نے بیعت کی۔ان کے بعد مدینہ والوں نے بیعت کی۔اس طرح کی بیعت کسی بھی خلیفہ کی نہیں ہوئی۔لوگ بہت خوش تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور بھائی کے ہاتھ پر بیعت کئے ہیں۔ساری امت خوش تھی حتی کہ بچے بھی ماں باپ کی خوشی دیکھ کر خوش تھے۔بیمار لوگ بھی بیعت کے لئے آے۔صرف وہ افراد جو حرکت نہیں کر سکتے تھے وہ نہ آسکے۔

جناب طلحہ و جناب زبیر کا بیعت کرنا:

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ثقفی (تیسری صدی کے علماء سے ہیں) نے عثمان بن ابی شیبہ سے , عثمان نے ادریس سے اور ادریس نے محمد بن عجلان سے , محمد نے زید بن اسلم سے روایت نقل کی ہے کہ جناب طلحہ و جناب زبیر مولا علی ع سے مدینہ کے باہر کھجور کے باغ میں جا کر ملے اور عرض کیا کہ یا علی ع ہاتھ بڑھائے تا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر خلیفہ کے عنوان سے بیعت کریں ۔

لوگ آپ کے علاوہ کسی اور پر راضی نہیں ہو رہے ہیں ۔

مولا علی ع نے فرمایا: مجھے خلافت کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں تم دونوں کا امیر بننے سے بہتر یہ ہے کہ میں تمہارا وزیر بن کر رہوں ۔ تم دونوں میں سے ایک ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں بیعت کروں ۔

ان دونوں نے کہا: لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنانے راضی نہیں ہیں ۔ کسی اور کی طرف رغبت بھی نہیں رکھتے ہیں لہذا ء آپ ہاتھ بڑھائے تا کہ بیعت کریں اور اس تعلق سے اولین افراد قرار پائیں ۔

حضرت علی ع نے فرمایا: میرے ساتھ مخفی طور پر بیعت نہ ہو گی ۔ مجھے کچھ وقت دو تا کہ مسجد جا کر یہ کام انجام دوں ۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم یہاں پر بیعت کرتے ہیں اور مسجد میں بھی بیعت کریں گے ۔ اس طرح وہ دونوں پہلے افراد ہیں جنھوں نے حضرت

علی ع کی بیعت کی اور جب مسجد میں لوگ بیعت کے لئے جمع ہوئے تو جناب طلحہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بیعت کی۔ وہ منبر پر چڑھے اور اپنے داہنے ہاتھ سے جو شل ہو گیا تھا حضرت علی ع کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی۔قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے جسکا نام حبیب بن ذوءیب تھا اس نے اس بیعت کو دیکھا اور کہا پہلا ہاتھ جو بیعت کے لئے آیا ہے وہ شل ہے (اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون)۔اس بیعت کا انجام ٹھیک نہ ہوگا۔اس کے بعد جناب زبیر نے بیعت کی اور ان دونوں کے بعد دوسروں نے بیعت کی (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ ۷۳)۔

اہل سنت کی بعض سیرت و تاریخ کی کتابوں میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت علی ع نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے مجبور کیا۔تیسرے خلیفہ کے طرفداروں نے واقدی کے حوالہ سے اس قسم کی روایتیں لکھی ہیں جبکہ واقدی نے اپنی کتاب جنگ جمل میں اس تعلق سے لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے عثمان بن محمد نے میرے لئے بیان کیا کہ جب تیسرے خلیفہ کا قتل ہوا تو لوگ مولا علی ع کے پاس آے تا کہ بعنوان خلیفہ بیعت کریں۔ حضرت علی ع نے قبول نہ کیا۔لوگوں نے اصرار کیا کہ ہم اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کریں گے۔اس پر بھی حضرت ع نے قبول نہ کیا۔

اسماعیل بن محمد نے محمد ابن سعد ابن وقاص کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب مدینہ

کے لوگ حضرت علی ع کی بیعت کرر ہے تھے , اس وقت حضرت ع نے ایک شخص کو میرے والد سعد ابن وقاص کے پاس بھجوایا کہ وہ آ کر بیعت کرے ۔میرے والد نے جواب دیا کہ جب سب بیعت کرلیں سوائے میرے تو میں بیعت کروں گا۔

حضرت علی نے فرمایا کہ سعد کو اس کی مرضی پر چھوڑ دو ۔اس طرح حضرت علی ع نے ایک شخص کو اسامہ بن زید کے پاس بھجوایا کہ وہ بیعت کرے ۔اسامہ نے جواب دیا کہ میں آپ کا اطاعت گذار رہوں مگر اس بات سے معاف رکھئے کہ میں تلوار لے کر آپ کے ساتھ آؤں اور آپ کے لشکر میں رہوں ۔

حضرت علی ع نے اسامہ سے فرمایا کہ میں کسی کو بھی بیعت کرنے پر مجبور نہیں کرر ہا ہوں ۔تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت علی ع نے کسی کو بیعت پر مجبور نہیں کیا , جس کسی نے بیعت کی اپنی مرضی سے کی ۔

بیعت کے بعد قوم کے نامور افراد نے مسجد میں ایک کے بعد ایک کھڑے ہو کر مبارک باد کے عنوان سے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

۱۔**ثابت ابن قیس:** (انصار مدینہ کے خطیب اٹھے اور عرض کیا) : اے امیرالمومنین ع اللہ گواہ ہے , اگر دوسروں نے حکومت وخلافت میں آپ پر سبقت حاصل کی تو کیا ہوا , کوئی بھی دین میں آپ پر سبقت حاصل نہ کرسکا۔اگر انھوں نے کل حکومت حاصل کی تھی تو آج آپ بھی حکومت پر قبضہ رکھتے ہیں۔جس طرح وہ حاکم

تھے آپ بھی حاکم ہیں مگر آپ کا مقام بلند اور آپ کی فضیلت روشن ہے ۔ وہ افراد آپ کی مدد کے محتاج تھے مگر آپ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۹) ۔

۲ ۔ **خزیمہ ع بن ثابت ذو الشہادتین** نے عرض کیا : اے امیر المومنین ع ہم اپنی دنیا و آخرت کی ضروریات کے لئے آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتے لہذا ء آپ چاہیں یا نہ چاہیں ہم آپ ہی سے رجوع کریں گے ۔ اگر ہم اپنا باطنی عقیدہ آپ کے تعلق سے ظاہر کریں تو کہنا پڑے گا کہ آپ ایمان میں سب سے آگے , اللہ کے تعلق سے سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی نسبت سے لایق ترین فرد ہیں ۔ وہ افراد جو فضیلت و کمال رکھتے تھے وہ سب فضیلتیں اور کمالات آپ میں موجود ہیں مگر جو فضیلتیں اور کمالات آپ رکھتے ہیں وہ ان میں کوئی نہیں رکھتا تھا (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۹) ۔

اس کے بعد انھوں نے کچھ منقبت کے اشعار پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے :

ہم نے علی ع کی بیعت کر لی ہے اب مصیبتوں وفتنوں کا ڈر نہیں رہا ۔ ابو الحسن ع ہمارے لئے کافی ہیں ۔ ہم نے انھیں ہم پر حکمرانی کے لئے سب سے بہتر حاکم پایا ۔ وہ سب سے زیادہ کتاب وسنت سے واقف قریش ہے ۔ اگر وہ دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر بھی اسے دوڑائے تو قریش اسکی گرد کو بھی نہ پہنچ سکیں ۔ جو صفات و

خصوصیات تمام نیک افراد رکھتے ہیں وہ تنہاان تمام صفات کا حامل ہے فرق یہ ہے کہ دیگرتمام افراداپنے تمام فضائل کوجمع کریں تب بھی اس کے فضائل کی برابری نہیں کرسکتے (مستدرک حاکم جلد۳ صفحہ۱۱۵و۱۱۶)۔

۳۔**صعصعہ ابن صوحان** (مدینہ کی اہم شخصیتوں میں شمار ہوتا تھااور امام ع کے صحابی تھے) اٹھے اورعرض کیایاامیرالمومنین ع مقام خلافت نے آپ کے ذریعہ زینت حاصل کی مگرآپ کی شخصیت اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ خلافت سے آپ کی زینت میں کچھ اضافہ نہ ہوا۔آپ نے خلافت کو بلندی عطا کی مگرخلافت آپ کو کوئی بلندی دے نہ سکی۔خلافت آپکی نیازمند ہے آپ خلافت کے نیازمندنہیں ہیں (تاریخ یعقوبی جلد۲صفحہ۱۷۹)۔

۴۔مالک اشتر (امیرالمومنین ع کے لشکر کے سپہ سالار) اٹھے اورمسلمانوں سے مخاطب ہوکرکہا: اے لوگو! یہ شخصیت سردار اوصیاء و وارث علم انبیاء اورتمام افرادمیں سب سے زیادہ تجربہ وظرفیت رکھنے والی ذات گرامی ہے۔یہ وہ ہے جس کے ایمان کی گواہی قرآن نے اور اہل بہشت ہونے کی گواہی رسول اللہ لی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دی ہے۔یہ وہ شخصیت ہے کہ تمام فضائل کمال کی منزل میں ان کی ذات میں جمع ہو گئے ہیں۔کوئی بھی شخص نہ گذشتہ لوگوں میں اور نہ بعد میں آنے والوں میں انکے فضائل وعلم میں مقدم ہونے میں نہ انکار کیا ہے اور نہ کرسکے گا

(تاریخ یعقوبی جلد۲صفحہ ۱۷۹)۔

۵۔عقبہ ابن عمرو(مدینہ کے نامور افراد میں سے ہیں) اٹھے اور کہنے لگے کہ کوئی شخصیت علی ع کی طرح فخرومباہات حاصل نہ کرسکی جس طرح علی ع کو روز عقبہ فخرومباہات عطا ہوئے۔کون ہے دنیا میں علی ع کے سواء جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ویسا وعدہ کیا ہو جیسا علی ع نے کیا۔کون ہے علی ع کے علاوہ جو لوگوں کی رہنمائی ورہبری کے لئے علی ع کی طرح بہترین امام ورہبر ہو۔کوئی بھی علی ع کی ذات سے ظلم وستم کا عمل سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ ان سے جفا کا خوف رکھ سکتا ہے۔وہ ایسا عالم ہے کہ کسی چیز کے تعلق سے بھی جہل ونادانی کا تصور بھی نہیں ہوسکتا(تاریخ یعقوبی جلد۲صفحہ ۱۷۹)۔

یہ بیعت کا منظر ایک اعلی نمایش تھی لوگوں کے اشتیاق ورغبت کی جسے وہ لوگ حضرت علی ع کی ان پر حکومت کے تعلق سے ظاہر کررہے تھے۔یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ حضرت علی ع کو دوسرے تمام افراد پر مقدم جانتے ہیں اور انھیں کسی اور کی خواہش نہیں ہے۔وہ اپنے لئے اس کام کے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ یا راہ نجات نہیں ڈھونڈرہے ہیں۔

حضرت علی ع بھی لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ گذشتہ خلافتوں کی طرح ایک شخص نے ایک شخص کا انتخاب نہیں کیا ہے(خلیفہ اول نے خلیفہ دوم کا اور عبدالرحمن

ابن عوف نے خلیفہ سوم کا) بلکہ سارا مدینہ اور مصر و بصرہ و کوفہ کے جو گروہ مدینہ میں موجود تھے وہ بھی مولا علی ع کو خلیفہ بنانے کے لئے ۳ دن تک لگا تار کوشش کرتے رہے ہیں۔کل تک کے خلفاء اور حضرت علی ع میں صرف نام کا فرق نہیں ہے بلکہ طریقہ کے لحاظ سے, رفتار کے لحاظ سے اور مقصد (جو منصوبہ پیش فرمایا) کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حضرت علی ع چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو واقف کرائیں کہ گذشتہ انحراف و گمراہی کے علاج واصلاح کی ضرورت ہے۔حضرت علی ع مسلمانوں کو سمجھانا چاہتے تھے کہ ایک امام, ایک خلیفہ اور ایک حقیقی رہبر جو اسلام کے تمام اصولوں پر پورا اترتا ہے جو امین مکتب بھی ہے وہ چاہتا ہے بالکل ابتداء سے معاشرہ کی اصلاح شروع کرے تا کہ انحراف و گمراہی ختم ہو کر ایسا معاشرہ تشکیل پائے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے تھے اور اس کام کے لئے مسلمان حضرت علی ع کی اطاعت کریں اور اسی عنوان سے اس خلیفہ کو قبول کریں۔حضرت ابوبکر کی بیعت کا انحصار ان کے چند ساتھیوں کی بیعت پر تھا۔سب سے پہلے صرف بشیر بن سعد نے بیعت کی اور اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بیعت کی (تاریخ طبری ترجمہ فارسی ابوالقاسم پاینده صفحہ ۱۳۴۷۔السقیفہ وفدک ڈاکٹر محمد ہادی امینی صفحہ ۴۹۔ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۳۹)۔

بعض روایتوں میں نقل ہے کہ خلیفہ اول کی بیعت ابتداء میں صرف بشیر اور حضرت عمر نے کی۔جبکہ بعض روایتوں میں ہے کہ بشیر بن سعد, حضرت عمر ابن خطاب, ابو عبیدہ جرح اور سالم (غلام خذیفہ یمانی) کے توسط سے انجام پائی۔بعض روایتوں سے خلافت کے لئے ۵ افراد کی بیعت ضروری ہے اور وہ خلیفہ اول کی بیعت میں ایک اور انصار اسید بن حضیر کا نام پیش کرتے ہیں (راوی عبدالسلام بن محمد جبائی وفات ۳۲۱ ہجری۔فرقہ معتزلہ) متکلمین کا عقیدہ ہے کہ ایک شخص کی بیعت کافی ہے چنانچہ وہ حضرت عمر ابن خطاب کی خلافت کو دلیل کے عنوان سے پیش کرتے ہیں (عبدالرحیم معتزلی معروف بہ خیاط و ابن الخیاط۔وفات ۳۰۰ ہجری) خیاط ابن بلخی و ابن مجالد کا بیان ہے کہ دوسری خلافت کی بیعت صرف حضرت ابوبکر کی بیعت سے انجام پائی۔حضرت ابوبکر نے اپنی طرف سے حضرت عمر کو خلیفہ قرار دیا اور ان کے بیعت کی۔تیسری خلافت کے تعلق سے بھی ان کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت عثمان ابن عفان کی خلافت صرف عبدالرحمن ابن عوف کی بیعت سے قرار پائی۔اس عقیدہ کے مخالفین کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عمر کے لئے صرف حضرت ابوبکر کی بیعت اس لئے کافی تھی کہ وہ خلیفہ تھے اور تیسری خلافت میں عبدالرحمن کے علاوہ شورا کے ۴ افراد نے بھی بیعت کی۔اس طرح ۵ کی بیعت سے حضرت عثمان کی خلافت تشکیل پائی۔

حضرت علی ع کی بیعت میں تمام مہاجر, تمام انصار, اوروہ افراد جو بیعت رضوان میں شرکت کئے تھے (اوراس وقت مدینہ میں موجود تھے), ان کے علاوہ مصرو عراق کے وہ افراد جو تیسرے خلیفہ کے قتل کے وقت مدینہ میں موجود تھے, ان سب نے مل کر بیعت کی تھی ۔حضرت علی علیہ السلام کی بیعت ان تمام خلفاء کی بیعت سے بالکل جداگانہ تھی ۔

حضرت علی علیہ السلام کی بیعت بعنوان خلیفہ جس میں امت کی تمام بزرگ شخصیتوں نے شرکت کی, مہاجروانصار کے بزرگ بھی مکمل رضامندی کے ساتھ بیعت کئےاور آپ کی حکومت ان پہلی تینوں خلافتوں وحکومتوں کے مقابلے بہترین حکومت قرار پائی ۔

عادل و منتخب خلیفہ کی اطاعت اورفرمان برداری سب پر ثابت وواضح ہے ۔ اس خلافت سے منہ موڑنا, اسکی نافرمانی کرنا حرام قرار دیا گیا ہے ۔لہذا جس کسی نے اس خلافت وحکومت کے خلاف قدم اٹھایا یا اس خلیفہ کی مخالفت کی اوراس کے حکم سے انکار کیا وہ گناہ گاروفاسق ہوگا کیونکہ اللہ تعالی قرآن میں ان کی اطاعت کا حکم فرماتا ہے ۔

(ترجمہ) اے وہ (لوگ) جوایمان لائے اطاعت کرو اللہ کی اوراطاعت کرو رسول کی اوراولی الامر کی جو تمہارے درمیان ہے (سورہ النساء آیت ۵۹) ۔

خلیفہ وامام عادل سے جنگ کرنے والے کا فاسق وفاجر ہونا ایسا موضوع ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور عقل وروایات سے ثابت ہے۔ لہذاء جو کوئی اس خلیفہ کی اطاعت سے سرکشی کرے وہ گمراہ ہے۔ اس خلیفہ سے جنگ کرنے والا ساتھیوں اور مسلمانوں کا خون بہانے والا قرآن کی رو سے قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جاے یا اس کے ہاتھ پیر مخالف سمت کے کاٹے جائیں یا اسے اس سرزمین سے نکال دیا جائے (سورہ المائدہ آیت ۳۳)۔ (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑتے جھگڑتے ہیں (اور احکام کو نہیں مانتے) اور فساد پھیلانے ملکوں (ملکوں) دوڑے پھرتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ (چن چن کر) یا تو مار ڈالے جائیں یا انھیں سولی دیدی جائے یا ان کے ہاتھ پیر ہیر پھیر کے (ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر) کاٹ ڈالے جائیں یا انھیں (اپنے وطن کی) سرزمین سے شہر بدر کر دیا جائے۔ یہ رسوائی تو ان کی دنیا میں ہوئی اور پھر آخرت میں تو ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں محمد ابن عبداللہ جو ابن عربی معافری اندلسی کے نام سے مشہور اور ۵۴۲ ہجری میں وفات پائی، کتاب احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ پر لکھتے ہیں بے شک علی ع خلیفہ اور لوگوں پر حاکم تھے جس پر مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ ان کے لئے اس بات کا امکان نہ تھا کہ وہ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ وہ خود شائستہ اور

سزاوار تھے کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں ۔ انھوں نے مسلمانوں کی حفاظت اورخون خرابہ اور ہرج ومرج سے امت کو بچانے اوراسلام کوشکست سے دور رکھنے کے لئے لوگوں کی بیعت کوقبول کیا۔ جب شام کےلوگوں نے مطالبہ کیا کہ قاتلان حضرت عثمان بن عفان کوان کےحوالے کیا جائے تو فرمایا: پہلے بیعت کرکے اطاعت کرنے والوں میں شامل ہوجاؤاس کے بعدحق کے لئے تقاضا کروتا کہ اس تعلق سے کام کیا جائے ۔ اس تعلق سے علی ع سب سے زیادہ خیر کی دعوت دینے والے اوران کی فکر وسوچ سب سے زیادہ صحیح تھی ۔ کیونکہ اگر جلدی میں قصاص کرنا چاہتے تو قاتل قبیلوں کےلوگ , قاتلوں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے اورایک جنگ اورشروع ہوجاتی ۔ اس وجہ سے انھیں مہلت دی تا کہ خلافت کی بیعت اورحکومت کی تشکیل کا مسئلہ سب کی طرف سے انجام پا جائے تا کہ صحیح طریقہ پرمحاکمہ اورفیصلہ ہوسکے ۔ اس تعلق سے کسی کواختلاف نہیں کہ فتنہ اورقوم میں انتشار کوروکنے کے لئے حاکم کوحق ہے کہ وہ قصاص کے مسئلہ کوتاخیر سے انجام دے ۔

لہذا جس کسی نے بھی حضرت علی ع پرخروج کیا وہ باغی اورستمگر ہے ۔ باغی وستمگر سے جنگ جب تک وہ تسلیم نہ ہوجائے یا صلح نہ کرلے واجب ہے ۔ حضرت علی ع کی جنگ شام کے لوگوں سے جنھوں نے بیعت سے انکار کیا اور جمل وخوارج کے

افراد سے جنھوں نے بیعت کوتوڑ ڈالا تھاواجب وبرحق تھی ان لوگوں پر واجب تھا کہ حضرت علی ع کی خدمت میں حاضرہوتے, ان کے مقابل ادب سے بیٹھتے اپنی رائے پیش کرتے اوران سے درخواست کرتے کہ صحیح ہونے کی صورت میں اس کوانجام دیا جائے۔چونکہ کسی نے بھی یہ کام انجام نہیں دیا اس لئے سب کے سب باغی وسرکش قرار پائے اورقران کی آیت کے مطابق, جس میں پروردگار کا حکم ہے کہ ''جوگروہ حق سے سرکشی کرے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کوتسلیم کرلیں''۔

معاویہ ابن ابوسفیان نے سعد ابن وقاص کومورد الزام قرار دیا کہ اس نے جنگ میں ساتھ نہ دیا۔سعد نے جواب دیا: ہاں پشیمان ہوں کہ کیوں سرکش و باغی گروہ کے خلاف جنگ میں شرکت نہ کیا (سرکش و باغی سے مراد معاویہ ابن ابوسفیان اوراس کے پیروافراد تھے)۔

جصاص (وفات ۳۷۰ ہجری)تفسیر احکام القرآن جلد۳ صفحہ ۴۹۲ پرلکھتا ہے کہ علی ع کی جنگ سرکش گروہ سے برحق تھی اس تعلق سے کسی نے مخالفت نہیں کی ہے آلوسی نے تفسیر روح المعانی جلد۲۶ صفحہ ۱۵۱ پر حاکم نیشابوری اوربیہقی کے حوالہ سے جناب عبداللہ ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ کسی تعلق سے اس قدر پشیمان نہیں ہوں جتنا اس تعلق سے کہ سرکش گروہ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہ کرنے پر ہوں

آلوسی نے بعض حنبلی علماء سے نقل کیا ہے کہ جنگ سرکشوں سے واجب ہے اور علی ع نے اپنی خلافت میں ان سے جنگ کی۔علی ع نے کافروں سے جھاد کیا اور علی ع کا عمل جھاد سے برتر تھا۔گرہواوہوس انسان کی عقل کومغلوب نہ کرے اور حسد کی آگ نظر کواندھانہ کردے توحق کا ہمیشہ علی ع کے ہمراہ ہوناواضح ہوجاتا ہے۔ (نبردجمل شیخ مفید صفحہ۴۶تا ۴۸)۔

قریش کااضطراب اور حضرت علی ع کی خلافت سے وحشت:

قریش اوردین سے منحرف وہ افراد جنھیں تیسری خلافت میں بغیرکسی جائیز وجہہ کے خاص امتیازات سے نوازا گیا تھاوہ سب حضرت علی ع کی بیعت اورآپ کی خلافت وحکومت سے بےچین ورنجیدہ تھے مگر چونکہ عوام وخواص حضرت علی ع کے علاوہ کسی کوخلافت کے لئے قبول کرنے راضی نہ تھے اورحضرت ع کے شرائط کو قبول کرکے بیعت کررہے تھے لہذاء ان افراد نے بھی حضرت علی ع کی بیعت کے علاوہ کوئی چارہ کارنہ دیکھا اور مجبور ہوکر بیعت کی مگر حضرت علی ع سے اپنے مشرک بزرگوں کے قتل کی وجہہ سے جودشمنی وکینہ دل میں رکھتے تھے اسے بھولے نہ تھے۔ان میں پیش پیش بنی امیہ تھے کیونکہ حضرت علی ع نے عتبہ ابن ربیعہ (امیرمعاویہ کا دادا) ولید ابن عتبہ (معاویہ کا ماموں) حنظلہ (معاویہ کا بھائی) کوقتل کیا تھا جوشرک وبت پرستی کے محکم ستون تھے۔ان کے علاوہ وہ سب

افراد جو اس بات کا خوف رکھتے تھے کہ حضرت علی ع کے دور خلافت میں انھیں بیت المال کو لوٹنے کا موقع نہیں ملے گا بلکہ بیت المال سے تیسری خلافت میں لوٹا ہوا مال وزمین لوٹانا بھی پڑےگا۔ وہ سب اس بیعت سے رنجیدہ و مضطرب تھے۔

ولید ابن عقبہ کا بیعت کرنا:

ولید ابن عقبہ و سعید ابن عاص و مروان ابن حکم تینوں ملکر حضرت علی ع کے پاس جب بیعت کرنے کے لئے آئے تو بیعت کرنے سے قبل ولید نے اعتراض کیا کہ آپ نے ہمارے بزرگوں کو قتل کیا۔ میرے باپ اور سعید کے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا جبکہ وہ دونوں ہمارے قبیلہ کی عزت و آبرو تھے۔ مروان اور اسکے باپ حکم پر لعنت کی اور اسے برا کہا اور بے عزتی کی جبکہ تیسرے خلیفہ نے انھیں مورد حمایت قرار دیا تھا۔ تیسرے خلیفہ کو بھی اس تعلق سے جھڑک دیا تھا۔ ان واقعات کے باوجود میں بیعت کرنے تیار ہوں بشرطیکہ :

۱۔ ہر کام جو ہم نے انجام دیا ہے اس سے چشم پوشی اختیار کرو۔

۲۔ جو کچھ مال و دولت ہمارے پاس ہے اسے واپس نہ لو۔

۳۔ خلیفہ حضرت عثمان کے قاتلین کو قتل کرو۔

اس کے جواب میں حضرت علی ع نے فرمایا: تم نے جو یہ کہا کہ میں نے تمہارے بزرگوں کو قتل کیا تو حق یہی تھا کہ وہ مشرک قتل ہوتے اور میرا فرض تھا کہ

ان کوقتل کرتا۔ یہ جوشرط رکھی کہ اب تک جوتم نے کیا ہے اسے نظرانداز کردوں اور محاکمہ نہ کروں۔ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے کہ اللہ کے حقوق کے تعلق سے کسی کومعاف کروں۔ مال ودولت جوتمہارے اختیار میں ہے اسے واپس نہ لوں اوربخش دوں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف سے دوسرے مسلمانوں کے لئے ہے وہ تمہارے لئے بھی ہوگا۔ انصاف تمہارے ساتھ بھی کیا جایئگا۔ حضرت عثمان کے قاتلوں کے تعلق سے یہ کہ اگران کوقتل کرنا مجھ پر آج واجب ہوتو کل ان سے جنگ کرنی ہوگی (قاتلین خلیفہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگران کوقتل کرنا آج واجب ہوجائے توکل مسلمانوں میں جنگ وخون ریزی شروع ہوجائے گی) تم کو یہ حق ہے کہ تم پر قرآن اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل ہواورجس کے لئے حق کے مطابق عمل مشکل ہو یقینا باطل اس کے لئے مشکل ترہو گا۔ اگر چاہتے ہوتو وہاں چلے جاؤ جہاں تمہارے بہت سے افراد چلے گئے ہیں (یعنی معاویہ ابن ابوسفیان کے پاس) ۔ یہ سن کرمروان نے کہا کہ ہم یہاں پر رہینگے اور آپ کی بیعت کریں گے اوردیکھیں گے کیا ہوتا ہے (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸۔ طرحہای رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۱) ۔

بیعت لینے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات:

پہلا قدم مولا علی ع نے معاشرہ کی اصلاح اور گذشتہ انحرافات کے علاج اور عدل و انصاف برقرار کرنے کے لئے اٹھایا۔حکم صادر فرمایا کے تمام مال و دولت اور زمین جسے گذشتہ خلیفہ نے اپنے خاندان کے افراد یا دوسرے افراد کو بغیر کسی وجہ و علت کے بخشا ہے اسے بیت المال لوٹا دیا جائے۔اگر کسی نے اسے اپنی زوجہ کا مہر قرار دیا ہو یا اس مال سے کنیز خریدی ہو تب بھی اسے لوٹانا پڑے گا اس لئے کہ انصاف میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور جس کے لئے انصاف میں تنگی ہو اس کے لئے ظلم میں اور بھی زیادہ تنگی ہو گی (نہج البلاغہ ۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۱صفحہ۵۴۲)۔

اس حکم کو سن کر وہ تمام افراد جنھوں نے تیسری خلافت میں مال و جائداد و زمین حکومت کی مدد سے جمع کیا تھا وہ سب رنجیدہ و پریشان اور مولا علی ع سے مقابلہ وسرکشی کے لئے اپنی ساری قدرت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔

عمرو بن عاص نے اس حکم کے تعلق سے معاویہ کو لکھا کہ تم جو بھی ارادہ رکھتے ہو اسے انجام دو کیونکہ ابو طالب کا بیٹاع تمہارا سارا مال جسے تم نے جمع کیا ہے لے لے گا اور جس طرح لکڑی سے چھال اتار لی جاتی ہے عصاء بنانے کے لئے اسی طرح تمہاری کھال بھی اتار لے گا(الغدیر جلد ۷ صفحہ ۲۸۸)۔

جناب طلحہ و جناب زبیر بھی جنھیں تیسرے خلیفہ نے کثیر دولت اور بڑی بڑی زمینیں عطا کی تھیں اس حکم کو سن کر ان پر خوف و وحشت طاری ہو گئی اور حضرت ع سے بغاوت و سرکشی کے لئے آمادہ ہو گئے۔

دوسرا قدم جو علی علیہ السلام نے عدل و انصاف کو جاری کرنے کے لئے اٹھایا وہ ان تمام حکمرانوں کو ہٹانا تھا جو تیسری خلافت میں خلیفہ کی طرف سے حاکم قرار دئے گے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام ان حکمرانوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی حکومت میں رکھنا نہیں چاہتے تھے۔آپ نے فرمایا ان کو حاکم کے عنوان سے قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ میں ان کے ظلم و ستم کی تائید کر رہا ہوں۔

معاویہ ابن ابوسفیان کو مدینہ سے مسلسل خبریں مل رہی تھیں اور مولا علی علیہ السلام کے احکام جو معاشرہ کی اصلاح کے تعلق سے تھے ان سے بھی وہ واقف ہو چکا تھا۔معاویہ جانتے تھے کہ شوراء حضرت عمر کے تمام افراد کے دلوں میں خلافت کی تمنا کروٹیں لے رہی ہیں لہذء انھیں خلافت کی امید دلا کر آسانی سے بھڑکایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ معاویہ ابن ابوسفیان نے جناب زبیر ابن عوام کو خط لکھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برائے بندہ الھی زبیر (امیرالمومنین) از معاویہ بن ابی سفیان۔ سلام ہو تم پر۔میں نے شامیوں سے تمہاری خلافت کے لئے بیعت لے لی ہے۔تمام شام کے لوگ تمہاری بیعت کے لئے ایسا ہجوم کیے جیسے دودھ

دینے والے جانور دودھ دینے کے لئے ہجوم کرتے ہیں اور یہ لوگ تمہاری بیعت کے لئے ہم پر زور ڈال رہے ہیں۔تم صرف کوفہ اور بصرہ کو اپنی حفاظت میں رکھو تا کہ علی ع کے ہاتھ میں نہ چلے جائیں۔کیونکہ ان دو شہروں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد دوسری زمینوں کی اہمیت نہ رہے گی۔میں نے طلحہ کو تمہارا ولیعھد قرار دیا ہے اور تمہارے بعد ان کی بیعت کرونگا۔حضرت عثمان ابن عفان (خلیفہ) کے خون کے مطالبہ کے عنوان سے قیام کرو اور لوگوں کو اسی کے لئے دعوت دو۔ اس کام میں سچی لگن کے ساتھ اتحاد کو باقی رکھو۔اللہ تمہیں کامیابی عطا کرے اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل کرے (الامام علی صوت العدالتہ الانسانیہ ص ۹۷۰)۔

اس خط نے جناب زبیر و جناب طلحہ کو اس قدر تحریک کیا کہ بصرہ کے فتنہ کو برپا کیا اور ۲۰ ہزار افراد کے قتل کا باعث بنے۔اسلام کے چہرہ کو خون آلودہ اور اسلام کے پیکر کو شدید زخمی کیا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی تاریخ میں معاویہ کا جناب زبیر کے لئے شام کے لوگوں سے بیعت کا لینا نہیں ملتا۔

معاویہ ابن ابوسفیان ایک کے بعد ایک فتنہ کو برپا کرتے رہے اور مسلمانوں کے قتل و گمراہی کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کا بھی باعث بنے۔

معاویہ ابن ابوسفیان کی مولا علی ع سے بغاوت وسرکشی کی وجوہات

ا۔حسد وکینہ:

بنی امیہ عام طور پر اور معاویہ ابن ابوسفیان خاص طور پر خاندان بنی ہاشم سے اور خاص طور پر رسول اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولا علی ع سے شدید کینہ وحسد رکھتے تھے۔اعلان نبوت کے ساتھ ہی بنی امیہ کی دشمنی کینہ وحسد کی وجہ سے شروع ہوئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کینہ وحسد کی آگ کو خاموش کرنے کے لئے فتح مکہ کے بعد بنی امیہ کو معاف کر کے ابوسفیان کے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا تھا مگر ان لطف ومہربانیوں کے باوجود بنی امیہ اپنی دشمنی سے باز نہ آئے۔

۲۔حب دنیا وحکومت:

معاویہ ابن ابوسفیان اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر حضرت علی ع کو خلافت مل گئی تو وہ معاویہ کو چند دن کے لئے بھی اپنی حکومت میں شامل کرنے کے لئے راضی نہ ہوں گے۔اگر مصلحت کی بنا پر کچھ دن کے لئے شامل بھی کر لیں تو فورا معزول کر دینگے کیونکہ حضرت علی ع نے ہمیشہ ظلم وستم کی مخالفت کی ہے اور عدل و انصاف کو برپا کرنے کے لئے خلافت کو قبول کیا ہے۔چنانچہ اپنی خلافت کے پہلے ہی دن حکومت کی پالسی بیان فرما دی تھی کہ:

تمام مال و دولت اور زمین جسے گذشتہ خلیفہ نے اپنے خاندان کے افراد یا دوسرے افراد کو بغیر کسی وجہ و علت کے بخشا ہے اسے بیت المال لوٹا دیا جائے۔ اگر کسی نے اسے اپنی زوجہ کا مہر قرار دیا ہو یا اس مال سے کنیز خریدی ہو تب بھی اسے لوٹانا پڑے گا اس لئے کہ انصاف میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور جس کے لئے انصاف میں تنگی ہو اس کے لئے ظلم میں اور بھی زیادہ تنگی ہوگی (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۲۴۲)۔

اس اعلان کے بعد معاویہ ابن ابوسفیان کے لیے کوئی امید باقی نہیں رہی تھی کہ انہیں شام کی گورنری پر باقی رکھا جائیگا۔ معاویہ جانتے تھے کہ شام کی گورنری سے ہاتھ دھونے کے علاوہ وہ سب مال و دولت جسے تیسرے خلیفہ کے دور حکومت میں جمع کیا ہے اسے بھی بیت المال کو لوٹانا پڑے گا اور باقی عمر ایک عام مسلمان کی طرح زندگی بسر کرنی ہوگی۔ یہ حقیقت معاویہ جیسے شخص کے لیے جو روز جزا و سزا , قیامت و حساب و کتاب پر ایمان و عقیدہ نہ رکھتا ہو, غیر قابل برداشت تھی۔

جیسا کہ اس سے قبل تحریر کیا گیا کہ حضرت علی ع کے اعلان کے بعد کہ غیر قانونی طریقہ پر حاصل کی گئی دولت و زمین بیت المال کو لوٹا دی جائے, عمر عاص نے معاویہ کو لکھا تھا کہ: تم جو بھی ارادہ رکھتے ہو اسے انجام دو کیونکہ ابو طالب کا بیٹا ع

تمہارا سارا مال جسے تم نے جمع کیا ہے لے لے گا اور جس طرح لکڑی سے چھال اتار لی جاتی ہے عصاء بنانے کے لئے اسی طرح تمہاری کھال بھی اتار لے گا۔ (الغدیر جلد ۷ صفحہ ۲۸۸)۔

لہذا ء معاویہ نے جو حضرت علی ع سے درخواست کی تھی کہ انہیں اپنے مقام پر باقی رکھا جائے وہ ایک بہانہ تھا کہ انہیں وقت مل جائے تا کہ وہ اپنی حکومت کی بنیاد کو مزید مضبوط کر کے مولا علی ع کے خلاف بغاوت کر سکے وہ شام کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے تھے یہ کہہ کر کہ حضرت علی ع نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے میری گورنری کو قبول کرلیا ہے مگر میں انھیں خلافت کے لیے مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ وہ تیسرے خلیفہ کے قاتلوں کی حمایت کرر ہے ہیں۔
چنانچہ تواریخ میں نقل ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان نے امیرالمومنین ع کو خط لکھ کر درخواست کی کہ انہیں شام پر باقی رکھا جائے یا مصر کی گورنری عطا کی جائے مگر مولا علی ع نے ان کی یہ درخواست قبول نہیں کی۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۸)۔

معاویہ اوران کے پیرو اچھی طرح جان چکے تھے کہ حضرت علی ع کی حکومت میں کوئی موقع ملنے والا نہیں ہے لہذا ء بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت علی ع نے بھی معاویہ کو سرکوب کرنے کے لئے ارادہ کرلیا تھا مگر جناب طلحہ و جناب

زبیر اور ام المؤمنین عایشہ کی سرکشی و بغاوت کی وجہ سے اس فتنہ کو دبانے کے لئے آپ ع کو پہلے بصرہ جانا پڑا جس کی وجہ سے معاویہ کو وقت مل گیا کہ وہ حضرت عثمان کے خون کو بہانہ بنا کر لوگوں کو حضرت علی ع کے خلاف صف آراء کر سکے۔

۳۔ معاویہ ابن ابوسفیان کا شام کے عوام پر نفوس:

معاویہ دوسری اور تیسری خلافت کے دوران شام کے علاقہ پر کسی خلیفہ کے نمائندہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک خود مختار ڈیکٹیٹر کی طرح اپنی حکومت کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ بیت المال کی مدد سے بیشمار دنیا پرست افراد کو اپنے اطراف جمع کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ان افرد کے توسط سے کافی قدرت حاصل ہو چکی تھی لہذاء کسی مشکل کے بغیر اور کسی قانون وشرائط پر عمل کے بغیر حکومت کرنا معاویہ کے لیے ممکن ہو چکا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے خاندان کے لیے حکومت کو موروثی کرنا بھی ممکن ہوگیا تھا۔

شام کے عوام اسلام سے قبل بھی بنی امیہ سے آشنا تھے۔ جس زمانے میں ہاشم کو مکہ اور کعبہ کی سرپرستی ملی اس وقت ان کے جوڑواں بھائی امیہ نے شام میں اپنے اور اپنی اولاد کے لئے تجارت شروع کی۔ اسلام کے بعد بھی یہ سلسلہ اور ربط باقی رہا۔ پہلی خلافت میں خلیفہ حضرت ابوبکر نے لشکر اسلام کی سرپرستی

یزیدابن ابوسفیان کودی اورفتح شام کے بعد اسے وہاں کی گورنری عطا کی۔ یزید ابن ابوسفیان کی موت کے بعد دوسرے خلیفہ حضرت عمرنے انکے بھائی معاویہ کو انکی جگہ پرمنسوب کیا۔اس طرح حضرت علی ع کی خلافت کے لیے بیعت کے وقت تک معاویہ تقریبا ۲۳ سال شام کے عوام پر اپنا تسلط برقرار کرچکے تھے۔ معاویہ اس مدت میں اپنی حکومت کے لیے کسی بھی اسلامی, دینی اخلاقی قانون کے پابند نہ تھے سوائے بیت المال سے لوگوں کوخریدنے اوران کوراضی رکھنے کے۔ اسی بیت المال سے حضرت علی ع کی حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے اوران کی حکومت کے لیے مشکلات ایجاد کرنے میں کامیاب بھی رہے۔ان شرارتوں کی وجہ سے ہرلحظہ معاویہ کی قدرت میں اضافہ ہوتا گیا۔

۴۔جناب طلحہ وزبیرکا خروج:

جناب طلحہ وزبیرکا بیعت کوتوڑکر, خون خواہی حضرت عثمان کوبہانہ بناکرجنگ جمل برپاکرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ایجادہوا اور معاویہ کوموقع ملا کہ وہ لوگوں کوتحریک کریں, انھیں حضرت علی ع کے خلاف جمع کریں اور نظم وامن کوبربادکرکےلوگوں کوخلیفہ وقت کے خلاف بغاوت پراکسایں۔جنگ صفین جودرحقیقت جنگ جمل ہی کا سلسلہ ہےجس میں خون حضرت عثمان کا مطالبہ کرنے والے جو جنگ جمل میں بچ گئے تھے, وہ معاویہ ابن ابوسفیان سے

ملکر جنگ صفین کو برپا کئے۔

۵۔گذشتہ خلفاء کا انحراف:

معاویہ ابن ابوسفیان نے اپنی حضرت علی ع سے مخالفت کی ایک وجہہ گذشتہ خلفاء کی حضرت علی ع کی بعنوان جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیعت کرنے کے باوجود ان کی مخالفت کرنا قرار دیا۔گذشتہ خلفاء حضرات ابوبکر, عمر اور عثمان نے حضرت علی ع کی بیعت کرنے کے باوجود مخالفت کی اور ان پر سبقت حاصل کی اور خلافت حاصل کی اور مسلمانوں نے انھیں بعنوان خلیفہ قبول کیا, لہذاء میں بھی ان خلفاء کی پیروی کرر ہا ہوں۔ معاویہ ابن ابوسفیان نے محمد بن ابوبکر کے خط کے جواب میں لکھا:

''تمہارے باپ (حضرت ابوبکر) اور ان کے فاروق (حضرت عمر) پہلے تھے جنھوں نے علی ع کا حق غصب کیا اور ان کی خلافت کی مخالفت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے آپس میں سازش کی, علی ع کو اپنی بیعت کے لیے طلب کیا۔۔۔۔۔۔وہ کرسی خلافت پر بیٹھے حکومت کی اور علی ع کو حکومت میں شریک نہ کیا۔اپنے راز ان پر ظاہر نہ کیے یہاں تک کہ انھیں موت آ گئی۔

لہذاء یہ وہ کام ہے جس کی بنیاد تمہارے باپ نے رکھی, اپنی خواہش کو انجام دیا اور اب میں بھی ان کا شریک ہوں۔اگر تمہارے باپ اس کام کو ہمارے لیے

مثال قرار نہ دیتے تو ہم بھی ابن ابوطالب کی مخالفت نہیں کرتے اور حکومت و خلافت کو ان کے حوالے کردیتے۔۔۔۔(کلام مسعودی حاشیہ ابن اثیر جلد۶ صفحہ ۷۸۔۷۹)۔

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان کی حضرت علی ع سے بغاوت و مخالفت کی وجہ گذشتہ خلفاء کی مخالفت آغاز خلافت میں برائے جانشینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

۶۔ پیراہن حضرت عثمان کے ذریعہ مخالف پروپکنڈہ:

معاویہ نے بہترین طور پر محسوس کرلیا تھا کہ قانونی حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کا بہترین بہانہ مقتول خلیفہ کے خون کا مطالبہ ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے انہوں نے بڑی رقم دے کر تیسرے خلیفہ کا خون آلودہ کرتا اور ان کی بیوی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلی خرید لی تھی۔لوگوں کے جذبات کو ابھارنے اور قانونی خلیفہ کے خلاف عوام کو تحریک کرنے کے لیے معاویہ اس پیراہن اور انگلی کو جامع مسجد میں نصب کرکے کچھ بوڑھے افراد کو پیسے دیکر اس پر نوحہ سرائی کرنے کے لئے ایک عرصہ تک لوگوں کے جذبات سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

یہ پروپکنڈہ اس قدر کامیاب رہا کہ جب امیرالموءمنین کا نمائندہ معاویہ کے پاس

حضرت ع کا حکم لیکر آیا کہ معاویہ اور شام کے عوام حضرت علی ع کی بیعت کریں تو معاویہ نے اہل شام سے مشورہ کیا کہ اس کا کیا جواب دیا جاے تو انھوں نے کہا کہ ہم حضرت علی ع سے جنگ کرینگے اور تسلیم نہ ہوں گے۔

حقیقت یہ تھی کہ معاویہ کے لیے خلیفہ عثمان کا قتل کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ خود قاتلین کے مددگار تھے اور خلیفہ کی مدد کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی, یہاں تک کہ خلیفہ قتل کردئے گئے۔

معاویہ ابن ابوسفیان کو شام کی گورنری سے ہٹانے کا حکم:

امیر المومنین علی علیہ السلام کے لئے سب سے اہم مسئلہ بیعت لینے کے بعد شام پر معاویہ ابن ابوسفیان کی گورنری کا تھا۔ اس کی اہمیت اس وقت موجود تمام سیاسی مسائل میں سب سے زیادہ تھی۔ بعد میں پیش آنے والے تمام یا اکثر مشکلات جیسے حکمیت , خوارج کا وجود میں آنا اور ان کا قیام اور خود مولا علی ع کی شہادت , وغیرہ , ان سب کی وجہہ یہی مسئلہ بنا۔

مولا علی ع کی خلافت کے پہلے دن ہی چالاک عرب مغیرہ ابن شعبہ مولا علی ع کی خدمت میں پہنچا اور سوال کیا کہ معاویہ کے تعلق سے کیا قدم اٹھانے والے ہیں۔

فرمایا: اسے ہٹادونگا چونکہ میں اسے مسلمانوں پر حکومت کرنے کے لایق نہیں سمجھتا

ہوں۔

مغیرہ نے امام ع کومشورہ دیا کہ ایسانہ کریں بلکہ اس کی شام پرطولانی حکومت کے پیش نظراسے اپنے مقام پررہنے دیں اوراس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ معزولی کاحکم سن کر بغاوت کربیٹھے ۔لہذاء بہتر یہ ہے کہ امام ع فی الحال اس کو برداشت کرلیں یہاں تک کہ ایک دوسال میں امام ع کی حکومت تمام علاقہ مشرق سے مغرب تک مستحکم ہوجائے تواس کے بعداطمنان کے ساتھ امیر معاویہ کومعزول کرنے کا کام شروع کیاجائے

مولاعلی ع نے فرمایا: میں ریاکاری نہیں کرونگا۔میں دودن کے لئے بھی اجازت نہیں دونگا کہ معاویہ ابن ابوسفیان مسلمانوں کے جان ومال وناموس پرمسلط رہے۔

مغیرہ دوسرے دن پھرآیا اورمولاعلی ع کی خدمت میں پہنچا اور معاویہ کے معزول کرنے کے فیصلہ کی تائیدو تعریف کی اورامام ع کی خدمت سے رخصت ہوگیا۔

ابن عباس نے مولاعلی ع سے معاویہ کے تعلق سے امام ع کا نظریہ دریافت کیا اور مغیرہ کے آنے کی وجہ پوچھی۔امام ع نے مغیرہ کی دونوں دن کی گفتگو بیان کی۔

گفتگوسنے کے بعدابن عباس نے عرض کیا کہ میں سمجھتاہوں کل مغیرہ نے حسن نیت

اور خیر خواہی سے گفتگو کی اور آج کی گفتگو بد نیتی اور دھوکے پر مبنی تھی ۔ بہر صورت معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ مدارا کرنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ اسے اپنے خلاف کرلیں (طرحہای رسالت جلد۲ صفحہ ۲۱۵) ۔

امام ع نے ابن عباس کے نظریہ کو رد کرتے ہوئے دوبارہ اپنے قطعی فیصلہ کی تائید کی اور اسے تکرار فرمایا۔ سب سے اہم اعتراض جو امام ع خلیفہ عثمان اور ان کی حکومت کے تعلق سے خلیفہ عثمان سے کرتے رہے وہ معاویہ کا شام کے لوگوں پر بعنوان گورنر تسلط باقی رکھنے کے تعلق سے تھا۔ لہذاء جب آپ ع کو اختیار ملا تو معاویہ ابن ابوسفیان کے علاوہ تمام گورنروں کی معزولی کا حکم صادر فرمایا اور معاویہ سے جنگ کے لے تیاری شروع کردی مگر جناب طلحہ و زبیر اور ام المومنین عایشہ کی وجہ سے اس کام میں کچھ دیری ہوئی ۔ امام ع نے پہلے ان کے برپا کئے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور بعد میں معاویہ ابن ابوسفیان کے فساد کو ختم کرنے نکلے ۔

اعتراض : حضرت علی ع کی خلافت کے تعلق سے کہ اجماع کا دعوی کیوں کر صحیح ہے جب کہ کچھ نامورافراد نے بیعت نہیں کی تھی۔

اعتراض : سعدابن ابی وقاص , عبداللہ ابن عمر, اسامہ ابن زید اور محمدابن مسلمہ نے نہ بیعت کی اور نہ جنگ جمل میں شرکت کی۔

جواب: یہ بات مشہور اور صحیح ہے کہ ان افراد نے جنگ جمل میں حضرت علی ع کے لشکر میں شامل ہونے سے انکار کیا اور جنگ سے دوری اختیار کی, مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ان لوگوں نے بیعت بھی نہ کی تھی۔

ابومخنف لوط بن یحیا ازدی (وفات ۱۵۷ ہجری) نے اپنی کتاب جنگ جمل میں روایت نقل کی ہے کہ جب امیرالمومنین ع نے بصرہ کی جانب (جنگ جمل) حرکت کا ارادہ کیا تو اطلاع ملی کہ سعدابن ابی وقاص, اسامہ ابن زید, محمد بن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر لشکر کے ہمراہ حرکت کرنے تیار نہیں ہیں۔امیرالمومنین ع نے پیغام بجھوایا کہ میری بیعت تم لوگوں کی گردن پر ہے اس کے باوجود میں تمہیں مجبور کرنا نہیں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ لشکر میں رہو, مگر لشکر میں شامل نہ ہونے کی وجہہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

سعدابن وقاص نے کہا: میں اس جنگ میں شرکت کرنا پسند نہیں کرتا۔ مجھے اس بات

کا خوف ہے کہ میں کسی مومن کو قتل کر ڈالوں۔ اگر مجھے ایسی تلوار دی جائے جو مومن و کافر کا فرق ظاہر کر سکے تو میں ہمراہ چلنے تیار رہوں۔

اسامہ نے جواب دیا کہ آپ ع میری نظر میں اللہ کی سب سے محترم شخصیت ہیں میں نے اللہ کی بارگاہ میں وعدہ کیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کے خلاف جنگ نہ کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں میں نے مشرکوں کے خلاف ایک جنگ میں شرکت کی تھی۔ میں نیزہ لے کر ایک مشرک کی طرف دوڑا، اس نے ڈر کر لا الہ الا اللہ زبان پر جاری کیا، میں نے اس پر توجہ نہ دی اور اسے نیزہ سے ہلاک کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ص نے مجھ سے سوال کیا: اے اسامہ کیا تم نے لا الہ کی گواہی دینے والے کو بھی قتل کر دیا؟۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے اپنی نجات کی خاطر زبان پر لا الہ جاری کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: کیا تمہیں اسے قتل کرتے ہوئے اللہ کا خوف نہ ہوا؟۔ اسامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کافروں کے خلاف جنگ میں شرکت کرو اور اگر جنگ مسلمانوں کے درمیان ہو تو اپنی تلوار کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالو۔

عبداللہ ابن عمر نے کہا: میں اس جنگ کی کچھ حقیقتوں سے واقف نہیں ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے مجبور نہ کیجئے کہ میں اس جنگ میں شرکت کروں۔

امیرالمومنین ع نے ان سے پوچھا کیا تم لوگ میری بیعت میں نہیں ہو؟۔انھوں نے جواب دیا کہ ہیں۔اس پر امام ع نے فرمایا: جاؤ اللہ مجھے تم سے بے نیاز کردے گا۔

علماء اسلام نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا کہ سعد ابن ابی وقاص کو مولا علی ع سے حسد تھا, جس کی وجہ سے اس نے شرکت سے انکار کیا تھا۔وہ دوسرے خلیفہ کی شوراء کا ممبر تھا, جناب طلحہ وزبیر کی طرح وہ بھی خلافت کی تمنا رکھتا تھا۔

اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے زمانے میں لشکر کا سردار بنایا تھا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان پر سرداری عطا کی تھی۔اسامہ جانتا تھا کہ مولا علی ع اسے وہ منصب عطا نہ کریں گے جو گذشتہ تین خلافتوں میں اسے ملا تھا۔اور وہ گذشتہ کے واقعات سے خوف زدہ بھی تھا۔اسلئے اسامہ نے شرکت نہیں کی۔

محمد بن مسلمہ خلیفہ سوم کے مخصوص دوستوں میں سے تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ جناب طلحہ وزبیر کے ساتھ رہے اور یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ جناب طلحہ وزبیر کے دشمنوں کی بھی مدد کرے لہذا اس نے جنگ میں شرکت نہ کی۔

جناب عبداللہ ابن عمر کو مولا علی ع سے خاندانی دشمنی تھی۔مولا علی ع نے اس کے بھائی عبیداللہ ابن عمر کے قتل کو جس نے ہرمزگان (قاتل خلیفہ دوم کے دوست) کو بلا کسی جرم کے قتل کیا تھا قصاص کے عنوان سے جائز قرار دیا تھا۔عبید اللہ

اپنے بھائی کی مدد سے شام فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔مولا علی ع کے خلیفہ ہونے کی بعد سے عبداللہ ابن عمر پر وحشت طاری تھی۔

یہ تاریخی حقایق ہیں جن کی وجہ سے ان افراد نے جنگ جمل میں شرکت نہ کی تھی۔ اگراس حقیقت کے باوجود کوئی یہ خیال کرے کہ ان کی عدم شرکت ان حضرات کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے تھی تو ان افراد کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد نے علنی طور پر دشمنی کا اظہار کیا اور بیعت نہ کی۔ان میں زید ابن ثابت, حسان ابن ثابت, مروان ابن حکم, جناب عبداللہ ابن زبیر, فرزندان حضرت عثمان ابن عفان, بنی امیہ کے قبیلہ کے افراد جو تیسرے خلیفہ کے قتل کے وقت خلیفہ کے گھر پر موجود تھے, سب شامل ہیں۔ یہ سب کے سب بنی ہاشم سے دشمنی میں شہرت رکھتے تھے زمانہ جاہلیت میں اور اسلام لانے کے بعد بھی لہذاء ان سب نے مولا علی ع کی مخالفت کی۔اس مخالفت کے باوجود حضرت علی ع کی خلافت کو ان کی دشمنی اور انکار بیعت سے کسی قسم کا خدشہ وارد نہ ہوا (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ ۵۱تا۵۵)۔

مولا علی ع چاہتے تھے کہ ظلم وستم ختم ہو جائے مگر قریش اپنی دشمنی کو آخری حد تک پہنچائے ہوئے تھے اور ہر طرف سے مولا علی ع کے خلاف سرکشی و نافرمانی شروع ہو گئی۔کچھ افراد نے بیعت کی مگر ساتھ نہ دیا اور کنارہ کشی اختیار کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

جنگ جمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنگ جمل مسلمانوں کے دو گرہوں میں ہوئی پہلی لڑائی ہے جس کی حقیقی وجہہ مسلمانوں کا خود ساختہ تین خلافتوں میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کی تعلیمات سے اس قدر دور ہو جانا کہ جب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل نمونہ سیرت وسنت خلافت وحکومت پر فائز ہوا تو مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ نے پہلے دن سے ہی مخالفت شروع کر دی تھی۔اس واقعہ کے وجود میں آنے کے تفصیلی واقعات کا مطالعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۲۵ سال بعد کے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کی واضح تصویر کی عکاسی کرسکتا ہے البتہ بشرطہا وشروطہا۔۔۔

ہم پر یہ الزام بھی ہے کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ کے سیاہ اوراق کو پیش کرنا چاہتے ہیں جبکہ دنیا کی دوسری قومیں اپنے روشن وشان دار واقعات کو دنیا کے سامنے لا کر داد تحسین حاصل کرتی ہیں۔

اس قسم کے اعتراض کرنے والوں سے ہمارا سوال ہے کہ تاریخ اسلام کی وہ عظیم شخصیتیں جن کے احسان تلے اسلام دبا ہوا ہے , ان پر مسلمان نما دنیا طلب قدرت پسند سیاست دانوں نے ظلم کیا ہو , ان کا حق غصب کیا ہو اور انھیں شہید کیا ہو تو کیا اسے آج ہم بیان بھی نہیں کر سکتے ؟ ان پر ظلم کرنے والوں سے نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتے ؟!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلافت کے آغاز کے فوراً بعد حکم صادر فرمایا کہ تمام مال و دولت اور زمینات جسے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان نے اپنے خاندان کے افراد کو یا غیروں کو بغیر کسی وجہ و حق کے بخشا ہے اسے بیت المال لوٹا دیا جائے۔ اگر کسی نے اسے اپنی زوجہ کا مہر قرار دیا ہو یا اس مال سے کنیز خریدی ہو تب بھی اسے لوٹانا پڑے گا۔ اس حکم کے ساتھ ہی جن افراد کے دلوں میں یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ تیسری خلافت میں بیت المال سے حاصل کیا ہوا مال و دولت وزمین واپس بیت المال کو لوٹانا پڑے گا اور مولا علی ع کی خلافت میں بیت المال کو لوٹنے اور اپنی آرزوں کے پورا ہونے کی امید نہیں رہی تھی جیسے جناب طلحہ و جناب زبیر و معاویہ ابن ابوسفیان اور انکے مددگار مروان ابن حکم اور عبداللہ ابن عامر وغیرہ نے حضرت علی ع کی خلافت وحکومت کے خلاف سرکشی و بغاوت کر کے خلیفہ حضرت عثمان ابن عفان کے خون کے مطالبہ کے بہانے جنگ جمل کا آغاز کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم و تعلیمات کی خلاف ورزی کی ایک بڑی مثال جنگ جمل ہے۔ اس جنگ کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کرنے سے قبل کچھ حقایق کا جاننا

ضروری ہے۔

۱۔جنگ جمل مسلمان کے دو گروہوں کے درمیان پہلی جنگ ہے جس میں مختلف روایات کے مطابق ۶ تا ۲۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

۲۔جنگ جمل کے وجوہات اوراس کے نتائج کے تعلق سے بہت کتابیں لکھی گئیں ہیں چنانچہ فہرست ندیم کے مطابق ۱۱ کتابیں صرف پہلی اوردوسری صدی ہجری میں لکھیں گئیں۔ان میں سے اکثر مصنفین کا قلم سیاسی حالات اور اپنے دور کی حکومتوں کے زیراثر رہا۔خاندن زبیر کا اثر دوران خلافت جناب عبداللہ ابن زبیر کم مدت کے لئے سہی مگر رہا۔بنی امیہ اور بنی مروان کا اثر تقریباً ایک صدی تک رہا۔اس کے بعد بنی عباسیوں کی خلافت رہی اوراس جنگ کے تعلق سے ان کا اپنا نتیجہ فکر مصنفین پر اثرانداز ہوتا رہا۔

۳۔اس کے علاوہ مسئلہ امامت وخلافت مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان مختلف نظریات رکھتا ہے۔ان امور کی وجہ سے جنگ جمل کے وجوہات ونتائج کو موردتجزیہ وتحلیل کرنے والوں پر عادل امام وحاکم کے خلاف موضوع خروج و قیام بھی مختلف حکم رکھتا تھا۔

۴۔ام المومنین حضرت عایشہ و جناب طلحہ و جناب زبیر بھی اس گروہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے جس گروہ میں معاویہ ابن ابو سفیان ومروان ابن حکم قرار

پاتے تھے اور جن کے فساد کو آسانی سے مورد بحث قرار دیا جا سکتا تھا۔حضرت عایشہ بنت ابوبکر بعنوان ام المومنین عوام کے ذہنوں میں ایک خاص احترام رکھتی تھیں۔جناب زبیر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولا علی ع کی پھوپی کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔جناب طلحہ کو بھی روایات میں شہید زندہ کا لقب دیا گیا تھا۔مسلمان اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ جنگ احد میں جناب طلحہ نے اپنے ہاتھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سپر قرار دیا تھا۔لہذا ان کا قیام خلیفہ وقت حضرت علی ع کے خلاف اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل کے باوجود ان کے خلاف صحیح فیصلہ کرنا اور انھیں مورد الزام قرار دینا مسلمانوں کے لئے دشوار رہا بلکہ بہت سے مسلمان اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے توبہ کرلی تھی اور اللہ کی بخشش ورحمت کے سزاوار ہو گئے ہیں۔

۵۔چونکہ جنگ جمل کے دوران ہی جناب طلحہ و جناب زبیر کی موت واقع ہوگئی اور اس کے کچھ عرصہ بعد جناب عبداللہ ابن زبیر نے مرگ یزید ابن معاویہ کے بعد حجاز کے علاقہ پر خلافت حاصل کرلی تھی لہذا جناب عبداللہ کے اقتدار اور تیسرے خلیفہ کے طرفداروں کی غلط بیانی کی وجہ سے یہ سمجھا یا گیا کہ مولا علی ع کے خلاف قیام ضروری تھا۔

ان تمام مسائل کی وجہ سے جنگ جمل کے تعلق سے حقیقت اس طرح واضح نہ ہوسکی جیسی ضرورت تھی۔ حتی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی کچھ شک وشبہات اور سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ یہ تحریر جنگ جمل کے تعلق سے پیدا ہونے والے اکثر سوالات کا جواب دے سکے تاکہ حقیقت جاننے والے مسلمان کو صحیح فیصلہ کرنے میں مددگار ثابت ہو۔

اس تحریر میں جہان اسلام کے علمی روشن چہروں کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کے تمام فرقے اس تحریر کی صداقت پر اطمینان حاصل کرسکیں اور اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ تاریخی واقعات کی بنیاد پر تجزیہ وتحلیل کرکے عقل و منطق کی روشنی میں نتیجہ مطالعہ کرنے والوں کی خدمت میں پیش کردیا جائے۔

اس تحریر کا اہم مقصد تاریخی حقایق کومستند ذرائع سے پیش کرکے مظلومیت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کومسلمانوں کے سامنے واضح کرنا ہے تاکہ روشن ہو جائے کہ مال ودولت و مقام کی خاطر دنیا پرست مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی تصویر سیرت وعلم واخلاق کوکس طرح ہوای نفس کے گردوغبار میں ناقابل شناخت بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

مخالفت کی ابتداء:

ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی ع کی بیعت بعنوان خلیفہ چھارم ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری روزجمعہ انجام پائی۔دوسرے دن حضرت ع نے مسجد میں خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حکومت کی بنیادی سیاست کو بیان فرمایا جو سب کے لئے یکساں عدل وانصاف پر مبنی تھی۔اس خطبہ کوسن کر دنیا پرست نام نہاد مسلمان حضرت علی ع سے دوری و دشمنی اختیار کرنے لگے۔اس خطبہ کوابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد۲صفحہ ۱۷۱پر نقل کیا ہے۔مولاعلی علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔میں تم لوگوں کے اصرار پر کراہیت کے ساتھ حکومت کوقبول کیا ہوں۔

۲۔جان لو کہ تم سب امتحان کی منزلوں سے گذرو گے۔مشکلات ومصیبتیں تاریک راتوں کی طرح تم پر سایہ ڈالے ہوئے ہیں اوراس کو صرف صابر,اہل بصیرت اور بیدار افراد ہی برداشت کرسکتے ہیں۔

۳۔میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں قاطعانہ عمل کرتا تھا اب بھی اسی طرح عمل کرونگا(میں وہی علی ع ہوں)۔اپنے دائیں وبائیں جانب دیکھ کر فرمایا: جان لو کہ تم میں سے کچھ افراد کو دنیا نے اپنے میں ڈبو لیا ہے, وہ زمین و

جائیداد کے مالک بن گئے ہیں۔انہوں نے نہریں کھدوائی ہیں اور بہترین گھوڑوں پر سواری کرتے ہیں, نازک بدن کنیزوں کو اختیار کیا ہے جو ان کے لئے ذلت ورسوائی کا ذریعہ بنی ہیں۔ جب میں ان سے ان چیزوں کو لے لوں گا جس میں یہ ڈوب گئے ہیں اوران کوان کا حقیقی حق دیدوں گا جسے وہ خود جانتے ہیں توان کے رنج و غضب کا سبب بنے گا اور فریاد کریں گے کہ ابوطالب ع کے بیٹے نے ہمیں ہمارے حق سے محروم کر دیا۔

مھاجرو انصار میں سے جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے اگر وہ سمجھتا ہے کہ صحابیت کی وجہ سے وہ دوسروں سے برتر ہے تو یہ جان لے کہ وہ برتری کل اللہ تعالی کی بارگاہ میں رہے گی اوراس کی جزاء وانعام اللہ سے ملے گا (ہم سے اس امتیاز کی توقع نہ رکھو)۔

جو کوئی اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کرے , ہمارے عقیدہ کی تصدیق کرے, ہماری دین میں داخل ہوکر ہمارے قبلہ کی طرف اپنا رخ کرے وہ اسلام کے حقوق اور حدود کا حقدار ہے لہذا تم سب اللہ کے بندے ہو اور مال ودولت بھی اللہ کی ملکیت ہے جو تم سب میں مساوی تقسیم ہوگا۔اس تعلق سے کسی کو کسی پر برتری وفضیلت نہیں ہے۔متقی و پرہیزگار بندوں کو قیامت میں اللہ کی بارگاہ سے بہترین انعام اور اعلی ترین ثواب عطا ہوگا۔اللہ نے دنیا میں

متقی و پرہیز افراد کے لئے انعام وثواب قرار نہیں دیا ہے بلکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک بندوں کے لئے بہتر ہے۔

کل تم لوگ میرے پاس آو جو مال و دولت بیت المال میں ہے اسے تم میں مساوی تقسیم کرونگا۔سب آئیں کوئی عرب یا غیر عرب چھوٹ نہ جاے, چاہے اسکا نام لکھا ہو یا نہ لکھا ہو سب کو ملے گا, میزان مسلمان اور آزاد (غلام نہ ہو) ہونا ہے۔تمہارے لئے اور اپنے لئے اللہ کی بارگاہ میں بخشش کی دعاء کرتا ہوں۔

دوسرے دن لوگ بیت المال پر جمع ہوئے۔حضرت علی ع نے بیت المال کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع کو حکم دیا کہ پہلے مہاجرین کو بلاؤ اور ہر ایک کو ۳ دینار دو ان کے بعد انصار کو بلاؤ اور ہر ایک کو ۳ دینار دو۔

اس وقت سھل بن حنیف نے آگے بڑھکر عرض کیا: یا امیر المومنین ع یہ میرا غلام ہے۔کل تک غلام تھا آج میں نے اسے آزاد کر دیا۔مولا علی ع نے فرمایا: ہم اسے بھی تمہارے برابر ۳ دینار دینگے۔

جناب طلحہ , جناب زبیر , جناب عبداللہ ابن عمر, سعید ابن عاص, مروان ابن حکم کے علاوہ کچھ قریشی اور غیر قریشی افراد نے بیت المال سے ۳ دینار کا اپنا حصہ قبول نہ کیا اور مولا علی ع کے مخالفت شروع کر دی۔

اس تقسیم کے دوسرے دن مولا علی ع مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اطراف مسلمان حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ جناب طلحہ و جناب زبیر مسجد میں داخل ہوئے اور مولا علی ع سے دور مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ان کے فوراً بعد مروان, سعید اور جناب عبداللہ ابن زبیر مسجد میں داخل ہوئے اور جناب طلحہ و جناب زبیر کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ان کے بعد کچھ اور قریش آئے وہ بھی ان کے گروہ میں شامل ہو گئے۔یہ افراد کچھ دیر تک آپس میں آہستہ گفتگو کرتے رہے, اس کے بعد ولید ابن عقبہ ان کا پیغام لے کر حضرت علی ع کی خدمت میں آئے اور حضرت ع سے گفتگو کی۔مولا علی ع کا جواب سن کر ولید اپنے دوستوں کے پاس لوٹے اس واقعہ کے بعد سے وہ سب مولا علی ع کی مخالفت و دشمنی پر اتر آئے۔

کچھ دن بعد جب اس گروہ کی مخالفت ظاہر ہونے لگی تو عمار بن یاسر, ابو ایوب انصاری و سہل ابن حنیف اور کچھ افراد حضرت علی ع کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب طلحہ وجناب زبیر کے گروہ کے تعلق سے عرض کیا کہ اس گروہ کے افراد نے آپ سے کئے گئے وعدہ کو توڑ دیا ہے اور سب آپ کی مخالفت پر اتر آئے ہیں۔ہم کو بھی مخالفت اور عھد توڑنے کے لئے اصرار کر رہے تھے لہذاء آپ اس تعلق سے جو مناسب سمجھتے ہیں اقدام فرمائے۔

بیت المال کی تقسیم میں آپ نے جو برابری اختیار کی اس کی وجہ سے یہ ہوا ہے اور اب حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کو عنوان بنا کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر گمراہ و جاہل افراد کو اپنے ہمراہ کرنا چاہتے ہیں۔حضرت علی ع ان افراد کی گفتگو سننے کے بعد تلوار کمر سے لٹکائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالی کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

اللہ کی بارگاہ میں برترین شخص اور منزلت کے لحاظ سے مقرب ترین وہ ہے جو اللہ کے احکامات کی بہترین طریقہ پر اطاعت و پیروی کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر بہترین طریقہ پر عمل کرے اور اللہ کی کتاب کو بہترین طور پر زندہ رکھے۔ہمارے نزدیک اگر کسی کو امتیاز و برتری ہے تو اللہ اور رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی وجہ سے ہے۔ہمارے درمیان اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے گئے عھد و پیمان اور انکا عمل موجود ہے جسے سوائے جاہل اور حق سے منکر شخص کے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔اللہ تعالی نے فرمایا: اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم ہی نے تمہارے گروہ اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (سورہ الحجرات آیت ۱۳)۔

اس کے بعد مولا علی ع نے اپنی آواز کو اونچی کر کے فرمایا :اللہ تعالی کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اگر اس سے انکار کرو تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

فرمایا: اے مہاجر و انصار کے گروہ کیا تم اسلام اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا احسان جتاتے ہو؟ بلکہ یہ اللہ ہے جس نے تم پر احسان کیا ہدایت کے ذریعہ۔

اس گفتگو کے بعد فرمایا: میں ابوالحسن ہوں (جب آپ غضبناک ہوتے تو اپنے کو ابوالحسن کہہ کر پہچنواتے تھے) سنو ! جان لو یہ دنیا جس کی تم تمنا رکھتے ہو اور اس کی طرف رغبت کرر ہے ہو تم کو غضب میں لا رہی ہے۔ یہ تمہارا حقیقی گھر نہیں ہے یہ وہ منزل نہیں ہے جس کے لئے تم خلق کئے گئے ہو۔لہذاء اس تعلق سے تمہیں منع اور اس کے ضرر سے باخبر کرنے کے باوجود یہ بات تمہیں مغرور نہ کر دے اور جو نعمتیں تمہیں اللہ نے دی ہیں انھیں صرف خود کے لئے قرار نہ دو۔ بیت المال کے تعلق سے جو تقسیم عمل میں آئی کسی کو کسی پر برتری نہیں ہے وہ اللہ کا مال ہے اور تم بھی اللہ کے مسلمان بندے ہو۔ہم سب اللہ کی کتاب کے آگے سر تسلیم خم کر چکے ہیں قرآن اللہ اور ہمارے درمیان عھد و پیمان ہے۔ جو کوئی اس بات پر ناراض ہے وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے۔اللہ کے اطاعت گذار اور اللہ

کا حکم ماننے والے حاکم کو نہ کسی کا خوف ہے اور نہ کسی سے وحشت۔

اس بیان کے بعد امیرالمومنین ع نے ممبر سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور عمار بن یاسر و عبدالرحمن بن حسل قریشی کو جناب طلحہ و جناب زبیر کے پاس بھجوا کر (جو مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے) اپنے قریب بلوایا (شرح ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۱۷۲)۔

جناب طلحہ و جناب زبیر کے امام ع کی خدمت میں آنے پر امام ع نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم دونوں اپنی مرضی سے میرے پاس نہیں آے تھے اور مجھے بیعت کی دعوت نہ دی جبکہ میں نے بیعت لینے سے اکراہ ظاہر کیا؟

دونوں نے جواب دیا: ہاں یہ سچ ہے۔

فرمایا: نہ تم مجبور تھے اور نہ تم پر زور ڈالا گیا بلکہ تم نے اپنی مرضی و رغبت سے میری بیعت کی اور میرے ساتھ وعدہ کیا۔

دونوں نے جواب دیا: ہاں صحیح ہے۔

فرمایا: پھر کس بات پر تم اب یہ راستہ اختیار کئے ہو؟

انھوں نے کہا: ہم نے بیعت کی تھی کہ آپ (حکومت کے) کاموں میں ہم سے مشورہ کریں، ہماری رائے اور ہمارا نظریہ معلوم کئے بغیر کوئی کام انجام نہ دیں۔

آپ خود ہماری دوسروں پر برتری وفضیلت سے واقف ہیں مگر بیت المال تقسیم کرتے وقت ہم سے مشورہ کئے بغیر اور ہماری رائے جانے بغیر اپنی مرضی سے بیت المال تقسیم کردیا اور ہمارے حق کو اہمیت نہ دی۔

مولاعلی ع نے فرمایا: تمہاراغصہ اور تمہاری ناراضگی کم ہے جبکہ تمہاری توقع بہت زیادہ ہے لہذاء اللہ تعالی سے اس تعلق سے معافی مانگو تاکہ اللہ تمہیں بخش دے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کیا میں نے تمہارے حق سے منع کیا ہے, کیا اس تعلق سے تم پر میں نے ظلم کیا ہے؟

دونوں نے کہا: نہیں ! ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

امام ع نے سوال کیا: کس عمل پر تم کو اعتراض تھا اور کس بات پر خفا ہوئے ؟

انھوں نے جواب دیا: ہماری ناراضگی کی وجہ آپ سے تقسیم بیت المال کے تعلق سے ہے کہ آپ نے حضرت عمر ابن خطاب کے طریقہ تقسیم کی مخالفت کی۔ آپ نے تقسیم بیت المال میں ہمارے حق کو دوسروں کے برابر قرار دیا جو ہمارے برابر نہیں ہیں۔ ہم نے اپنی تلواروں اور نیزوں سے اسلام کو پھیلایا اور ہم نے یہ مال و دولت دشمنان اسلام کے قبضہ سے تلوار کے زور پر حاصل کیا۔

مولاعلی ع نے فرمایا: تم نے جو یہ اعتراض کیا کہ کیوں ہم سے مشورہ نہیں کیا تو سنو قسم ہے پروردگار کی میں حکومت حاصل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا تم

لوگوں نے مجھے مجبور کیا۔ مجھے اس بات کا خوف ہوا اگر میں تم لوگوں کی درخواست کو قبول نہ کروں تو امت اسلامی میں اختلاف ہو جائے گا۔

جب مجھ پر ذمہ داری ڈالی گئی تو میں نے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو پیش نظر رکھ کر عمل کیا۔ مجھے تمہاری یا کسی اور کے مشورہ یا رائے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ایسی صورت حال پیش آے کہ اس تعلق سے قرآن اور رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے رہنمائی نہ مل سکے اور تم سے مشورہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو میں مشورہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرونگا۔

بیت المال سے مساوی اور عادلانہ تقسیم کے تعلق سے یہ کام بھی میں نے اپنی طرف سے انجام نہیں دیا۔ میں نے اور تم دونوں نے بھی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اسی طرح عمل فرماتے تھے اور اس بات کی گواہی اللہ کی کتاب بھی دیتی ہے, وہ کتاب جس میں باطل کا گزر نہیں ہے۔

اور یہ بات جو تم نے کہی کہ وہ مال جسے تم نے اپنی تلوار و نیزوں سے اسلام و مسلمین کو دلوایا اسے اب میں تم میں اور دوسروں میں مساوی طور پر تقسیم کر رہا ہوں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے حیات میں جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور اپنی تلواروں و نیزوں سے اسلام کی نصرت کی, انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم بیت المال کے موقع پر

دوسروں پر برتری عطا نہ کی۔اللہ تعالی سابقون اور مجاہدوں کو انعام قیامت کے دن عطا فرمائے گا۔قسم ہے پروردگار کی میرے پاس تمہارے لئے اور دوسروں کے لئے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ۱۷۳)۔

جناب طلحہ و جناب زبیر اس عادلانہ تقسیم سے ناراض ہوگئے وہ بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے کا ارادہ کرچکے تھے کہ معاویہ ابن ابوسفیان کے خط نے ان کو اس کام کو انجام دینے میں دلیر اور ارادہ میں مضبوط کردیا۔معاویہ ابن ابوسفیان نے جناب زبیر ابن عوام کے نام خط لکھا کہ :

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ برائے بندہ خدا زبیر (امیرالمومنین) از معاویہ بن ابی سفیان ۔

سلام ہوتم پر ۔ میں نے اہل شام سے تمہاری خلافت کے لئے بیعت لے لی ہے ۔ تمام شامی تمہاری بیعت کے لئے ایسا ہجوم کئے جیسے دودھ دینے والے جانور دودھ دینے کے لئے ہجوم کرتے ہیں اور یہ لوگ تمہاری بیعت کے لئے ہم پر زور ڈال رہے ہیں ۔تم صرف کوفہ اور بصرہ کو اپنی حفاظت میں رکھوتا کہ علی ع کے ہاتھ میں نہ چلے جائیں ۔کیونکہ ان دوشہروں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد دوسری زمینوں کی اہمیت نہ رہے گی ۔ میں نے جناب طلحہ کو تمہارا ولیعھد قرار دیا ہے

اورتمہارے بعد ان کی بیعت کرونگا۔حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کے عنوان سے قیام کرو اور لوگوں کو اسی کے لئے دعوت دو۔اس کام میں سچی لگن کے ساتھ اتحاد کو باقی رکھو۔اللہ تمہیں کامیابی عطا کرے اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل کرے (الامام علی صوت العدالتہ الانسانیہ صفحہ ۹۷۰)۔

جناب زبیر اس خط سے خوش ہوئے اور جناب طلحہ کو بھی دکھلایا وہ بھی مسرور ہوئے۔ان دونوں کو معاویہ ابن ابوسفیان کی خیر خواہی پر ذرا بھی شک نہ ہوا۔

معاویہ ابن ابوسفیان کے خط کے ملنے کے بعد جناب طلحہ وجناب زبیر نے حضرت علی ع کی خدمت میں پہنچ کر بصرہ و کوفہ کی گورنری کا تقاضہ کیا۔

ابن قتیبہ دینوری اپنی کتاب الامامۃ والسیاسہ میں لکھتے ہیں:

حضرت علی ع کی بیعت کے کچھ دن بعد جناب طلحہ وجناب زبیر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آے اور عرض کیا: کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے آپ کی بیعت کس شرط پر کی ہے؟

امیر المومنین ع نے فرمایا: ہاں !اس شرط پر کہ میری اطاعت وفرمان برداری کرو گے۔جو بھی حکم دیا جائے کہو گے ہم نے سنا اور اطاعت کریں گے جس طرح تم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان کی بیعت کی تھی۔

انھوں نے کہا: نہیں ! ہمارا مقصد یہ تھا کہ حکومت میں آپ کے ساتھ شریک

رہیں گے۔

حضرت علی ع نے فرمایا: تم لوگ تو گفتگو میں اور مشکلات میں مظبوطی سے جمے رہنےاور مدد کرنے میں بھی ناتوان و کمزور ہو۔

جب انھیں یقین ہوگیا کہ حضرت علی ع انھیں حکومت میں شریک نہیں کریں گے تو شکایت وسرکشی وبغاوت شروع کردی۔

جناب زبیر ابن عوام نے قریش سے کہا: جانتے ہو علی ع نے ہمیں کیا صلہ وانعام دیا ہے؟ ہم نے ان کے لئے قیام کیااور حضرت عثمان کی حکومت کے زمانے میں ہم نے خلیفہ کے لئے گناہ ثابت کرکے اس کے قتل کے اسباب پیدا کئے جبکہ علی ع اپنے گھر میں بیٹھے رہے, اب جبکہ علی ع اپنے مقصد ومقام کو حاصل کرچکے تو ہمیں محروم کردیا۔

جب ان کا اعتراض وشکایت حضرت علی ع تک پہنچی تو امیرالمومنین ع نے عبداللہ ابن عباس کو بلوایااوران سے فرمایا: تم نے ان دو افراد کی بات سنی؟

عبداللہ بن عباس نے کہا: ہاں! وہ حکومت چاہتے ہیں۔ جناب زبیر بصرہ کی حکومت اورجناب طلحہ کوفہ کی۔

مولاعلی ع نے فرمایا: ان کی حکومت دنیائے اسلام اور مسلمانوں کے لئے بڑا خطرہ ہے۔اے ابن عباس ان دوشہروں میں فوجی افراداور دولت زیادہ ہے

اگر یہ دو افراد عوام کے سر پر سوار ہو جائیں تو نادان و کم عقل افراد کو لالچ دیکر, کمزور افراد کو دھوکا دے کر, قدرت مند افراد کو اپنے ہمراہ کر کے تسلط پیدا کر لینگے ۔اگر میں اپنے ذاتی نفع نقصان کے لئے کسی کو چاہتا تو معاویہ ابن ابو سفیان کے ذمہ یہ کام کرتا اور انھیں شام کی حکومت دے دیتا۔اگر یہ دو حکومت کے لئے زیادہ حرص و شوق نہ رکھتے تو ان کو میں حکومت عطا کر دیتا مگر ان کی حرص و لالچ دیکھ کر ان کو کچھ نہ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے (الامامۃ والسیاسہ جلد اصفحہ ۴۹ و ۵۰)۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد ان دونوں نے حضرت علی ع کی خدمت میں آ کر عمرہ انجام دینے کی اجازت مانگی۔مولا علی ع نے فرمایا: نہیں! تم لوگ عمرہ کے لئے نہیں جا رہے ہو۔

جناب طلحہ و جناب زبیر نے قسم کھائی کہ عمرہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔

مولا علی ع نے دوبارہ فرمایا: تم عمرہ نہیں کرنا چاہتے ہو بلکہ خیانت اور بیعت توڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

ان دونوں نے پھر قسم کھائی کہ بیعت توڑنے یا کسی مخالفت کا ارادہ نہیں ہے صرف عمرہ انجام دینا چاہتے ہیں۔

حضرت علی ع نے ان دو سے کہا کہ اپنی بیعت کو دوبارہ انجام دو۔ انھوں نے دوبارہ بیعت کی اور محکم ومضبوط عھد و پیمان کو اپنی زبان پر جاری بھی کیا۔
مولا علی ع نے انھیں اجازت دی اور وہ دونوں جب وہاں سے چلے گئے تو موجود اصحاب سے فرمایا کہ قسم ہے اللہ کی ان کو نہ دیکھو گے مگر فتنہ وفساد اور مسلمانوں کا خون بہاتے ہوئے۔
جناب طلحہ وجناب زبیر مدینہ منورہ سے خارج ہونے کے بعد جس کسی سے ملاقات کرتے کہتے کہ اب علی ابن ابی طالب ع کی بیعت اور اس تعلق سے کوئی عھد و پیمان ہماری گردن پر نہیں ہے۔ ہم نے اکراہ و جبر سے بیعت کی تھی۔
حضرت ع کے سامنے جب ان کی گفتگو دہرائی گئی تو فرمایا: قسم ہے پروردگار کی یہ دونوں بدترین حالت میں مارے جائیں گے۔ یہ عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں بلکہ بیعت توڑنے اور میری مخالفت کی غرض سے نکلے ہیں۔ یہ مجھ سے ملاقات کریں گے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اور اس جنگ میں یہ مارے جائیں گے۔ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو (زندگانی امیر المومنین علیہ السلام۔ سید ہاشم رسولی محلاتی صفحہ ۳۴۹)۔

ام المومنین حضرت عایشہ اور تیسرے خلیفہ کے خون کا مطالبہ:

جب خلیفہ مسلمین حضرت عثمان ابن عفان کا مدینہ منورہ میں قتل ہوا, اس وقت حضرت عایشہ بنت ابوبکر حج بجالانے کے لئے مکہ مکرمہ میں تھیں اور ہر جگہ مسلمانوں کو خلیفہ حضرت عثمان کے قتل کے لئے آمادہ کررہی تھیں۔ ابن ابی الحدید نے مدائنی سے روایت کی ہے کہ جب خلیفہ کے قتل کی خبر ام المومنین کو دی گئی تو فورا مدینہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا۔ وہ سمجھ رہی تھیں کہ خلیفہ عثمان کے بعد مسلمان جناب طلحہ کی بیعت کریئں گے لہذاء بہت خوش تھیں۔ جب شراف کے مقام پر پہنچیں اور مدینہ سے آنے والے عبید بن ابی سلمہ لیثی سے مدینہ کے حالات دریافت کئے تو جواب ملا کہ خلیفہ قتل کردئے گے۔

سوال کیا کہ اس کے بعد کے واقعات بیان کرو تو عبید نے کہا: گردش حالات نے لوگوں کو بہترین رہبر عطا کیا اور لوگوں نے علی ابن ابی طالب ع کی بیعت کی۔ ام المومنین نے کہا اگر ایسا ہوا ہے تو آسمان زمین پر گر پڑے, خاک پڑے تجھ پر کیا کہہ رہا ہے؟

عبید نے کہا: حقیقت یہی ہے جو میں نے بیان کی اے ام المومنین!۔ خدا گواہ ہے خلافت وحکومت کے لئے ان سے زیادہ مناسب کوئی نہیں ہے۔ کوئی کسی بھی فضیلت وشرف میں ان کے مثل نہیں ہے۔ آپ ان کے خلافت سے کیوں رنجیدہ

ہیں؟ ام المومنین نے کوئی جواب نہ دیا(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۷۷)۔

قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے کہ جس سال حضرت عثمان کا قتل ہوا, ام المومنین عایشہ حج کے لئے گئی تھیں میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جیسے ہی خلیفہ عثمان کے قتل کی خبر سنی مدینہ کی طرف سفر شروع کیا, راستہ میں جناب طلحہ کو یاد کر کے اپنے آپ سے کہتی تھیں" ناز کروں صاحب انگشت پر" اور خلیفہ عثمان کا نام لیکر کہتی تھیں: "اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے" یہ سلسلہ جاری تھا کہ راستہ میں حضرت علی ع کے خلیفہ ہونے کی اطلاع ملی۔ حضرت علی ع کی بیعت سن کر ام المومنین نے کہا: اگر آسمان زمین پر گر پڑتا تو اس سے بہتر تھا۔

اس کے بعد حکم دیا کہ سواریوں کو واپس مکہ کی طرف موڑ دیا جائے۔ مکہ کی طرف حرکت کرتے ہوئے ام المومنین کہتی جاتی تھیں: ابن عفان مظلوم قتل کیا گیا۔

قیس بیان کرتا ہے کہ میں نے ان سے کہا: اے ام المومنین ابھی تو آپ کہتی تھیں اللہ اپنی رحمت کو حضرت عثمان سے دور رکھے۔ اس سے قبل ان کے تعلق سے بدترین باتیں کرتی تھیں اور ان کے تعلق سے سب سے زیادہ آپ غضبناک تھیں۔

ام المومنین عایشہ نے کہا: ہاں سچ ہے مگر اب ان کے تعلق سے سوچتی ہوں تو متوجہ

ہوئی کہ لوگوں نے انھیں توبہ کروائی۔توبہ کے بعد وہ چاندی کی طرح سفید بے داغ ہوگئے اور محترم مہینہ میں روزہ کی حالت میں ان پر حملہ کر کے قتل کیا گیا (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۷۷)۔

ام المومنین عایشہ لوٹ کر مکہ گییٔں اور مسلمانوں کو جمع کر کے کہا: اے لوگو حضرت عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ خدا کی قسم میں ان کے خون کا مطالبہ کروں گی۔کبھی یہ کہتی تھیں اے قریش حضرت عثمان قتل ہوئے ان کے قاتل علی ابن ابی طالب ع ہیں خدا کی قسم حضرت عثمان کی ایک انگلی یا زندگی کی ایک رات علی ع کی تمام عمر سے بہتر ہے(الانساب جلد۵ صفحہ۹۱)۔

ابن ابی الحدید اور دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب طلحہ وجناب زبیر کو اطلاع ملی کہ ام المومنین حضرت علی کی خلافت کی خبر سن کر مکہ مکرمہ لوٹ گییٔں تو ان دونوں نے حضرت عایشہ کے لئے خط لکھ کر جناب عبداللہ ابن زبیر کے ذریعہ بھجوایا۔خط میں لکھا کہ حضرت علی ع کے خلاف اپنی مخالفت کو آشکار کریں اور جناب طلحہ وجناب زبیر کے لئے لوگوں سے بیعت لیں۔خط کو پڑھنے کے بعد حضرت عایشہ نے لوگوں کو خلیفہ حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ اور جناب طلحہ و جناب زبیر کی بیعت کی دعوت دی۔

ام المومنین عایشہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے عوام کو خلیفہ عثمان کے

خلاف کرنے کی ابتداء کی۔ حضرت عایشہ نے خلیفہ کو نعثل کا نام دیا اور کھلے عام کہتی تھیں نعثل کو مار ڈالو۔ خلیفہ کے قتل کے بعد اور حضرت علی ع کے خلیفہ کے عنوان سے منتخب ہونے کی اطلاع ملتے ہی حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کرنے والوں میں شامل ہو کر جنگ جمل برپا کی۔

حضرت عثمان سے حضرت عایشہ کی مخالفت اس وقت شروع ہوئی جب خلیفہ سوم نے خلیفہ دوم حضرت عمر ابن خطاب کے عمل کی مخالفت کرتے ہوئے تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو بیت المال سے مساوی دینا شروع کیا۔

حضرت عمر ابن خطاب نے بیت المال سے حضرت عایشہ کو دوسری ازواج سے زیادہ مقرر کیا تھا جسے حضرت عثمان ابن عفان نے ختم کر دیا تھا۔

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ جب خلیفہ محاصرہ میں تھے, ام المومنین عایشہ حج کے لئے مکہ جانے کی تیاری کر رہی تھیں مروان ابن حکم, زید ابن ثابت اور عبدالرحمن بن عتاب ام المومنین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا :

اے مومنین کی ماں! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مدینہ میں رک جائے کیونکہ آپ دیکھ رہی ہیں کہ خلیفہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ آپ کے مدینہ میں رہنے سے خلیفہ سے یہ خطرہ دور ہو جائے گا۔

حضرت عایشہ نے کہا : میں نے سامان سفر باندھ لیا ہے یہاں نہیں رک سکتی۔

انھوں نے دوبارہ درخواست کی کہ مدینہ میں رک جائیں ۔ ام المومنین نے بھی وہی جواب دیا۔ مروان ابن حکم یہ سن کر رنجیدہ اور غصہ کی حالت میں باہر جاتے ہوئے ام المومنین کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے شعر پڑھا۔

حضرت عایشہ نے کہا: مجھے شعر سے مثال دے رہے ہو۔ خدا کی قسم میں چاہتی ہوں تم اور وہ جس کے لئے تم آئے ہو دونوں کے پیروں سے چکی کے پاٹ باندھ کر دریا میں ڈوبو دیا جائے اور میں مکہ چلی جاوں۔

اس واقعہ کے تعلق سے بلاذری نے لکھا کہ حضرت عایشہ نے کہا: میں مکہ و حج کے سفر کے لئے تیار ہوگئی ہوں ۔ اسے اپنے پر واجب کرلی ہوں۔ خدا کی قسم یہاں نہیں رکوں گی ۔ میں چاہتی ہوں کہ حضرت عثمان کو ایک تھیلے میں باندھ کر ساتھ لے جا کر دریا میں ڈال دوں۔

ام المومنین عایشہ نے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان کی نہ صرف مدد نہ کی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابہ کو ان کے خلاف تحریک بھی کیا۔

طبری نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس خلیفہ حضرت عثمان کے حج کے نمائندہ کے عنوان سے مدینہ سے باہر نکلے اور صلصل (مدینہ کے قریب ہے) کے مقام پر ام المومنین عایشہ سے ملاقات کی۔

حضرت عایشہ نے ابن عباس سے کہا: تم صاحب عقل و فہم ہو اور تمہاری گفتگو میں

اثر بھی ہے میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس شخص (خلیفہ عثمان) کو لوگوں کی نظر میں ذلیل وخوار کر کے پیش کرو اور لوگوں کے ذہنوں میں اس کے تعلق سے بدگمانی وشک وشبہ پیدا کر دو تا کہ لوگ اس سرکش و باغی سے دوری اختیار کریں۔لوگ بیدار ہو چکے ہیں روشنی ونور ان پر ظاہر ہو چکا ہے اور دوسرے شہروں سے بھی آ چکے ہیں۔میں نے دیکھا ہے کہ جناب طلحہ نے بیت المال کی کنجی لے لی ہے اور حفاظت کے لئے لوگوں کو بیت المال پر رکھا ہے اگر جناب طلحہ کو حکومت مل جائے تو اپنے چچا کے بیٹے حضرت ابو بکر بن ابو قحافہ کی طرح لوگوں سے عدل وانصاف کا برتاؤ کرینگے۔

ابن عباس نے جواب دیا: اے ماں !اگر خلیفہ عثمان کے لئے کوئی حادثہ پیش آئے تو لوگ سوائے ہمارے آقا علی ابن ابی طالب ع کے کسی اور کی پناہ اختیار نہیں کرینگے۔

حضرت عایشہ ابن عباس کی گفتگو سے رنجیدہ ہوئیں اور ابن عباس کو جھڑک کر کہا یہاں سے دور ہو جاؤ میں تم سے بحث ومباحثہ کرنا نہیں چاہتی۔ (الغدیر جلد ۹ صفحہ ۷۸و۷۹)۔

ولید بن عقبہ جو خلیفہ عثمان کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے کثرت سے شراب نوشی و زنا کرتے تھے, ایک دن صبح مستی کی حالت میں نماز پڑھانے کے لئے مسجد

میں آئے اور صبح کی نماز ۴ رکعت پڑھا دی۔ نمازیں اور رکوع وسجود میں عاشقانہ شعر بلند آواز سے پڑتے رہے اور نماز کے سلام کے بعد محراب مسجد میں گر کر قئی کر دئے۔

ولید کی شکایت کرنے کے لئے کچھ کوفہ کے مسلمان خلیفہ کی خدمت میں پہنچے , خلیفہ نے ان کی شکایت پر اقدام کرنے کے بجائے انھیں یہ کہکر ڈرایا دھمکایا کہ تم لوگ اپنے امیر وحاکم پر تہمت لگا رہے ہو اور اگر دوسرے دن صبح تک مدینہ میں رہو گے تو سزا دی جائے گی۔ کوفہ کے ان افراد نے خلیفہ کے خوف سے ام المومنین عایشہ کے پاس پناہ حاصل کی۔ دوسرے دن صبح جب خلیفہ مسجد کی طرف جارہے تھے تو ام المومنین عایشہ نے اپنے حجرے سے خلیفہ پر غم وغصہ کا اظہار کیا۔ خلیفہ نے سوال کیا کہ کیا عراق کے فاسق گانا گانے والوں کو حضرت عایشہ کے گھر کے علاوہ کوئی اور پنا گاہ نہ مل سکی؟

جب ام المومنین عایشہ نے اس بے ادبانہ وگستاخ گفتگو کو سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین دکھاتے ہوئے کہا کہ ابھی یہ پرانے نہیں ہوئے اور تم نے دین میں تبدیلیاں لادیں۔ اس کے بعد کچھ پتھر خلیفہ کے گھر کی طرف پھینکے۔ مسلمان اس وقت جمع ہو گئے تھے بعض نے ام المومنین عایشہ کی حمایت کی اور بعض نے کہا کہ عورت کو حق نہیں ہے کہ وہ حکومت کے معملات میں دخل انداز ہو اور خلیفہ

کے مکان پر پتھر پھینکے (تاریخ ابوالفد جلد اصفحہ ۱۷۶۰۔الاصابہ جلد۳صفحہ ۶۳۸ ۔تاریخ الخلفاء۱۴۰۔السیرہ الحلبیہ جلدصفحہ۴۱۳) ۔

تاریخ ابوالفداء میں نقل ہے کہ ام المومنین عایشہ بھی لوگوں کے اعتراض کا ساتھ دیتے ہوئے خلیفہ پر شدید اعتراض کرتی تھیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن, سر کے بال نکال کر خلیفہ و لوگوں کو دکھاتیں اور کہتیں: یہ پیراہن وبال پرانے نہیں ہوئے اور حضرت عثمان نے دین کو بدل ڈالا۔ام المومنین عایشہ دوسرے مسلمانوں کی طرح لوگوں کو دینی احساسات کی بنیاد پر خلیفہ عثمان کے خلاف تحریک کرتی تھیں تا کہ حضرت عثمان کے بعد جناب طلحہ کو خلافت مل سکے۔

(طرحہای رسالت جلد۳صفحہ۶۰)

ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے کہ جس کسی نے بھی سیرت وتاریخ پر کتاب لکھی وہ جانتے تھے کہ ام المومنین عایشہ خلیفہ عثمان کی سخت ترین مخالفین سے تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کو اپنے گھر میں لگا رکھا تھا, جو کوئی ان کے گھر آتا اس سے کہتیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس ابھی پرانا نہیں ہوا مگر خلیفہ عثمان نے ان کے دین اور ان کی سنت کو بدل ڈالا۔اس طرح حضرت عایشہ نے ایک منظم منصوبہ مسلمانوں کو تحریک کرنے کا شروع کر رکھا تھا۔وہ پہلی فرد ہیں جنھوں نے خلیفہ کو نعثل کا نام دیا کہتی تھیں اس بوڑھے بیوقوف

کو قتل کر دو۔

کہتی تھیں نعثل کو اللہ مار ڈالے۔ام المومنین عایشہ کے خلیفہ کو نعثل کہنے کے نتیجہ میں عام مسلمان بھی اس قدر جری ہو گئے تھے کہ وہ بھی خلیفہ کو گستاخانہ نام سے یاد کرتے تھے۔

علامہ امینی تحریر فرماتے ہیں کہ روایات سے واضح ہے کہ ام المومنین عایشہ خلیفہ عثمان سے اسقدر نفرت کرتی تھیں کہ خلیفہ کے جلد از جلد نابود ہونے کی دعاء کرتی تھیں۔ان کی خواہش تھی کہ خلیفہ کے پیر سے ایک بڑے پتھر کو باندھ کر خلیفہ کو دریا میں ڈال دیا جائے یا وہ خود خلیفہ کو ایک بڑے تھلے میں باندھ کر سمندر کی موجوں کی نظر کر دے۔حضرت عایشہ کی خواہش تھی جو لوگ خلیفہ کے خلاف جمع ہوئے ہیں خلیفہ کو ان کے حوالے کر دے تا کہ وہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اس طرح امت مسلمہ کو ذلت ورسوائی سے نجات ملے۔اسی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس، نعلین اور بال دیکھا کر اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانات کے ذریعہ بیدار کر کے خلیفہ کے خلاف سفر وحضر میں تحریک کرتی رہتی تھیں۔ام المومنین کی دوسری خواہش یہ تھی کہ خلافت ان کے چچا زاد بھائی جناب طلحہ کو ملے تا کہ خلافت پھر سے خاندان تیم میں لوٹ آئے۔

ام المومنین نے جس وقت خلیفہ کے قتل کی خبر سنی تو کہا کہ یہ اس کے اعمال کی سزا ہے اللہ کسی پر ظلم وستم نہیں کرتا مگر جیسے ہی اطلاع ملی کے اللہ کی خلافت اپنے بلند مقام پر لوٹ آئی ہے چونکہ یہ حضرت علی ع سے رغبت نہیں رکھتی تھیں اور اپنے مقاصد کو مولا علی ع کی خلافت میں حاصل ہوتا نہیں دیکھ رہی تھیں اس لئے کہا: کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اور اس کے ساتھ ہی خلیفہ کی موت پر افسوس اور اسے بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش شروع کی اور آخر کار اس کے خون کے مطالبہ کے عنوان سے لشکر کشی کی تیاری شروع کر دی (الغدیر جلد ۹ صفحہ ۸۴ تا ۸۶)۔

سب سے پہلے جس نے حضرت عایشہ سے حضرت عثمان ابن عفان کے خون کے مطالبہ کو سنا وہ عبداللہ ابن عامر تھے اس کے بعد سعید ابن عاص اور ولید ابن عقبہ بھی ان کے ہمراہ ہو گئے (طبری جلد ۵ صفحہ ۳۰۹۸)۔

جناب طلحہ و جناب زبیر کا ام المومنین عایشہ کے مطالبہ خون خواہی میں شریک ہو جانا:

جناب طلحہ ابن عبید اللہ اور جناب زبیر ابن عوام ان چھ افراد میں سے ہیں جنھیں خلیفہ دوم حضرت عمر ابن خطاب نے شوراء خلافت میں قرار دیا تھا اور اس طرح خلافت وحکومت کی تمنا ان کے نفس میں ڈال دی تھی ۔ اس وجہ سے وہ خود کو

حضرت علی ع کے برابر قرار دیکر اپنے عمل وتحریکات کو مولا علی ع کے خلاف حق بجانب اور صحیح ومنطقی سمجھنے لگے تھے۔

جناب طلحہ کوفہ میں اور جناب زبیر بصرہ میں ایسے افراد رکھتے تھے جو ان کی بیعت کے لئے آمادہ تھے مگر اہل مدینہ کی مخالفت نے انھیں مجبور کردیا تھا کہ حضرت علی ع کی بیعت کو قبول کریں۔

معاویہ بن ابو سفیان شام میں اپنا اقتدار باقی رکھنے کی غرض سے چاہتے تھے کہ حضرت علی ع کی حکومت میں فتنہ برپا کرنے کے لئے لوگوں کو مختلف طریقوں سے تحریک کریں چنانچہ معاویہ ابن ابوسفیان نے جناب زبیر کو امیرالمومنین کا لقب دے کر خط لکھا (اس سے قبل بھی اس خط کو پیش کر چکا ہوں)۔

جناب زبیر اس خط سے خوش ہوئے اور جناب طلحہ کو بھی دکھلایا وہ بھی مسرور ہوئے۔ان دونوں کو معاویہ ابن ابوسفیان کی خیر خواہی پر ذرا بھی شک نہ ہوا (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۲۳۱)۔

جنگ جمل برپا ہونے کے وجوہات میں ایک وجہہ ام المومنین عایشہ کی آرزو تھی کہ جناب طلحہ کو خلافت ملے چونکہ جناب طلحہ کا تعلق خاندان بنی تیم سے تھا۔ وہ کہتی تھیں اگر جناب طلحہ کو خلافت ملی تو وہ اپنے چچا زاد بھائی خلیفہ حضرت ابوبکر کی طرح عدل وانصاف سے کام لیں گے۔

طلحہ ابن عبید اللہ کو پہچنوانے کے ضمن میں ہم اپنی کوشش حضرت علی علیہ السلام کی گفتگو سے شروع کرتے ہیں۔حضرت ع نے فرمایا:

واللہ طلحہ کی جلدی خون حضرت عثمان کے مطالبہ کے لئے اس لئے تھی کے کہیں خود وہ حضرت عثمان کے قاتل کےعنوان سے نہ پہچان لیا جائے کیونکہ وہ خود اس معرکہ میں سب سے پیش پیش تھےاور سب سے زیادہ اصرار انہی کا حضرت عثمان کےقتل کے لئے تھا۔جناب طلحہ اس مطالبہ کے ذریعہ خلیفہ کے خون کو اپنے دامن سے دھونا چاہتے تھےاور لوگوں کے ذہنوں کو شک وشبہ میں ڈالنے کے لئے یہ مطالبہ شروع کیا۔خدا کی قسم جناب طلحہ نے وہ تین راستے جو قابل وضاحت واصلاح تھے اسے اختیار نہیں کیا بلکہ نہایت غلط اور غیر قابل وضاحت راستہ کو اختیار کیا ہے۔

حقیقت تین حالات سے باہر نہیں ہیں۔پہلی صورت یہ کہ جناب طلحہ خلیفہ کوظالم وستم گر سمجھتے تھے۔ چنانچہ جناب طلحہ یہی عقیدہ رکھتے تھےلہذا ءان کو ہمیشہ خلیفہ کے قاتلوں کے ساتھ ہونا چاہئے تھااور خلیفہ کے دوستوں کی مخالفت اوران سے دوری اختیار کرنی چاہئے تھی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ خلیفہ کو مظلوم سمجھتے تھے۔اگر ایسا عقیدہ تھا تو خلیفہ کی حیات میں ان لوگوں کے ساتھ ہوتے جنھوں نے خلیفہ سے دفاع کیااور خلیفہ کے

قابل اعتراض کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے لوگوں کو سمجھانے اور ساکت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

تیسری صورت یہ کہ وہ خلیفہ کے تعلق سے شک وحیرت میں تھے۔اگر ایسا تھا تو وہ خلیفہ سے دور رہتے دوسرے لوگوں کو اس مسئلہ کو حل کرنے دیتے۔کسی قسم کا عمل خود سے انجام نہ دیتے۔

جناب طلحہ نے ان تین راستوں میں سے کسی راستے کو اختیار نہ کیا بلکہ خلیفہ کی حیات میں مخالفین اور دشمنوں کے گروہ میں تھے جو خلیفہ کے قتل پر لوگوں کو تحریک کر رہے تھے۔خلیفہ کے قتل کے بعد ان پر فدا ہونے والے دوستوں کے گروہ میں شامل ہو کر ان کے خون کا مطالبہ کرنے والوں میں داخل ہو گئے لہذاء ان کا یہ عمل قابل وضاحت نہیں ہے (نہج البلاغہ جلد ا صفحہ ۳۲۳)۔

جناب طلحہ ابتداء سے خلیفہ پر اعتراض کرنے والوں میں تھے:

جناب طلحہ خلیفہ کے عمل پر اعتراض کرتے تھے چنانچہ ایک واقعہ طبری نے نقل کیا ہے کہ جناب طلحہ نے ایک قطعہ زمین خلیفہ کو سات لاکھ درہم میں فروخت کی, خلیفہ نے وہ رقم نقد فورا جناب طلحہ کے لئے بھجوادی۔ جناب طلحہ نے تعجب کیا کہ اتنی بڑی رقم کیوں کوئی اپنے پاس رکھتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس اگر کچھ رقم ہوتی تو وہ رات کو تقسیم کرنے سے قبل نہیں سوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی گلیوں میں گھومتے اور مستحق تک رقم پہنچا کر سوتے تھے, صبح ان کے پاس کچھ نہ ہوتا۔

جناب طلحہ لوگوں کو خلیفہ کے خلاف تحریک کرتے تھے:

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ طلحہ خلیفہ کے خلاف لوگوں کو تحریک کرنے والوں میں پیش پیش تھے اور ان کے بعد زبیر ابن عوام ہی تھے۔ روایت ہے کہ ایک دن خلیفہ نے کہا کہ افسوس ہے حضرمیہ کے بیٹے (یعنی طلحہ) پر میں نے اسے زیادہ سونا دیا ہے تا کہ وہ شاندار زندگی بسر کرے مگر وہ میرا خون بہانے کے لئے لوگوں کو آمادہ کر رہا ہے۔ اللہ اسے منصب خلافت سے محروم رکھے اور ظلم کا نتیجہ اسے چکھائے۔

طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ خلیفہ کے گھر کے محاصرہ کے بعد ابن عباس خلیفہ کے گھر گئے بہت دیر تک گفتگو کرنے کے بعد خلیفہ ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کے دروازہ کے قریب لے گئے تا کہ وہ دروازہ کے پیچھے سے محاصرہ کرنے والوں کی گفتگو سن سکیں۔ ہم نے سنا بعض افراد کہہ رہے تھے اور کس چیز کا انتظار ہے؟ کیوں اقدام نہیں کرتے ؟ اور بعض کہہ رہے تھے کچھ اور مہلت دو شاید حضرت عثمان اپنے ارادہ کو بدل دیں۔

اسی وقت جب ہم یہ گفتگو سن رہے تھے جناب طلحہ وہاں سے گزرے اور ایک مقام

پر ٹھہر کر محاصرہ کرنے والوں سے سوال کیا کہ ابن عدیس کہاں ہے؟ ابن عدیس محاصرہ کرنے والے گروہ کا رہبر تھا۔اس کی نشان دہی کسی نے کی اور جناب طلحہ ان کے قریب پہنچے اور آہستہ سے اس سے گفتگو کی۔اس کے بعد ابن عدیس نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: اس لمحہ سے کسی کو حضرت عثمان سے ملنے, ان کے گھر میں داخل ہونے یا گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دو۔

عبداللہ ابن عباس نے کہا یہ سن کر خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ یہ جناب طلحہ کا حکم ہے۔اللہ مجھے جناب طلحہ کے شر سے محفوظ رکھے۔وہ اس گروہ کو میرے خلاف تحریک کر رہا ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ وہ قتل کیا جائے اور اپنی تمنا حاصل نہ کر سکے (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۷۔الغدیر جلد ۹ صفحہ ۹۲)۔

جناب طلحہ نے خلیفہ کی آزادی کی مخالفت کی:

بلاذری نے ابی مخنف اور دوسرے مورخین سے نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے خلیفہ کا محاصرہ کیا تھا سعید بن عاص نے خلیفہ کی نجات و آزادی کے لئے مشورہ دیا تھا کہ وہ احرام پہن کر لبیک کہتے ہوئے گھر سے خارج ہو کر مکہ کے لئے سفر کرے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کرے گا اور جان بھی محفوظ رہے گی۔جب اس کی اطلاع محاصرہ کرنے والوں کو ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہم خلیفہ کا پیچھا اس

وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ نہ کردے۔طلحہ نے محاصرہ کو سخت تر کردیا کہ روٹی اور پانی تک خلیفہ تک جانے نہ پائے۔حضرت علی ع اس عمل سے شدید غضبناک ہوئے اور پانی بجھوانے کا انتظام فرمایا (الانساب بلاذری جلد۵ صفحہ ۷۱)۔

خلیفہ کے قتل کے دن جناب طلحہ بطور ناشناس حملہ کرنے والوں میں شامل تھے:

خلیفہ عثمان کے قتل کے تعلق سے لکھی گئی کتابوں میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جس دن خلیفہ کا قتل ہوا اس دن جناب طلحہ نے سر و صورت کو کپڑے سے اس طرح لپیٹ لیا تھا کہ پہچانا نہ جائے اور اپنے لباس پر بھی کپڑا لپیٹ لیا تھا۔اس دن طلحہ نے خلیفہ کے مکان کی طرف تیر پھینکے اور جب گھر کا دروازہ بند کرلیا گیا تھا کہ کوئی داخل نہ ہو اس وقت طلحہ نے اپنے کاندھے پر حملہ آوروں کو سوار کر کے گھر کی دیوار پر چڑھایا اور انھوں نے چھت پر سے گھر میں اتر کر خلیفہ کو قتل کیا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۴۰۴۔الغدیر جلد۹ صفحہ ۹۳)

طلحہ نے خلیفہ کو دفن ہونے نہیں دیا:

جناب طلحہ کو خلیفہ سے اس قدر نفرت و کینہ تھا کہ ایک عام مسلمان کے برابر بھی ان کے لئے حق و احترام گوارا نہ کیا وہ خلیفہ کے جنازہ کو دفن ہونے سے منع کرتے رہے۔حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم نے حضرت علی ع سے جنازہ

کے دفن کے لئے مدد مانگی مگر طلحہ نے لوگوں کو بھجوایا کہ وہ جنازے پر اور جنازہ لے جانے والے افراد پر پتھر برسائیں۔ چنانچہ جب خلیفہ کے جنازے کو چند رشتہ دار دفن کے لئے لے جارہے تھے اس پر پتھر برسائے گئے۔ حضرت علی ع نے کچھ افرد کو بھیج کرانھیں اس عمل سے روکا۔ مغرب وعشاء کی نماز کے درمیان جنازہ کولیکر چلے, جنازہ کے ہمراہ مروان ابن حکم, خلیفہ کی بیٹی کا علاوہ خلیفہ کے تین غلام تھے۔ مسلمانوں کے قبرستان کی دیوار کے باہر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر کے لوٹ گئے (تاریخ طبری جلد۵ صفحہ۱۳۹)۔

مروان ابن حکم نے جناب طلحہ کو قاتل قرار دیا:

جناب طلحہ کی شرکت خلیفہ کے قاتلوں کے گروہ میں اسقدر واضح وروشن تھی کہ خلیفہ کے قریبی افراد جناب طلحہ کو تنہا قاتل قرار دیتے تھے چنانچہ مروان نے جب جناب طلحہ کو خلیفہ کے خون کے انتقام کے عنوان سے ہلاک کیا (جنگ جمل کے واقعات میں تفصیل سے بیان ہوگا) اور اعلان کیا کہ میں اس کے بعد خلیفہ کے خون کا مطالبہ نہیں کروں گا کیونکہ میں نے قصاص حاصل کرلیا اور خلیفہ کے قاتل کو قتل کر چکا ہوں۔

حاکم نے مستدرک میں عکراش سے نقل کیا ہے کہ وہ اورجناب طلحہ حضرت علی ع سے جنگ کرر ہے تھے اور مروان بھی ہمارے ساتھ تھے۔ میں اور مروان ابن

حکم میدان جنگ سے بھاگ گئے۔مروان نے مجھ سے کہا کہ اب میں مطالبہ خون حضرت عثمان نہیں کروں گا کیونکہ میں نے طلحہ کو تیر سے ہلاک کر دیا ہے (مستدرک حاکم جلد۲صفحہ ۳۷۰)۔

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ عبدالملک ابن مروان نے کہا اگر میرے باپ مجھ سے نہ کہے ہوتے کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا تو میں طلحہ کی ساری اولاد کو خون حضرت عثمان کے بدلے میں قتل کر دیتا اور کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔

جناب زبیرابن عوام:

خلیفہ دوم حضرت عمرابن خطاب نے طلحہ ابن عبید اللہ کی طرح جناب زبیر کو بھی شوراء خلافت کا رکن بنا کران کے نفس میں بھی خلافت کی تمنا ڈال دی تھی۔

ابن ابی الحدید معتزلی جناب زبیر کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ جناب طلحہ کی طرح جناب زبیر بھی خلیفہ کے قتل کے لئے لوگوں کو شدید انداز میں تحریک کرتے رہے۔زبیر کہتے تھے قتل کردو اسے کہ اس نے تمہارے دین کو تبدیل کر دیا ہے۔جب زبیر سے کہا گیا کہ تمہارا بیٹا تو خلیفہ کی حمایت کرتا ہے تو زبیر نے جواب دیا میں خلیفہ کے قتل سے پیچھے نہیں ہٹوں گا اگر مجھے اپنے بیٹے کو بھی قتل کرنا پڑے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۴۰۴)۔

طلحہ و زبیر کے تعلق سے علامہ امینی مصنف الغدیر کی تحقیق :

علامہ امینی الغدیر جلد ۹ صفحہ ۱۰۹ پر جناب طلحہ و جناب زبیر کے تحریک آمیز رویہ کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ تقریبا ۵۰ احادیث کے مطالعہ کے بعد یہ مطلب حاصل ہوا کہ خلیفہ مسلمین عثمان ابن عفان کے خلاف تحریک بغاوت کی بنیاد رکھنے والے طلحہ و زبیر تھے ۔انھوں نے بغاوت کے شعلوں کا رخ خلیفہ عثمان کی طرف پھیر دیا اور خلیفہ کا خون بہانے کے لئے اپنے لئے کوئی رکاوٹ محسوس نہ کی ۔عام مسلمان کے لئے جو چیزیں اسلام نے حرام قرار دی ہیں ان چیزوں کو انھوں نے خلیفہ کے لئے جایئز قرار دیا اسلئے وہ خلیفہ کے قتل کو مباح قرار دیتے تھے ۔طلحہ کے تعلق سے حسب ذیل چیزوں کو ثابت کیا جا سکتا ہے :

۱۔طلحہ نے خلیفہ پر پانی بند کروایا اور انھیں پانی پینے سے محروم کر دیا جبکہ تمام مسلمانوں کو پانی سے استفادہ کا حق ہے ۔

۲۔طلحہ خلیفہ کے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے جبکہ اسلام نے جواب سلام کو ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے ۔

۳۔طلحہ نے ۳ دن تک خلیفہ کو دفن ہونے نہیں دیا جبکہ ہر مسلمان کا جنازہ محترم ہے اور مستحب ہے کہ جلد دفن کیا جائے ۔

۴۔ طلحہ نے حکم صادر کیا کہ خلیفہ کے جنازہ پر اور جنازہ کے ہمراہ افراد پر پتھر برسائے جائیں جبکہ اسلام نے زندہ و مردہ مسلمان کو قابل احترام قرار دیا ہے۔

۵۔ طلحہ نے خلیفہ کے جنازہ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی مخالفت کی اور مجبور کیا کہ یہودیوں کے مقبرہ میں دفن کیا جائے جبکہ ہر مسلمان کو حق ہے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو۔ طلحہ و زبیر کے رویہ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ حضرت عثمان ابن عفان کو اسلام و مسلمانوں کے دائیرہ سے خارج قرار دیتے تھے۔

دوسرے خلیفہ کے بیان کے مطابق طلحہ و زبیر عادل اور اہل بہشت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم صحابی ہیں لہذاء ان دونوں کے عمل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عثمان مسلمان نہ تھے ,اور قابل احترام بھی نہ تھے۔ چنانچہ ایسے کام انجام دیئے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کا قتل جائز تھا لہذاء ان کے خون کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یا یہ ماننا پڑے گا کہ خلیفہ دوم نے غلط کہا تھا کہ طلحہ و زبیر عادل و اہل بہشت ہیں بلکہ وہ دونوں گمراہ تھے اور خلیفہ عثمان مسلمان تھے۔

جناب طلحہ نے اپنے رویہ وعمل کے تعلق سے وضاحت کی ہے :

جناب طلحہ نے قریبی دوستوں کو خلیفہ عثمان کی مخالفت و تحریک برائے قتل اور قتل کے بعد مطالبہ خون کے عنوان سے اپنے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ان کا عمل تحریک حضرت عثمان کے خلاف گناہ ہے جو ان سے سرزد ہوا ہے اب حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کے ذریعہ اس گناہ کو دھونا چاہتے ہیں۔

علامہ امینی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ منطق کئی پہلو سے غلط ہے۔

ا۔ یہ پشیمانی اور نظریہ میں تبدیلی اس شدید و طولانی اور مسلسل تحریکات کے بعد جو طلحہ و زبیر اور ام المومنین عایشہ نے خلیفہ عثمان کے خلاف انجام دئے کسی بھی دین و ایمان کے انسان کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

۲۔ اگر یہ افراد حقیقت میں اپنے عمل سے پشیمان ہوئے ہوں تو ان کے لئے لازم تھا اپنے آپ کو مقتول کے اولیاء کے حوالے کرتے یا خلیفہ وقت کے حوالے کرتے تا کہ ان پر اللہ کا حکم جاری کیا جاتا۔ مگر ان افراد نے اپنا گناہ دھونے کے بجائے مطالبہ خون کی جھوٹی نقاب کے پیچھے بدترین گناہ کے مرتکب ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل وخون کے مرتکب ہوئے اور قیامت تک کے لئے ذلیل و رسواء ہوگئے۔

ان کے بعض گناہوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں :

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکال کر میدان جنگ میں لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کو ختم کر دیا اور قران کے حکم کے خلاف ''وقرن فی بیوتا کن'' عمل کر کے اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔

۲۔ طلحہ وزبیر نے اس عمل کے ذریعہ خلیفہ وقت حضرت علی ع کے ساتھ کی گئی بیعت وعھد کو توڑا۔ یہ بیعت و وعدہ معمولی نہ تھا بلکہ اپنے زمانے کے خلیفہ و امام کے ساتھ کیا گیا وعدہ و بیعت تھی۔ نہ صرف بیعت توڑی بلکہ خلافت کو حاصل کرنے اور خلیفہ وقت کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسلح قیام کیا۔

۳۔ طلحہ وزبیر نے مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد اور اختلاف ایجاد کیا جو قدرت وطاقت اسلام کو ترقی دینے کے لئے استعمال ہوسکتی تھی اسے ملک کے اندر اسلام و مسلمین کو نقصان پہچانے کے لئے استعمال کی گئی۔

۴۔ طلحہ وزبیر نے ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے جسے وہ مسلمان قرار نہیں دیتے تھے ہزاورں مسلمانوں کا خون بہایا۔

سونچو ! کیا اسے توبہ کا نام دیا جاسکتا ہے؟ اپنے گناہ کو دھونے کا بہانہ بنا کر اپنی آرزوں کو حاصل کرنے والوں کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں تو ہوگا ہی مگر تو اے میرے پیارے مسلمان کیا آج ان مسلمان نما افراد سے اپنی برائت کا اظہار بھی نہیں کرسکتا؟!

ام المومنین عایشہ کی حضرت علی ع سے مخالفت کی وجہ :

ہم ام المومنین عایشہ بنت ابوبکر کی حضرت علی ع سے مخالفت کی اہم وجوہات کو اہل سنت کے علماء و دانشوروں کی کتابوں سے پیش کرر ہے ہیں ۔ اس موضوع پر مصر کے مشہور ومعروف رایٹر عبدالفتاح عبدالمقصود نے اپنی کتاب الامام علی ع جلدا میں صفحہ ۴۰۱ تا صفحہ ۴۰۶ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ۔

ا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد علیھا السلام جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ۲۵ برس زندگی بسر کی اوراس ۲۵ برس میں رسول ا اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اور سے عقد نہ کیا تھا ۔ اس بی بی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل بھی چلی ۔ ان سے ام المومنین عایشہ کوشدید حسد تھا ۔ وہ خود کہتی تھیں : جس قدر مجھے ام المومنین خدیجہ ع سے حسد رہا ہے اتنا کسی اور رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ سے نہیں رہا اگر چہ کہ میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں بہت یاد کرتے تھے ۔ کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوسفند کو ذبح کیا اور گوشت کو ام المومنین خدیجہ ع کے دوستوں کے گھر بھجوایا ۔ میں نے کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے ام المومنین خدیجہ ع کے علاوہ دنیا میں کوئی اور

نہیں ہے۔۔۔وہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے وہ تھیں۔۔وہ ہیں۔۔۔اور میں ان سے اولاد بھی رکھتا ہوں۔

چونکہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا ام المومنین خدیجہ ع کی صاحبزادی اور حضرت علی ع ان کے شوہر اور ان دو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل چلی, جبکہ ام المومنین عایشہ کی کوئی اولاد نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے بے حد محبت فرماتے تھے لہذا ءان وجوہات کی بنا پر ام المومنین عایشہ کو حضرت علی ع اور فاطمہ ع سے دشمنی و کینہ تھا۔

ام المومنین عایشہ نے بلند آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا: خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ علی ع آپ کے نزدیک میرے باپ سے دو, تین برابر محبوب تر ہیں (مسند احمد ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۷۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید محبت حضرت علی ع اور ان کی اولاد سے, ام المومنین عایشہ کی روح و نفس کو بری طرح متاثر کئے ہوئے تھی چونکہ وہ اولاد سے بھی محروم تھیں۔مولا علی ع, فاطمہ زہراء اور حسنین علیہم السلام سے شدید کینہ کی وجہ سے تمام کوشش یہ تھی کہ خلافت علی ع کے بجائے اپنے باپ حضرت ابوبکر کو ملے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت آخر پیغام بھجوایا تھا کہ وہ مسجد میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز پڑھائیں۔

حضرت فاطمہ زہراء ع سے حسد کی انتہا یہ کہ جب وہ بیمار تھیں تو مدینہ کی تمام عورتیں عیادت کے لئے آیں مگر ام المومنین عایشہ نے عیادت نہ کی اور وفات پر خوشی کا اظہار کیا (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ طرحہای رسالت جلد۳ صفحہ۹۱)۔

۲۔دوسری وجہ یہ تھی کہ چاہتی تھیں کہ دوبارہ خلافت خاندان تیم میں لوٹ آئے۔ طلحہ ابن عبید اللہ ام امومنین کے چچا زاد بھائی تھے۔

مولا علی ع کی حکومت کے مخالفین کا جلسہ مکہ مکرمہ میں:

سب سے پہلے جس نے ام المومنین عایشہ سے حضرت عثمان ابن عفان کے خون کے مطالبہ کو سنا وہ عبداللہ ابن عامر تھے اس کے بعد سعید ابن عاص اور ولید ابن عقبہ بھی ان کے ہمراہ ہو گئے (طبری جلد۵ صفحہ ۳۰۹۸)۔

ابن ابی الحدید اور دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ جب طلحہ و زبیر کو اطلاع ملی کہ ام المومنین حضرت علی ع کی خلافت کی خبر سن کر مکہ مکرمہ لوٹ گئیں تو ان دونوں نے ام المومنین عایشہ کے لئے خط لکھا اور جناب عبداللہ ابن زبیر کے ذریعہ بھجوایا۔ خط میں لکھا کہ حضرت علی ع کے خلاف اپنی مخالفت کو آشکار کریں اور طلحہ و زبیر کے لئے لوگوں سے بیعت لیں۔

طلحہ و زبیر حضرت علی ع سے کی گئی بیعت کے ۴ مہینہ بعد عمرہ کا بہانہ بنا کر

حضرت علی ع سے اجازت لیکر دوبارہ سخت ترین عھد و پیمان کے ساتھ بیعت کر کے مدینہ سے مکہ کے لئے نکلے اور مکہ کے راستے میں جو بھی ملتا اس سے کہتے کہ علی علیہ السلام کی بیعت ہماری گردن پر نہیں ہے اور مکہ پہنچ کر مخالفین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔

مکہ میں مخالفین ام المومنین عایشہ کے گھر پر جمع ہوئے اور حکومت کے خلاف بغاوت اور مسلح قیام کی گفتگو شروع کی۔

ام المومنین نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: اے لوگو ایک بڑا حادثہ پیش آیا ہے اور ایک منکر کام انجام پایا ہے۔اٹھو اور بصرہ کے دوستوں سے مدد حاصل کرو۔اہل شام بھی تمہاری حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔شاید پروردگار خلیفہ عثمان اور دوسرے مسلمانوں کے خون کے نقصان کا بدلا دلوادے۔

طلحہ و زبیر نے کہا ام المومنین آپ ہمارے ساتھ بصرہ چلیے مدینہ کو چھوڑ دیجے اسلئے کہ جو افراد ہمارے ساتھ ہیں وہ ہمارے مخالف شخصیتوں کی جو مدینہ میں ہیں برابری نہیں کر سکتے۔اگر ہم بصرہ جائیں اور آپ ہمارے ساتھ نہ ہوں تو ہماری گفتگو کا اثر نہ ہوگا۔اہل بصرہ ہماری حضرت علی ع سے کی گئی بیعت کو بنیاد بنا کر ہماری مخالفت کریں گے۔اگر آپ ان سے گفتگو کریں تو آپ کی گفتگو کی وہ مخالفت نہیں کر سکتے۔جس طرح آپ نے مکہ کے عوام کو آمادہ کیا اسی طرح بصرہ کے

لوگوں کو بھی قیام پر آمادہ کر کے آرام فرمائے۔اگر اللہ نے آپ کی مرضی کے مطابق حالات کی اصلاح کر دی تو آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں اور اگر نہ ہوا تو ہم سب نے اپنا فرض انجام دیا۔

ام المومنین نے کہا: ہاں میں تمہارے ساتھ بصرہ چلونگی (تاریخ طبری جلد۶ صفحہ ۳۰۹۸ پرنٹ یورپ)۔

ام المومنین عایشہ کو جنگ جمل میں شرکت اور لشکر کی رہبری کے لئے راضی کرنے کے بعد حضرت عمر ابن خطاب کی صاحبزادی ام المومنین حفصہ کے طرف بڑھے تا کہ ان کو بھی شرکت کی دعوت دیں۔ ام المومنین حفصہ نے کہا کہ میرا نظریہ وہی ہے جو ام المومنین عایشہ کا ہے میں ان کی تابع ہوں۔

ام المومنین حفصہ چاہتی تھیں کہ ام المومنین عایشہ کے ہمراہ بصرہ کی طرف سفر کریں مگر ان کے بھائی عبداللہ ابن عمر نے انھیں اس کام سے منع کر دیا(تاریخ طبری جلد۶ صفحہ۳۰۹۸)۔

ام المومنین ام سلمہ کا احتجاج ام المومنین عایشہ سے:

جس وقت ام المومنین عایشہ مکہ کے لوگوں کو حضرت علی ع کی حکومت کے خلاف لشکر کشی کی دعوت دے رہی تھیں, اسی وقت ام المومنین ام سلمہ بھی مکہ میں تھیں وہ ام المومنین اور طلحہ و زبیر کی بغاوت سے مطلع ہوئیں۔لوگوں کو حضرت علی ع

کی طرفداری کی دعوت دینے لگیں۔ یہ دیکھ کر ام المومنین عایشہ ام المومنین ام سلمہ کے پاس آئیں تا کہ انھیں اپنے ہمراہ کر سکے۔ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ام المومنین عایشہ نے کہا کہ اے ابا امیہ کی بیٹی تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی مہاجر زوجہ ہونے کے شرف کے علاوہ ان میں بزرگ ہونے کا بھی مرتبہ حاصل ہے اور جبرئیل زیادہ مرتبہ تمہارے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔

ام المومنین ام سلمہ نے سوال کیا کہ اس گفتگو سے تم کیا کہنا چاہتی ہو؟

ام المومنین عایشہ نے جواب دیا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ خلیفہ عثمان کو قتل کرنے سے پہلے انھیں توبہ کرنے کے لئے کہا گیا۔ انھوں نے توبہ کیا, توبہ کے بعد روزہ کی حالت میں ذی الحجہ کے حرمت والے مہینہ میں ان کو قتل کیا گیا۔ میں نے ان کے خون کے لئے قیام کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ طلحہ و زبیر بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم بھی ہمارے ساتھ ہو جاؤ تا کہ ہمارے توسط سے اس کام کی اصلاح ہو سکے۔

ام المومنین ام سلمہ نے کہا: کل تک تو تم لوگوں کو قتل عثمان کی ترغیب دے رہی تھیں اور بدترین الفاظ ان کے تعلق سے زبان پر جاری کرتے ہوئے انھیں نعثل کا نام دیا۔ تم حضرت علی ابن ابیطالب ع کے مقام و منزلت سے بھی واقف ہو جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے اگر چاہتی ہو تو میں تمہیں یاد دلاؤں۔

ام المومنین عایشہ نے کہا: میں جانتی ہوں۔

ام المومنین ام سلمہ نے کہا: کیا تمہیں یاد ہے وہ دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی ع سے تنہائی میں بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے اور تم ان کے پاس جانا چاہتی تھیں میں نے تم کو جانے سے منع کیا مگر تم نے میری بات نہ مانی, ان کے پاس گئیں اور فورا روتے ہوئے لوٹیں۔ میں نے تم سے رونے کی وجہ پوچھی تو تم نے کہا کہ: میں ان کے پاس گئی وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے میں نے علی ع سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے ہر ۹ دن میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کا موقع ملتا ہے اور وہ ایک دن بھی تم نے لے لیا؟

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید غصہ میں آگئے, چہرہ سرخ ہو گیا اور مجھ سے فرمایا کہ لوٹ جا۔ قسم ہے اللہ تعالی کی جو بھی میرے خاندان سے ہو یا کسی اور خاندان سے علی ع سے بغض رکھے یا علی ع کو غصہ میں لائے وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

جب تم نے یہ سنا تو پشیمان ہو کر روتے ہوئے لوٹ آئی۔ عایشہ نے کہا: ہاں سچ ہے۔

ام المومنین ام سلمہ نے کہا: ایک اور بات تمہیں یاد دلاؤں۔ ایک دن میں اور تم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھے ۔ میں آٹا کھجور و گھی کا حلوا پکا رہی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک دھو رہی تھیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر بلند کر کے فرمایا: اچھا ہوتا اگر مجھے معلوم ہو جاتا تم ازواج میں سے کون اس اونٹ پر سوار ہوگا جس کے منہ پر زیادہ بال ہوں گے اور اس پر ''حواب'' کے کتے بھونکیں گے ۔ وہ صراط مستقیم اور حق سے منحرف ہوگی ۔ جب میں نے یہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تو حلوا پکانا چھوڑ کر کہا میں اس عمل سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ مانگتی ہوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری پیٹھ پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ اس بات سے خوف کر کہ وہ تم نہ ہو ! اے حمیرا میں تم کو خبردار کر رہا ہوں ۔ ام المومنین ام سلمہ سے یہ واقعہ سن کر ام المومنین عایشہ نے کہا: ہاں مجھے یاد ہے ۔

اس کے بعد ام سلمہؓ نے عایشہؓ سے کہا تمہیں ایک اور واقعہ یاد دلاتی ہوں اس سفر کا جس میں تم اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے ۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیمہ میں بیٹھے تھے اور حضرت علی ع درخت کے سائے میں بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کو سی رہے تھے ۔ تمہارے والد اور حضرت عمر ابن خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے آئے اور خیمہ میں

داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ہم دونوں پردہ کے پیچھے گئے اور وہ خیمہ میں داخل ہوئے۔ کچھ دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی مدت تک ہمارے درمیان رہیں گے؟ اچھا ہوتا اگر آپ ہم کو یہ بتا دیتے کہ آپ کے بعد کس کو ہمارے لئے مقرر کر رہے ہیں تا کہ ہم اس سے مراجعہ کرتے اور اس کی پناہ میں رہتے؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے واقف ہوں اگر تمہیں بتاؤں تو تم لوگ اس سے دور ہونے لگے گیں بالکل اسی طرح جس طرح بنی اسرائیل

ھارون ابن عمران سے دور ہو گئے تھے۔

یہ سن کر تمہارے والد اور حضرت عمر ساکت ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت سے رخصت ہو گئے۔اس کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے میں نے جرئت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس کو اپنے بعد لوگوں کے لئے مقرر کرنے والے ہیں؟

فرمایا: انھیں جو میری نعلین سی رہے ہیں۔

ہم خیمہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت علی ع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کو سی رہے تھے ہم نے کہا وہاں پر صرف حضرت علی ع ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا میرا جانشین وخلیفہ وہی ہے ۔
یہ واقعہ سن کر عایشہؓ نے ام سلمہؓ سے کہا: ہاں مجھے بھی یاد ہے ۔
ام سلمہؓ نے کہا : ان تمام واقعات وحقایق کے باوجود حضرت علی ع کے خلاف لشکر جمع کرنا اور خروج کے کیا معنی ہے؟
عایشہؓ نے کہا میرا مقصد لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا ہے ۔
ام سلمہؓ نے کہا: تمہاری جو مرضی کرو (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۷۸ ۔ زندگانی امیر المومنین علیہ السلام ۔ سید ہاشم رسولی محلاتی صفحہ ۳۵۸)
اس گفتگو کے بعد ام سلمہؓ نے حضرت علی ع کی خدمت میں خط لکھ کر طلحہ و زبیر و عایشہؓ کی سرپرستی میں ایک لشکر کے تشکیل پانے اور خروج کے ارادہ سے بصرہ کی طرف حرکت کرنے کی اطلاع دی ۔ خط کے آخر میں لکھا اگر اللہ تعالی نے ہمیں خروج سے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ کی نصرت میں خروج کرتی اب میرے بیٹے عمر ابن ابی سلمہ کو آپکی نصرت کے لئے بھیج رہی ہوں عمر ابن ابی سلمہ ہر جگہ مولا علی ع کی شہادت تک حضرت ع کے ہمراہ تھے (شرح نہج البلاغہ جلد۲ صفحہ ۷۹ ۔ الفائق زمخشری جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)۔

طلحہ و زبیر کے لشکر کے اخراجات کا انتظام:

تیسرے خلیفہ عثمان ابن عفان نے بیت المال سے جو مال و دولت بغیر کسی وجہ کے

اپنے رشتہ داروں کو بخشا تھا وہ اس باغی لشکر کے اخراجات کے لئے کام آیا۔
یعلی بن امیہ خلیفہ عثمان کی طرف سے صنعاء کا حاکم تھا۔اس نے بیت المال کو لوٹا تھا اس نے زبیر کو لشکر کی تیاری کے لئے چھ لاکھ دینار نقد اور ۷۰۰ اونٹ اپنے مال حرام سے دئے تھے (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۱۲۸)۔
عبداللہ بن عامر بھی خلیفہ عثمان کی طرف سے حاکم تھا اس نے بھی یعلی بن امیہ کی رقم کے برابر دیا۔ایک اونٹ یعلی نے بنام عسکر چھ سو درہم میں خریدا جس پر ام المومنین نے محمل باندکر سفر طے کیا(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۹۹)۔
لشکر کے اخراجات اور اسلحہ کی فرہمی کے بعد ام المومنین عایشہ نے مکہ میں لوگوں سے خطاب کیا اور انھیں حکومت امیر المومنین حضرت علی ع کے خلاف تحریک کیا اور لشکر میں شرکت کی دعوت دی۔
شروع گفتگو مشورہ کیا گیا کہ مدینہ جائیں یا کسی اور شہر کا رخ کریں؟ طے پایا کہ مدینہ حکومت کا مرکز ہے اور اس شہر میں وہ کچھ کر نہ پائیں گے۔شام کے لوگوں پر معاویہ ابن ابوسفیان کا تسلط ہے لہذاء پہلے بصرہ جائیں اور وہاں سے کوفہ کا رخ کریں۔
ام المومنین کے منادی نے مکہ میں اعلان کیا کہ عایشہ رض, طلحہ اور زبیر بصرہ کے لئے حرکت کرنے والے ہیں۔جو کوئی چاہتا ہے اسلام کو عزت دے اور خلیفہ

عثمان کے قتل کو جنھوں نے حلال قرار دیا ان سے جنگ کرے تا کہ خلیفہ کے خون کا انتقام لے ان کے لئے سواری, راستہ کی ضروریات اور تمام مخارج فراہم کئے جائیں گے۔وہ مکہ کے باہر ابطح کے مقام پر پہنچ کر لشکر میں شامل ہو جائے (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۹۹)۔ طلحہ و زبیر نے بھی خطوط و قاصد کے ذریعہ کوفہ و بصرہ کے دوستوں کو مکہ آنے کی دعوت دی اور انھیں جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ان کوششوں اور اعلانات کے نتیجہ میں ۳ ہزار کا لشکر تشکیل پایا جو بصرہ کی طرف حرکت کیا (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱۰۱)۔

جب لشکر مکہ کے باہر پہنچا, مروان ابن حکم نے نماز کے لئے اذان دی اور طلحہ وزبیر کے گروہ کے پاس پہنچ کر سوال کیا کہ طلحہ و زبیر میں سے کس کو میں امیر المومنین کہکر سلام کروں اور کون نماز جماعت کی امامت کرے گا؟ عبداللہ ابن زبیر نے اپنے والد زبیر کی طرف اشارہ کیا جبکہ محمد ابن طلحہ نے اپنے والد طلحہ کا نام لیا۔اس طرح وہیں پر اختلاف و گروہ بندی شروع ہو چکی تھی۔ام المومنین نے حکم دیا کہ ان کی بہن کا بیٹا عبداللہ بن زبیر نماز کی امامت کرے گا۔ چنانچہ بصرہ پہنچنے تک نماز کی امامت جناب عبداللہ ابن زبیر کرتے رہے۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱۰۶)۔

لشکر جب ذات عرق کے مقام پر پہنچا, سعید ابن عاص نے لشکر کے سرداروں

سے ملاقات کی۔سعید بن عاص طایفہ بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے ان کا باپ جنگ بدر میں مولاعلی ع کی تلوار سے قتل ہوا تھا۔سعید کو خلیفہ عثمان نے کوفہ کا حاکم قرار دیا تھا۔ایک مرتبہ انہیں معزول کیا گیا تھا اس کے بعد جب دوسری مرتبہ انہیں حاکم بنایا گیا تو کوفہ کے لوگوں نے قبول نہ کیا اور وہ گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہا تھا کسی بھی گروہ میں شرکت سے پرہیز کرتا رہا تھا (الاستیعاب جلد۲ صفحہ ۸)۔ سعید نے اس لشکر میں موجود افراد میں سے ام المومنین عایشہ اور طلحہ و زبیر سے گفتگو کی۔

سعید بن عاص نے ام المومنین سے عرض کیا: اے مومنین کی ماں آپ کہاں جارہی ہیں؟

ام المومنین: میں بصرہ جارہی ہوں۔

سعید: کس لئے کیا مقصد ہے؟

ام المومنین: عثمان رض کے خون کا مطالبہ کرنے کے لئے۔

سعید نے ہنس کر کہا: یہ جو آپ کے ساتھ ہیں یہی خلیفہ عثمان کے قاتل ہیں۔

چونکہ ام المومنین کے پاس اسکا جواب نہ تھا اس لئے سعید سے منہ پھیر لیا اور کچھ نہ کہا!

اس کے بعد سعید مروان کی طرف بڑھا اور سوال کیا: تم بھی بصرہ جاؤ گے؟

مروان: ہاں

سعید: کس لئے؟

مروان: عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرنے کے لئے۔

سعید: طلحہ و زبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ جو تمہارے ساتھ ہیں یہی عثمانؓ کے قاتل ہیں۔ یہ اپنے لئے حکومت چاہتے تھے۔

سعید نے مروان کو مشورہ دیا کہ بصرہ جا کر اپنی اور دوسروں کی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے بجائے خلیفہ کے قاتلوں کو جو لشکر میں موجود ہیں انہیں قتل کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ مروان اور اس کے ہمراہ افراد نے کہا ہم جائیں گے تا کہ سب قاتلوں کو ایک جگہ اور ایک مقام پر قتل کر سکیں (الامامتہ و السیاستہ جلدا صفحہ۶۳)۔

سعید نے طلحہ و زبیر سے تنہائی میں سوال کیا: سچ سچ بتاؤ اگر تم لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تم میں سے کون خلافت کو حاصل کرے گا؟

طلحہ و زبیر نے جواب: جس کسی کو بھی عوام منتخب کریں!

سعید نے کہا: تمہیں چاہیے کہ عثمانؓ کی اولاد کو خلافت سونپ دیں کیونکہ اس کے خون کے لئے قیام کر رہے ہو۔

طلحہ و زبیر نے کہا: ہم بوڑھے مہاجروں کو چھوڑ کر خلافت عثمانؓ کی اولاد کو

دی جائے ؟ (تاریخ طبری جلد۶ صفحہ۳۱۰۲) ۔

طبری نے روایت نقل کی ہے کہ سعید ابن عاص ومغیرہ ابن شعبہ مکہ سے لشکر میں شامل ہونے کے ارادہ سے نکلے , کچھ دور جانے کے بعد سعید نے مغیرہ سے سوال کیا کہ تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

مغیرہ نے جواب دیا: خدا کی قسم ہمیں اس سے دور رہنا چاہئے کیونکہ یہ گروہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوگا اور اگر یہ کامیاب ہوگئے تو ہم کہیں گے کہ ہم نے سستی سے کام لیا مگر ہمارے دل وزبان تمہارے ساتھ تھے ۔اس گفتگو کے بعد دونوں نے لشکر سے دوری اختیار کی ۔سعید مکہ واپس آیا اس کے ہمراہ عبداللہ ابن خالد بھی تھا جبکہ مغیرہ نے طایفہ ثقیف سے کہا: فیصلہ وہی ہے جو سعید نے کیا لہذاء جو کوئی طایفہ ثقیف سے یہاں ہے وہ لوٹ جائے ۔اس طرح ثقیف قبیلہ بھی لوٹ گیا۔

حوآب کے کتوں کا ام المومنین عایشہ رض کو خبردار کرنا:

راستہ کے واقعات میں کا ایک اہم واقعہ جس نے ام المومنین کو بیدار وخبردار کیا تھا وہ حوآب کے مقام پر کتوں کا بھوکنا تھا جس کی پیشن گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کر گئے تھے ۔مورخین واہل حدیث نے مختصر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے کہ

لشکر کو پینے کے لئے پانی کی قلت ہوگئی تھی جو پہلا مقام پانی کی فراہمی کے لئے راستہ میں ملا وہ حوآب کا تھا۔ حوآب کے کتوں نے اس طرح بھونکا اور حملہ کیا کہ ام المومنین کا اونٹ بھی رم ہو گیا۔ لشکر کے کسی سپاہی نے کہا کہ دیکھو حوآب میں کتنے زیادہ کتے ہیں اور کس قدر بھونک رہے ہیں۔

ام المومنین نے یہ سن کر سوال کیا کہ کیا یہ حوآب کے کتے ہیں؟ مجھے واپس بھجوا دو، مجھے واپس بھجوا دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ۔۔۔ اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔

طلحہ و زبیر اور دوسرے افراد نے دیکھا کہ ام المومنین کے لوٹ جانے سے ان کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گیں لہذا مصلحتاً کہا کہ ہم بہت پہلے حوآب سے گذر چکے ہیں۔

ام المومنین نے پوچھا کہ کوئی اس بات کا گواہ بھی ہے؟

۵۰ دیہاتی عربوں کو پیسہ دیکر جھوٹ گواہی دلوائی گئی کہ یہ مقام حوآب نہیں ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۸۰۔ مروج الذهب جلد ۳ صفحہ ۳۵۷)۔

امیر المومنین ع کامدینہ سے بصرہ کے لئے نکلنا:

جس وقت ام المومنین, طلحہ و زبیر اور بنی امیہ کے افراد مکہ میں حکومت کے خلاف لوگوں کو تحریک کررہے تھے اس وقت تاریخ طبری (جلد۶ صفحہ۳۰۹۲) کے مطابق امیرالمومنین ع معاویہ ابن ابوسفیان کو سرکوب کرنے کے لئے لشکر تشکیل دینے کی تیاری کر رہے تھے۔اس کام کے لئے اپنے گورنروں عثمان بن حنیف ,ابوموسی اشعری اورقیس بن سعد کو خط لکھ کر اہل شام سے جنگ کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنے کاحکم دے چکے تھے۔

اس دوران مکہ سے خبر آئی کہ طلحہ و زبیر اور ام المومنین عایشہ مکہ میں خون عثمان رض کے مطالبہ کو عنوان بنا کرلوگوں کوحکومت کے خلاف قیام کی دعوت دے رہے ہیں۔اس خبر کے ملتے ہی امیرالمومنین ع نے خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالی نے اس امت کے گناہ گاروں کے لئے عفوو بخشش کوقرار دیا ہے اور جو دین کے راستہ پر قائم ہیں اور انحراف و لغزش جن سے سرزد نہیں ہوئی انکے لئے نجات وکامیابی قرار دی گئی ہے۔طلحہ و زبیر اورام المومنین میری حکومت وسرپرستی سے ناراض ہیں اورلوگوں کواصلاح کی دعوت دے رہے ہیں۔جب تک ان کاعمل قوم میں تفرقہ واختلاف کا سبب نہیں بنتا میں صبر سے کام لوں گا۔اگروہ اس کام سے رک جائیں میں بھی ٹھہر جاوں گا مگرصرف خبر سن کر ایسا نہیں کروں گا۔

اس خبر اور اس خطبہ کے چند دن بعد اطلاع ملی کہ طلحہ و زبیر اور ام المومنین ایک لشکر لیکر بصرہ کو روانہ ہوئے ہیں تا کہ لوگوں سے ملاقات اور ان کی اصلاح کریں۔
امیرالمومنین ع نے فرمایا: اگر وہ اس کام کو انجام دینے کے لئے قدم اٹھائیں تو مسلمانوں کا نظام بکھر جائے گا اور ان کے ہمارے قریب رہنے سے (مدینہ میں) ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۹۳)۔
مولا علی ع نے ملاحظہ فرمایا کہ مکہ والوں کا اضطراب خلیفہ کے خون کے مطالبہ کے لئے طلحہ و زبیر کی زہر افشانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو مسلمانوں میں شدید اختلاف ڈالدے گا۔ اس اختلاف کی وجہ سے پیدا ہونے والا خطرہ اس وقت معاویہ سے زیادہ ہے کیونکہ وہ شام میں حضرت علی ع سے دور فساد میں مشغول ہے جبکہ طلحہ و زبیر اسلامی حکومت کے مرکز میں تباہی مچا رہے ہیں اور بصرہ و کوفہ دو اہم فوجی مرکز ہیں لہذا ء جس قدر جلد ممکن ہو اس فتنہ کی آگ کو بجھا دیا جائے تا کہ یہ آگ دوسرے مقامات تک نہ پہنچ سکے۔ لہذا ء امام علیہ السلام کو ان کے خلاف قدم اٹھانا چاہیے۔ بعض افراد نے امام ع کو مشورہ دیا کہ طلحہ و زبیر کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان کا پیچھا نہ کیا جائے۔ ان کے مشورہ کو سختی سے رد کرتے ہوئے امام ع نے فرمایا:
خدا کی قسم میں اس جانور کی طرح عمل نہیں کروں گا جو کتوں کے بھوکنے کی آواز سن کر

بھی بیٹھا رہے یہاں تک کہ دشمن اس تک پہنچ جائے اور جو نقشہ اس کے لئے کھینچا گیا ہے وہ اس میں گرفتار ہو جائے۔ بلکہ میں ان افراد کی مدد سے جنھوں نے حق کو قبول کیا ہے ان لوگوں کو شکست دوں گا جنھوں نے حق سے منہ موڑا ہے۔ میں اطاعت کرنے اور حکم ماننے والوں کے ذریعہ سے بغاوت کرنے والوں کو کچلتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا وقت آجائے۔ قسم ہے پروردگار کی جس دن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے اٹھے ہیں اس دن سے میں اپنے حق سے محروم رہا ہوں۔ دوسروں نے میرا حق چھینا اور مجھ سے جھگڑتے رہے۔

مولا علی ع نے اس گفتگو کے ذریعہ اپنے ارادہ کو واضح کر دیا کہ فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہر فساد سے مبارزہ کرتے رہینگے۔

ابو مخنف نے اپنی کتاب جمل میں امیر المومنین ع کے خطبہ کو نقل کیا ہے جسے حضرت ع نے دشمن کے مقصد سے عوام کو واقف کرانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا:

اے لوگوں جیسا کہ تمہیں اطلاع ہے ام المومنین عایشہ بصرہ کی طرف گئی ہیں اور ان کے ساتھ طلحہ و زبیر ہیں۔ان دونوں کا عقیدہ ہے کہ خلافت ان کا حق ہے۔طلحہ عایشہؓ کے چچا کا بیٹا ہے اور زبیر ہنوئی ہے (عا یشہؓ ان کے لئے سخت کوشش کر رہی ہیں)۔قسم پروردگار کی اگر طلحہ و زبیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں (جو ہرگز ناممکن ہے) تو ان دونوں میں اس قدر سخت اختلاف و جھگڑا ہوگا کہ

ایک دوسرے کو قتل کر دینگے۔

قسم ہے پروردگار کی سرخ اونٹ کی سوار (عایشہ رض) کوئی راستہ اختیار نہیں کرتیں سوائے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کے اور کسی مشکل کو حل نہیں کرتیں سوائے اس کے کہ اس میں اللہ کا غضب ہو۔ وہ اپنے اس مقصد کو نہیں چھوڑیں گیں جب تک کہ خود کو اور ان کے ہمراہ افراد کو بدبختی و ہلاکت کے تاریک کنویں میں نہ پہنچا دیں۔ قسم ہے اللہ کی ان میں کا ایک حصہ قتل ہوگا, دوسرا حصہ واپس ہو جائے گا اور تیسرا حصہ جنگ سے بھاگ جائے گا۔

عایشہ رض ہی وہ ہے جس پر حوآب کے کتے حملہ کریں گے تا کہ انھیں متوجہ کریں۔ طلحہ و زبیر بھی علم رکھتے ہیں کہ وہ غلطی پر ہیں افسوس اس ہوشیاری پر جسکا علم اسے ہلاکت سے بچا نہ سکے۔ اللہ ہمارا حافظ و محافظ ہے اور وہ بہترین محافظ ہے اور ہمارے لئے کافی ہے۔

جانتے ہو کہ فتنہ وفساد شروع ہو چکا ہے جسے ظالموں کے گروہ نے برپا کیا ہے۔ کہاں ہیں حساب چکانے والے؟ کہاں ہیں مومنین؟ میرا قریش سے کیا واسطہ ہے؟

قسم اللہ کی جب وہ کافر تھے میں انھیں قتل کرتا تھا اب ہوای نفس اور شیطان کے دھوکہ میں آ گئے ہیں, ان کو قتل کروں گا۔

ہم (بنی ہاشم) نے عایشہ رض کے حق میں کیا ظلم وستم کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ

ان کی ہم نے طرف داری کی اوران کااحترام کیا۔قسم پروردگارکی باطل کواس کے مرکز تک شگافتہ کرکے ختم کردوں گا تاکہ حق ظاہرہوجائے۔قریش سے کہدو کہ گریہ و فریادکرنے کے لئے تیارہوجا ۔یہ فرماکرامام ع ممبر سےاترآے۔

ام المومنین عایشہ طلحہ اور زبیر کے مکہ سے بصرہ کی سمت لشکر لیکر بغاوت کے ارادہ سے حرکت کی اطلاع ملنے کے بعدامیرالمومنین ع نے خطبہ ارشادفرمایا جسے ابن ابی الحدیدنےشرح نہج البلاغہ میں کلبی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی کی حمداور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کے بعدفرمایا :

جس دن اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کودنیا سے اٹھالیا,اس دن سے قریش ہم پرغضب ڈھارہے ہیں اورجس حق کے لئے ہم سب سے زیادہ سزاوارہیں اسے ہم سے دورکرکے خودقابض ہوگئے۔میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبرکرنا مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے اوران کا خون بہانے سے بہترہے۔اکثریت تازہ مسلمان ہوئے افرادکی ہےجن کادین اورایمان مشک میں موجود پانی کی طرح لرزاں ہے۔ذراسی بےتوجہی اسے بربادکرسکتی ہے اورعام شخص بھی انہیں دین سے دورکرسکتاہے۔ان وجوہات کےنتیجہ میں ایسےافرادنے رہبری کےعھدہ کوحاصل کیا کہ جو فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھےاوراس تعلق سے کوشش بھی نہ کی یہاں تک کہ وہ سزاء و جزاء کی دنیامیں پہنچ گئے۔اللہ تعالی ان کےامور کا

متولی ہے۔ان کے گناہوں کو بخش دے یا انھیں نظر انداز کردے اس کے اختیار میں ہے۔طلحہ و زبیر کو کیا ہو گیا وہ اس کام کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔کچھ مہینے بھی میرے مقابل صبر کر کے ٹھہر نہ سکے۔مجھ سے بغاوت کی اور اپنی بیعت سے باہر چلے گئے۔مجھ سے وہ جس بات پر لڑنے کے لئے اٹھے ہیں اس تعلق سے اللہ نے ان کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں رکھا ہے (خون عثمانؓ کا انتقام) اور یہ بھی اس حال میں کہ میری بیعت اپنی مرضی و رغبت سے کرنے کے بعد۔یہ دونوں ایسی ماں سے دودھ چاہتے ہیں جسکا دودھ ختم ہو چکا ہے اور ایسی بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں جو مر چکی ہے۔کیا یہ لوگ عثمانؓ کے خون کے طلب گار ہیں؟ خدا کی قسم اس کا گناہ سوائے ان کے نزدیک اور ان کے سامنے کسی اور جگہ نہیں ہے۔اس تعلق سے سب سے بڑی دلیل خود ان کے لئے نقصان دہ ہے۔میں اللہ تعالی کی حجت جو ان کے تعلق سے ہے اور اللہ کا علم جو ان کے تعلق سے ہے اس پر راضی ہوں (کوئی اور مانے یا نہ مانے میرے لئے اللہ تعالی کا اس کی حقیقت سے واقف رہنا کافی ہے)۔اگر یہ لوٹ آئیں اور توبہ کرلیں تو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا اور کھوئی ہوئی چیزیں پالیں گے۔اگر اس بات سے منہ موڑلیں ,واپس نہ آئیں اور توبہ بھی نہ کریں تو میں اپنی تلوار کی تیزی سے ان کے روبرو ہو جاونگا جو حق کی نصرت اور باطل کی موت کے لئے کافی ہے۔

طلحہ و زبیر کے ام المومنین عایشہ کو بصرہ لے جانے کے جرم کے تعلق سے فرمایا :
یہ مکہ سے باہر اس طرح نکلے کہ اپنے ساتھ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں کھینچ کر لا رہے تھے جیسے کنیزیں خرید و فروخت کے وقت لیجائی جاتی ہیں اور انھیں اپنے ساتھ بصرہ لے گئے ۔ان دونوں نے اپنی عورتوں کو گھر میں رکھا تھا اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکر کے ہمراہ لا رہے تھے ۔اس لشکر میں کوئی ایسا نہ تھا جو پہلے میری بیعت نہ کر چکا ہو اور بغیر کسی جبر و اکراہ کہ میری اطاعت میں نہ رہ چکا ہو (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۲)۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ طلحہ و زبیر کے لشکر کو کسی شہر میں داخل ہونے اور زہر پھیلانے سے قبل ہی اس فتنہ کو خاموش کر دیں ۔باغی گروہ کی مکہ سے بصرہ کی طرف حرکت کی اطلاع ملتے ہی امیر المومنین ع ایک مختصر لشکر لیکر مدینہ سے تیزی سے حرکت کئے تا کہ باغی گروہ کے لشکر کو ربذہ کے مقام پر (ربذہ مکہ و بصرہ کے راستہ پر ہے) روک لیں۔ مولا علی ع جو لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اس میں سات سو سوار تھے جن میں چار سو مہاجر و انصار تھے , جن میں سے ۷۰ افراد وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگوں میں شرکت کر چکے تھے اور باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے تھے ۔مدینہ سے نکلتے وقت امیر المومنین ع نے سھل ابن حنیف کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا ۔امیر

المومنین ع کے ربذہ پہنچنے سے قبل باغی گروہ وہاں سے گذر چکا تھا۔حضرت ع نے ربذہ کے مقام پر لشکر کے ساتھ قیام فرمایا تا کہ مزید لشکر جمع ہو سکے۔ چھ سو سپاہی مدینہ سے آ کر اس لشکر میں شامل ہو گئے جن میں خزیمہ بن ثابت (ذوالشھادتین) بھی تھے۔

ربذہ میں قیام کے دوران مولا علی ع نے محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر طیار کو خط دے کر کوفہ کے گورنر ابوموسی اشعری کے پاس بھیجا تا کہ طلحہ و زبیر کے وہاں پہنچنے سے پہلے کوفہ میں موجود فوجیوں سے استفادہ کیا جاے۔

ابوموسی اشعری تیسری خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے۔مولا علی ع نے چاہا تھا کہ جس طرح دوسرے بنی امیہ کے طرفدار حاکموں کو ہٹا دیا گیا انہیں بھی کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا جائے مگر مالک اشتر کے اصرار پر کہ کوفہ کے عوام اشعری سے راضی ہیں , مولا علی ع نے ابوموسی اشعری کو اپنی خلافت میں بھی کوفہ پر باقی رکھا تھا۔

اہل کوفہ کے نام مولا علی ع کے خط کا مضمون:

میں نے تمہارے شہر کوفہ کو منتخب کیا ہے اس جدید حادثہ کو ختم کرنے کے لئے , میں تم سے مدد چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کے تم لوگ اللہ کے دین کے ناصر و مددگار رہیں اور ہماری تائید کریں اپنے قیام کے ذریعہ تا کہ مسلمانوں میں اتحاد و برادری باقی رہے۔ جو کوئی اس مقصد کو پسند کرے اور اطاعت کرے وہ حق پسند ہے اور جو حق

سے دشمنی رکھتا ہے وہ اس مقصد کو پسند نہیں کرتا اور نظرانداز کرتا ہے۔

(تاریخ طبری جلد۳ صفحہ۳۹۳)۔

جب حضرت علی ع کے قاصدوں نے یہ خط کوفہ کے گورنر ابوموسی اشعری کو دیا تو انھوں نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کام کو انجام دینے سے انکار کیا۔ انھوں نے پہلے ہی سے اہل کوفہ کو حضرت علی ع کی آواز پر لبیک کہنے اور ان کے ہاتھ مظبوط کرنے سے منع کر دیا تھا۔ جب مولا علی ع کے نمائندوں نے ابوموسی اشعری پر اعتراض کرتے ہوئے انھیں امیرالمومنین ع کے حکم پر عمل کرنے کے لئے مجبور کیا تو ابوموسی نے قلبی دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: خدا کی قسم میری گردن پر اور تمہارے رفیق (یعنی علی ع) پر ابھی تک خلیفہ عثمان ابن عفان کی بیعت باقی ہے, اگرہمیں جنگ کرنا ہی ہے تو پہلے خلیفہ عثما ن کے قاتلوں سے جنگ کریں تا کہ سکون حاصل ہو, اس کے بعد دوسروں سے لڑیں (تاریخ طبری جلد۳ صفحہ۳۹۴)۔

محمد ابن ابوبکر اور محمد ابن جعفر نے ابوموسی اشعری کی نافرمانی اور بغاوت کی اطلاع مولا علی ع کو خط کے ذریعہ دی۔ امام علیہ السلام نے ابوموسی اشعری کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرنے کے احکام جاری کئے اور اس حکم کو ہاشم بن مرقال کے ذریعہ بھجوایا۔

امام ع نے تحریر فرمایا تھا کہ ہاشم کو بھیج رہا ہوں تا کہ تم کو میرے پاس لوٹائے

لہذاء فوراً میرے پاس لوٹ آوٗ۔ہم نے تم کو اس لئے حکومت دی ہے کہ ہمارے مددگار رہو۔

ہاشم بن مرقال نے کوفہ پہنچ کر جب ابوموسی سے ملاقات کی اور مولا علی ع کا حکم بتلایا تو دیکھا کہ وہ اپنی سرکشی وگمراہی پر اصرار کرر ہے ہیں۔دوستوں کے نصیحت کرنے کے باوجود ابوموسی اپنی دشمنی اور نافرمانی پر باقی رہے۔ ہاشم نے اس کی اطلاع امیرالمومنین ع کو دی۔

امیرالمومنین ع نے امام حسن ع کو کوفہ روانہ فرمایا:

امیرالمومنین ع کا لشکر ذی قار کے مقام پر پہنچ چکا تھا۔امام ع نے ذی قار سے امام حسن ع کے ہمراہ عمار یاسر , زید بن صوحان اور قیس بن عبادہ کو بھیجا اور ان کے ساتھ ابوموسی کو کوفہ کی حکومت سے معزولی اور قرضہ بن کعب کو کوفہ کے گورنر بنانے کا حکم بجھوایا۔ امام ع نے تحریر فرمایا:

''امابعد (اے ابوموسی) میں نے یہ مناسب سمجھا کہ تم اس مقام سے جسے اللہ نے تمہارے لئے کوفہ میں قرار نہیں دیا ہے علحدگی اختیار کرلو کیونکہ تم نافرمانی کرتے رہے ہو۔اسی وجہ سے حسن ابن علی ع اور عمار یاسر کو بھیجا ہوں کہ کوفہ کے لوگوں کو (فساد سے لڑنے کے لئے) میرے پاس روانہ کریں۔ قرضہ بن کعب کو کوفہ کا گورنر قرار دیا ہوں لہذاء ہمارے عہدہ سے علحدہ

ہوجاؤ کہ ہم نے تمہیں نافرمانی کی وجہ سے اپنے سے دورکردیا ہے اگر اس حکم سے سرکشی کروگےتو تم سے جنگ کرنے اورتمہیں قتل کرنے کاحکم دونگا۔

امیرالمومنین ع کےاس حکم کے ساتھ امام حسن ع اورعمار یاسر کوفہ پہنچے۔کوفہ کے عوام نے امام حسن علیہ السلام کااستقبال کیا,اظہارمحبت کیا,ان کے اطراف جمع ہوئے اوران کے اطاعت کااعلان کیا۔

امام حسن ع نے اس وقت کوفہ کے باغی گورنرابوموسی اشعری کے عھدہ سے ہٹانے اوران کی جگہ قرضہ بن کعب کو گورنر بنائے جانے کااعلان فرمایا۔اس اعلان کے باوجودابوموسی اشعری نے اپنی دشمنی وسرکشی کونہ چھوڑااورعمار یاسر سے قتل حضرت عثمان کےتعلق سے گفتگوکرتے رہےاس امیدمیں کہ شایدعمار یاسرکوقتل میں شریک قراردے سکے اوراس طرح کوفہ کےعوام کو مولاعلی ع کی مددونصرت سے روک سکے۔امام حسن علیہ السلام ابوموسی کےمقصدکوجانتے تھے لہذاءگفتگو کوقطع کرکے فرمایا:اےابوموسی کیوں لوگوں کوامیرالمومنین ع سے دور کررہےہو؟

امام حسن ع نے ابوموسی سے نرمی سےگفتگوکرتے ہوئے فرمایا:اےابوموسی قسم ہے پروردگارکی ہم صرف اصلاح کرناچاہتے ہیں اورامیرالمومنین ع کسی سے بھی خوف نہیں رکھتے۔

ابوموسی نے جب دیکھا کہ لوگوں کوشک وشبہ میں مبتلا کرنے اور اپنی بات منوانے کے راستے کم ہوتے جارہے ہیں تو اپنے شر پسند مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نیا راستہ اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت دیکر جھوٹی حدیث بیان کی۔

امام حسن ع سے عرض کیا: آپ سچ فرماتے ہیں (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) میں چاہتا تھا آپ سے مشورہ کروں۔سچ ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آنحضرت ص نے فرمایا: عنقریب فتنہ برپا ہوگا جس میں بیٹھے رہنا کھڑے ہونے سے بہتر ہے اور کھڑے رہنا بہتر ہے راستہ چلنے سے اور پیدل چلنا بہتر ہے سواری پر ہونے سے (اس بیان کا مقصد یہ تھا کہ اس فتنہ سے انسان جتنا دور رہے اتنا بہتر ہے)۔

اس کے بعد ابوموسی نے کہا: اللہ نے ہمیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور ہمارے جان ومال کو قابل احترام قرار دیا ہے: اے ایمان لانے والو لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تجارت ہو رضایت کہ ساتھ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔جو کوئی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا اس کی سزاء دوزخ ہے۔

عمار اس کی فریب دینے والی (باطل) گفتگوسن کر اٹھے اور ابوموسی سے سوال کیا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے؟

ابوموسی نے کہا: ہاں میں نے سنی ہے اگر غلط کہہ رہا ہوں تو میرا ہاتھ کاٹ دو۔
عمار نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد فتنہ سے خود ابوموسی ہے کیونکہ اگر ابوموسی بیٹھے اور حضرت علی ع سے نہ جھگڑے تو اس سے بہتر ہے کہ اٹھے اور جھگڑے۔

مختصر یہ کہ نہ عمار کی گفتگو اور نہ امام حسن ع کی نرمی کسی نے بھی ابوموسی اشعری پر اثر نہ کیا وہ اپنی ضد اور سرکشی پر قائم رہے۔

امام حسن ع اور عمار یاسر ابوموسی کے رویہ سے مجبور ہوکر عوام کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر پر جاکر خطاب فرمایا تاکہ لوگوں کو امیرالمومنین ع کے لشکر میں شرکت کے لئے روانہ کرسکیں۔ان حضرات کی گفتگو کی تائید میں قیس بن سعد نے اٹھ کر عوام سے لشکر کے لئے روانگی کی درخواست کی مگر ابوموسی مسلسل خطبہ کے دوران اپنے چہرے کو ادھر ادھر کرتے ہوئے نفرت کا اظہار کرتے رہے۔اس ناقبل برداشت بدتمیزی سے امام حسن ع (صبر کا پیکر) نے بھی غضبناک ہوکر ابو موسی سے فرمایا: اے شخص منبر سے دور ہوجا, دور ہوجا ہمارے کام سے, تیری ماں تیرے لئے نہ رہے۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے ایک اور خطبہ ارشاد فرمایا جس کے جواب میں لوگوں نے کہا ''ہم نے سنا اور ہم جان ودل سے اطاعت کرتے ہیں''۔

امیرالمومنین ع نے مالک اشتر کو کوفہ بھیجا:

جب ابوموسی اشعری کی سرکشی، بغاوت وگستاخی کی اطلاع امیرالمومنین ع کو ملی تو مالک اشتر نے حضرت ع سے عرض کیا کہ یہ کام ابوموسی کو کوفہ سے خارج کئے بغیر ختم نہیں ہوگا۔ مالک اشتر کچھ افراد کو ساتھ لیکر کوفہ پہنچے اور کوفہ کے دارلامارہ کو محاصرہ میں لے لیا۔ ابوموسی کے غلاموں نے فریاد بلند کی کہ اے ابوموسی مالک اشتر دارلامارہ میں داخل ہو گئے۔ اسی لحظہ مالک کی آواز ابوموسی کے کانوں میں پہنچی کہ اے ابوموسی دارلامارہ سے باہر نکلو کہ تمہاری ماں تمہارے لئے نہ رہے۔

ابوموسی مالک اشتر کی گرجدار آواز سن کر شدید وحشت زدہ ہوکر یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کیا کریں اور کیا جواب دیں کہ دوسری مرتبہ مالک کی آواز گرجی

''اے ابوموسی باہر نکلو اللہ تجھے باہر کردے۔تم منافقین سے ہو''۔

ابوموسی نے کمزور آواز میں کہا: آج رات تک کی مجھے مہلت دو۔

مالک نے مہلت دی اور کہا رات دارلامارہ میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس موقع پر کچھ مال مفت کھانے والوں نے چاہا کہ ابوموسی کے اموال کولوٹ لیں مگر مالک نے روک دیا اور کہا کہ میں نے انہیں اس رات کی مہلت دی ہے۔ دوسرے دن صبح ابوموسی نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ دارلامارہ سے خارج ہوے۔

ابوموسی کے کوفہ سے خارج ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام نے سپاہیوں کو جمع کرنے کا کام کامیابی سے انجام دیا اور چھ ہزار پانچسو ساٹھ سپاہیوں کا لشکر لیکر مالک اشتر کے ہمراہ ذی قار کے مقام پر امیرالمومنین ع سے ملاقات کی۔امیر المومنین ع اپنے فرزند کی اس کامیابی سے خوش ہوئے اور ہمت افزائی فرمائی۔

(مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۵۹ ۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۳ صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۳)۔

عدی ابن حاتم طائی کا قبیلہ کے افراد کے ساتھ امیرالمومنین کے لشکر میں شامل ہونا:

ربذہ و ذی قار کے راستہ میں قائد کے مقام پر عدی ابن حاتم نے اپنے قبیلہ کے جنگجو افراد کے ساتھ امیرالمومنین ع سے ملاقات کی اور عرض کیا: ''امابعد۔۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عھد میں مدینہ میں اسلام قبول کیا, ذکات ادا کرتا رہا ہوں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل ردہ سے ہوئی جنگ میں شریک رہا۔میں ان اعمال کے ذریعہ اللہ کی خشنودی کا طالب رہا اور نیک اعمال و تقوی کا انعام اللہ کے ذمہ ہے۔ہم کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ نے آپ سے کئے گئے وعدہ کو توڑ ڈالا اور آپ کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے آپ پر ستم کیا۔ ہم حاضر ہوئے ہیں کہ حق کے راستے میں آپ کی نصرت کریں۔ہم آپ کی سرپرستی میں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔آپ کی اطاعت پر کمر باندھے ہوئے

ہیں''۔

امیرالمومنین ع نے شکریہ ادا کیا اور دعاء دی۔عدی بن حاتم اس لمحہ سے امیرالمومنین ع کے باوفا بزگوار وشجاع اصحاب میں شمار کئے جانے لگے۔جنگ جمل و جنگ صفین میں دلیری سے جنگ کی اور مولاعلی ع سے آخری سانس تک عشق رہا اور حضرت ع کے حق سے دفاع کرتے رہے (بحارالانوار جلد۷ صفحہ۴۱۳)۔

ذی قار کے مقام پر اویس قرنی کالشکر میں شامل ہونا:

امیرالمومنین ع ذی قار پر کوفہ سے لشکر کے آنے کا انتظار کررہے تھے۔کچھ افراد لشکر میں ایسے بھی تھے جنھیں امیرالمومنین ع پر کامل ایمان بھی نہ تھا اور وہ جنگ اور جنگ کے بعد کے مراحل سے خوف زدہ تھے جبکہ امیرالمومنین ع نے لشکر سے فتنہ برپا کرنے اور عہد بیعت توڑنے والوں پر کامیابی کا وعدہ فرمادیا تھا۔

ابن ابی الحدید نے ابی مخنف سے حدیث نقل کی ہے کہ ابن عباس کا بیان ہے کہ جب ہم ذی قار میں تھے میں نے حضرت علی ع سے عرض کیا کہ کوفہ سے کوئی نہیں آیا اور آپ کے ساتھ بہت کم سپاہی ہیں۔حضرت ع نے فرمایا کہ کوفہ سے چھ ہزار وچھ سو پانچ (۶۶۰۵) سپاہی اس لشکر میں شامل ہوں گے, نہ ایک کم اور نہ ایک زیادہ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ قسم ہے پروردگار کی میں حضرت ع کے اس بیان سے شک و

تردید میں پڑھ گیا۔میں نے ارادہ کرلیا کہ جب کوفہ سے لشکر آئے گا تو میں اسے شمار کروں گا۔جب لشکر آنے لگا میں نے گننا شروع کیا اور کمال تعجب یہ کہ بغیر کسی کمی و زیادتی کے تعداد وہی تھی جسے امام ع نے فرمایا تھا ,٦٦٠٥ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد١ صفحہ١٧٦۔تاریخ طبری جلد٣ صفحہ٥١٣)۔

اعلام الوری طبرسی میں نقل ہے کہ ایک دن امیرالمومنین ع ذی قار میں بیعت لینے کے لئے تشریف رکھے اور فرمایا کہ آج کوفہ کی سمت سے ایک ہزار افراد بغیر کسی کمی یا زیادتی کے آئیں گے۔ابن عباس کہتے ہیں میں نے گنا,٩٩٩ افراد آے۔میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیوں حضرت نے یہ بات کہی کہ دیکھا ایک شخص آرہا ہے۔جب وہ نزدیک آیا تو میں نے دیکھا وہ جانور کے بالوں سے بنا لباس پہنے ہوئے ہے اور اپنے ساتھ تلوار, سپہر اور پانی کا برتن لئے ہوئے ہے۔اس شخص نے حضرت علی ع کی خدمت میں جا کر بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضرت علی ع نے پوچھا: کس چیز پر میری بیعت کرنا چاہتے ہو؟

اس شخص نے جواب دیا: ہر امر میں آپ کی اطاعت کروں گا اور آپ کے کی موجودگی میں جنگ کروں گا تا کہ قتل کیا جاؤں یا اللہ آپ کو فتح نصیب فرمائے۔

مولا علی ع نے سوال کیا: تمہارا نام کیا ہے؟

عرض کیا: اویس

مولاعلی ع نے فرمایا: تم اویس قرنی ہو؟

عرض کیا: ہاں

مولاعلی ع نے فرمایا: اللہ اکبر, میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ان کی امت کے ایک شخص سے ملاقات کروں گا جس کا نام اویس قرنی ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے شہادت نصیب ہوگی اور قیامت کے دن اس کی شفاعت سے دو بڑے قبیلے جنت میں داخل ہوں گے۔

اس جوتے کی کیا قیمت ہے؟

عبداللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں ذی قار کے مقام پر امیرالمومنین ع کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ع اپنی نعلین کی مرمت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ابن عباس ان جوتیوں کی کیا قیمت ہے؟ (امیرالمومنین ع تخت خلافت پر قبضہ رکھتے ہوئے بھی ایسی زندگی بسر کر رہے تھے کہ آپ کے پاس صحیح وسالم جوتیاں بھی نہیں تھیں اور ان بوسیدہ جوتیوں کی مرمت بھی کسی سے نہیں کرواتے تھے بلکہ خود انجام دیتے تھے)۔

میں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں! فرمایا کہ خدا کی قسم یہ مجھے تمہاری حکومت سے زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ میں کسی حق کو قائم کرسکوں یا کسی باطل کو دفع

کرسکوں۔

اس گفتگو کے بعد لوگوں کے درمیان آ کر خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت مبعوث کیا جب عربوں میں کوئی نہ آسمانی کتاب پڑھنا جانتا تھا اور نہ نبوت کا دعویدار تھا۔آپ نے لوگوں کو کھینچ کر ان کے مقام تک پہنچایا اور انھیں منزل نجات سے آشنا بنا دیا یہاں تک کہ ان کا تیڑھا پن سیدھا ہو گیا اور ان کے حالات استوار ہو گئے۔

جان لو کہ خدا کی قسم میں اس صورت حال کے تبدیل کرنے والوں میں شامل تھا یہاں تک کہ حالات پوری طرح تبدیل ہو گئے اور میں نہ کمزور ہوا اور نہ خوف زدہ ہوا۔آج بھی میرا سفر ویسے ہی مقاصد کے لئے ہے۔میں باطل کے شکم کو چاک کر کے اس کے پہلو سے وہ حق نکال لوں گا جسے اس نے ظلمت کی تہوں میں چھپا دیا ہے۔

میرا قریش سے کیا واسطہ ہے۔میں نے کل ان سے کفر کی بنیاد پر جہاد کیا اور آج فتنہ وگمراہی کی بنیاد پر جہاد کروں گا۔میں ان کا پرانا مد مقابل ہوں اور آج بھی ان سے مقابلہ کے لئے تیار ہوں (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۳)۔

ام المومنین عایشہ بنت ابوبکر کا خط ام المومنین حفصہ بنت عمر کے نام:

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں روایت نقل کی ہے کہ جب مولا علی ع ذی قار کے مقام پر کوفہ کے لشکر کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے, ام المومنین عایشہ نے ام

المومنین حفصہ کو لکھا کہ علی ع ذی قار کے مقام پر ہیں۔انھیں جب ہمارے سپاہیوں اور لشکر کی تعداد کا علم ہوا تو علی ع ڈر کر وہیں پر رک گئے۔ان کی کیفیت لال رنگ کے گھوڑے کی ہے کہ نہ آگے جاسکتا ہے اور نہ پیچھے۔اگر آگے قدم بڑھے تو ذبح کیا جائے اور اگر پلٹ جائے تو بھی کاٹ دیا جائے گا۔

ام المومنین حفصہ نے اس خط کو پڑھنے کے بعد حکم دیا کہ گانے والی عورتوں کو ان کے پاس لایا جائے تاکہ ڈھول بجائیں اور گانا گائیں۔اس کی اطلاع بنی امیہ کی عورتوں کو دی گئی "بنات الطلقاء" ام المومنین حفصہ کے گھر میں جمع ہوئیں۔گانے والیوں کے ساتھ گانے اور بجانے میں بنی امیہ کی عورتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مولا علی ع کی حاجزادی ام کلثوم سلام اللہ علیھا کو اس کی اطاع ہوئی, اس بی بی نے اپنے چہرے کو چھپا کر بطور ناشناس ام المومنین حفصہ کے گھر میں داخل ہو کر اپنے چہرے سے نقاب الٹی تو منافقین کی رہی سہی آبرو بھی خاک میں مل گئی اور ام المومنین حفصہ نے شرمندگی کے ساتھ معافی مانگی۔

بی بی ام کلثوم علیھا السلام نے ان عورتوں کے درمیان فرمایا کہ اگر آج تم دونوں (عایشہ و حفصہ) ازواج میرے بابا مولا علی ع کی مخالفت و دشمنی کا اظہار کر رہی ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے قبل بھی تم دونوں ان کے بھائی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دشمنی و مخالفت کر چکی ہو اور اللہ تعالی نے قرآن میں

اس تعلق سے آیت نازل فرمائی ہے۔

ام المومنین حفصہ شرمندہ ہوئیں اور بی بی ام کلثوم ع سے مودبانہ درخواست کی کہ اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمائیں۔خط کو پھاڑ ڈالا اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کیا۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد۳ صفحہ۲۹۲ و۲۹۳۔ابومخنف نے اس واقعہ کو جریر بن یزید سے نقل کیا ہے۔حسن بن دینار نے حسن بصری سے نقل کیا ہے۔واقدی نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے)۔

بیعت توڑنے والوں کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچا:

بصرہ میں داخل ہونے سے قبل یہ لشکر راستہ کی تھکن دور کرنے کی غرض سے بصرہ کے باہر چاہ ابو موسی پر قیام کیا۔اس مقام پر عمیر ابن عبداللہ نے لشکر کے سرداروں سے ملاقات کی اور ام المومنین عایشہ سے کہا: اے ام المومنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر یہ درخواست کرتا ہوں کہ لشکر کو بصرہ میں داخل کرنے سے قبل آپ خود اہل بصرہ سے ملاقات و گفتگو کیجئے۔

ام المومنین نے کہا: تم نے اچھا مشورہ دیا ہے تم نیک آدمی ہو۔

عمیر نے ام المومنین سے یہ بھی کہا کہ اس کام کے لئے عبداللہ بن عامر مناسب شخص ہے چونکہ اس کے بصرہ میں بہت مددگار موجود ہیں اور وہ آپ کی ملاقات و گفتگو کے لئے ضروری مقدمات فراہم کر دے گا۔ام المومنین نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ روانہ کیا

اوران کے ہمراہ بصرہ کے بزرگوں کے نام خط بھجوائے ۔

ایک خط بصرہ کے گورنرعثمان ابن حنیف کے لئۓ بھی بھجوایا گیا جس میں لکھا دارلامارہ اور بصرہ کی حکومت کوہمارے حوالے کرو۔

ام المومنین بھی حرکت کر کے بصرہ کے قریب حفیرہ کے مقام پر جواب کے انتظار میں بیٹھی رہیں۔

بصرہ کےعوام کو اوربصرہ کے گورنر عثمان ابن حنیف کوان افراد اور لشکر کے بصرہ کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی۔

بصرہ کے گورنر کے اقدامات:

مولاعلی ع کے گورنرعثمان ابن حنیف نے اپنے قریبی اصحاب سے مشورہ کیا۔عمران بن حصین نے خیال ظاہر کیا کہ طلحہ و زبیر کا لشکر جنگ کی صورت میں بصرہ میں بڑی تعداد میں قتل عام کرے گا۔

عثمان ابن حنیف نےسوال کیا ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

عمران نے جواب دیا: میں نے ارادہ کرلیاہے کہ اس جنگ میں شرکت نہ کروں , تم بھی ان سے جنگ نہ کرو۔عثمان ابن حنیف نے عمران ابن حصین کا نظریہ معلوم کرنے کی بعد کہا کہ البتہ میں انھیں امیر المومنین ع کے آنے تک شہر میں داخل ہونے سے منع کروں گا۔ یہ سن کرعمران نے کہا کہ جواللہ چاہے وہ انجام

پائے گا۔اس کے بعد عمران گھر گئے اوران کے فرزند ہشام عثمان ابن حنیف کی خدمت میں آے تا کہ ان کے ارادہ میں تبدیلی لائیں۔ ہشام نے مولاعلی ع کے بنائے حاکم عثمان سے کہا : تم نے جوارادہ کیا ہے اس کا انجام برا ہوگا اور ناقابل تلافی شکست ہوگی۔اس گروہ کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ ۔امیرالمومنین ع کا حکم آنے تک ان کو منع نہ کرو۔

گورنر ابن حنیف نے جب یہ دیکھا کہ قریبی افراد بھی اس کی مخالفت کررہے ہیں تو انھوں نے چاہا کہ عوام کی روحانی کیفیت طلحہ و زبیر کے لشکر سے مقابلہ کرنے کے تعلق سے معلوم کرے۔اس مقصد کے تحت عثمان ابن حنیف نے بصرہ کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جنگی لباس پہن کراسلحہ لگا کر جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔

لوگ جمع ہوئے گورنر نے قیس نامی شخص کو حکم دیا کہ وہ عوام سے طلحہ وزبیر کے لشکر لیکر بصرہ آنے کے تعلق سے گفتگو کرے۔قیس نے لوگوں سے سوالات کی شکل میں گفتگو شروع کی کہ یہ گروہ کس غرض سے بصرہ آیا ہے؟

کیاتم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ لوگ جان کے خوف سے یہاں پناہ حاصل کرنے آئے ہیں ؟ ہرگزنہیں, کیونکہ یہ جس شہر سے آئے ہیں وہاں پرندوں کے لئے بھی امان ہے (یہ لوگ بیت اللہ کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں)۔

دوسرا سوال کیا کہ کیا یہ لوگ خلیفہ کے خون کے مطالبہ کے لئے آئے ہیں؟ ایسا

بھی نہیں ہے کیونکہ ہم میں کوئی خلیفہ کا قاتل نہیں ہے۔لہذا اس گروہ کو جس جگہ سے آئے ہیں وہاں واپس کردو۔انھیں قبول نہ کروان کا مقصد سوائے فتنہ وفساد کے کچھ اور نہیں ہے۔

اس گفتگو کے جواب میں اسود بن سریع سعدی نے کہا: اگر وہ خلیفہ کے خون کے مطالبہ کے لئے ہم سے مدد چاہتے ہوں تو ہم انھیں آنے نہ دیں اور اپنے گھر سے باہر کردیں؟ کون ہے جو ان کو منع کرے اور انھیں لوٹا دے؟

عثمان بن حنیف کو اندازہ ہو گیا کہ بصرہ میں بھی اس لشکر کے طرفدار ہیں جو بصرہ کے عوام میں دشمن کے مقابلہ میں تفرقہ ڈال دینگے(تاریخ طبری جلد۶ صفحہ ۳۱۱۵)۔

وفادار قبیلے:

الامامہ والسیاسہ میں ابن قتیبہ دینوری نے تحریر کیا کہ جب طلحہ و زبیر کے بصرہ آنے کی خبر عثمابن حنیف کو ملی تب انھوں نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

اے لوگو! تم نے بیعت کے ذریعہ اللہ سے وعدہ کیا ہے اور اللہ کی قدرت ان کی قدرت سے بالاتر ہے۔جس کسی نے بھی بیعت توڑی اس نے خود کے خلاف وعدہ خلافی کی اور جس نے وفاداری کی اس کا اجر وانعام اللہ کی بارگاہ سے

ملے گا۔قسم ہے پروردگار کی کہ اگرعلی ع اپنے علاوہ کسی اور کوخلافت کے لئے شائستہ سمجھتے تولوگوں کی بیعت قبول نہ کرتے بلکہ خودبھی اس کی بیعت کرتے اوراسکی اطاعت کرتے۔مولاعلی ع کوکسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کی مددکی ضرورت نہ تھی اور کوئی بھی صحابی مولاعلی ع کی مدد سے بےنیاز نہ تھا۔وہ ان تمام کمالات کے حامل ہیں جودوسروں میں ہیں مگرسب کے کمالات ملاکربھی ان کی برابری نہیں کرسکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں (طلحہ و زبیر) نے اپنی مرضی سے امیرالمومنین ع کی بیعت کی۔یہ اللہ کی مرضی نہیں چاہتے ہیں, انھوں نے جلد بازی کی شیرخوارگی سے پہلے مکمل فرزند چاہتے ہیں اور ولادت سے قبل بچہ چاہتے ہیں۔اللہ کے اجر وانعام کولوگوں سے چاہتے ہیں۔ان کوگمان ہوگیا ہے کہ انھیں زبردستی بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔یہ قریش کے قدرت مندافرادسے ہیں یہ چاہتے توبیعت نہ کرتے اور کہہ سکتے تھے کہ ہم بیعت نہیں کرینگےاورمولاعلی ع ہمیں بیعت کے لئے مجبور نہ کریں۔راستہ وہی ہے جسے عام لوگوں نے اختیار کیا ہے۔عام لوگوں نے حضرت علی ع کی بیعت کی اور اپنے وعدہ پرقائم ہیں۔ان کی مخالفت کا کوئی اثرنہیں ہے, تم لوگوں کی کیارائے ہے؟

عثمان بن حنیف کی اس گفتگو کے بعد حکیم بن جبلہ نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ

اگروہ ہم پر زور ڈالیں تو ان سے لڑیں گے اور اگروہ اس کام سے رکے رہے تو ہم ان کو قبول کریں گے۔خدا کی قسم میں اکیلا بھی ان سے لڑنے اور لڑ کر قتل ہونے کے لئے بھی تیار ہوں ۔میں زندگی کو چاہتا ہوں مگر حق کے راستہ مرنے سے وحشت نہیں کرتا۔اس راستہ میں قتل ہوجانا شہادت ہے۔میرا قبیلہ ربیعہ آپ کے اختیار میں ہے اور آپ کے ہمراہ ہم تلوار چلائیں گے۔

گورنر کے ساتھیوں نے اپنا ارادہ محکم کرلیا کہ اگر دشمن کا مقصد بصرہ کو حاصل کرنا نہیں ہے تو ان کے بصرہ میں داخل ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

امیرالمومنین ع کا حکم عثمان بن حنیف کے لئے:

ان مراحل کے درمیان امیرالمومنین ع کا خط بصرہ کے گورنر کے نام پہنچا جس میں تحریر تھا:

ان ستمگروں نے اللہ سے وعدہ کرکے توڑ دیا ہے۔وعدہ خلافی کرکے تمہاری طرف لشکر لیکر نکل پڑے ہیں اور شیطان نے ان کی ہمت بڑھائی ان چیزوں کے لئے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔اللہ کا انتقام سخت ہے۔جب وہ تمہارے پاس پہنچیں تو انھیں حق کی اطاعت اور جو وعدہ انھوں نے ہم سے کیا تھا اسے انجام دینے کی دعوت دو۔اگر قبول کریں تو ان سے اچھا برتاؤ رکھو اور ان کی مہمان نوازی کرو۔اگر قبول نہ کریں اور بغاوت وسرکشی کو جاری رکھیں تو ان سے جنگ کرو کہ

اللہ تعالی تمہارے اوران کے درمیان فیصلہ کرے کہ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ۔ میں اس خط کو ربذہ سے لکھ رہا ہوں ۔ میں بھی اس خط کے کچھ دن بعد جلد ہی پہنچ جاؤں گا انشاء اللہ ۔

اس خط کے پہنچنے کے بعد گورنر نے ابی الاسود دئلی کے ہمراہ عمران بن حصین کو سرکش لشکر کے سرداروں کے پاس بھجوایا ۔

بصرہ کے گورنر کے نمائندوں کی ام المومنین, طلحہ و زبیر سے ملاقات :

بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف نے ابی الاسود دئلی اور عمران بن حصین کو لشکر کے سرداروں کی خدمت میں بھجوایا کہ ان سے گفتگو اور انھیں نصیحت کریں کہ یہ لوگ واپس ہو جائیں ۔

ان دو نمائندوں نے ام المومنین سے کہا کہ ہمارے امیر نے ہم کو بھجوایا ہے کہ آپ سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کریں ۔

ام المومنین نے کہا: سچ ہے مجھ جیسی شخصیت کسی مخفی مقصد کے لئے قیام نہیں کرسکتی اور نہ اپنے بیٹوں سے چھپا سکتی ہوں ۔ مختلف شہروں اور قبیلوں کے جنگجو افراد مدینہ آئے , رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں جنگ برپا کی , بدعتیں شروع کیں بدعت کرنے والوں کو وہاں رکھا اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کے مستحق قرار پائے ۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کیا جبکہ انھوں نے

کسی کا نہ خون کیا تھااور نہ ان پر کسی قسم کاظلم وستم کیا تھا۔حلال خون کوحرام قرار دیکرقتل کیا,ان کا مال لوٹ لیا, ماہ حرام اور شہر مدینہ کا تقدس واحترام بھی نہ رکھا۔لوگوں کے گھروں میں ان کی مرضی کے خلاف زبردستی رہے۔میں مدینہ سے نکلی ہوں تا کہ اس گروہ کے ناپسند کاموں سے مسلمانوں کو با خبر کروں اوراس کے خطرناک نتائج سے واقف کراوں اورجس میں امت کا فائدہ اورجو امت کے لئے مناسب ہے اس کی ہدایت کروں (تاریخ طبری جلد٦ صفحہ٣١١٥) ۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے طرحہای رسالت کے مصنف لکھتے ہیں کہ: طبری کی تحریر کے مطابق ام المومنین کا قیام امر بالمعروف ونہی عن المنکر اوراصلاح جامعہ کے لئے تھا جبکہ حقیقت میں جز ہواوہوس اور دشمنی مولاعلی ع کچھ اور نہ تھا(جلد٣ صفحہ١٠٩) ۔

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید بصرہ کے گورنر کے نمائندہ ابوالاسود دوئلی کی ام المومنین سے گفتگو کونقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ابوالاسود: اے ام المومنین آپ کے یہاں آنے کی وجہ کیا ہے؟

ام المومنین: خلیفہ عثمان کے خون کے مطالبہ کے لئے آئی ہوں۔

ابوالاسود: خلیفہ کے قاتلوں میں سے کوئی بھی بصرہ میں نہیں ہے۔خلیفہ کے خون کے مطالبہ کے لئے کیوں بصرہ آئی ہو؟

ام المومنین: تم ٹھیک کہتے ہو, خلیفہ کے قاتل علی (مولا علی ع) کے پہلو میں مدینہ میں زندگی بسر کررہے ہیں ۔میں یہاں آئی ہوں کہ بصرہ کے لوگوں کو ان سے جنگ کے لئے آمادہ کروں ۔میں خلیفہ عثمان پر اعتراض کرتی تھی جب وہ تم لوگوں پر کوڑے مارتے تھے اب کیا یہ میری ذمہ داری نہیں ہے کہ خلیفہ کے بدن پر تم لوگوں نے جو تلواریں ماری ہیں اس پر میں غضب میں آؤں ۔

ابوالاسود: آپ کو تلوار و کوڑے سے کیا کام ہے, آپ عورت ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بیٹھی رہیں ۔آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ گھر میں آرام کریں اور اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں ۔ہرگز جنگ, قتل اور خون کا طلب کرنا عورتوں کا کام نہیں ہے ۔

علی ابن ابی طالب ع اس کام کے لئے مناسب ہیں اور خاندان کی نسبت سے بھی وہ خلیفہ عثمان سے نزدیک تر ہیں کیونکہ ہردو عبدمناف کی نسل سے ہیں ۔اگر خون عثمان کا طلب کرنا ضروری ہو تو وہ اقدام کریں گے ۔

یہ تمام باتیں سن کر بھی ام المومنین پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا, جواب دیا: نہیں لوٹونگی جب تک کہ جس مقصد کے لئے قیام کی ہوں اسے انجام نہ دے لوں ۔اے ابوالاسود کسی میں جرئت ہے مجھ سے جنگ کرنے کی؟

ابوالاسود نے کہا: خدا کی قسم میں آپ سے شدید تریں جنگ وقتل کروں گا۔اس قدر

غلط غرور میں نہ رہو کہ کوئی تم سے جنگ نہ کرے گا۔

یہ کہنے کے بعد ابوالاسود ام المومنین سے جدا ہو کر زبیر کے پاس پہنچے, ان کو گزشتہ واقعات, قدیم دوستی اور مولا علی ع کی طرفداری کو یاد دلایا۔ ابوالاسود نے کہا اے ابوعبداللہ ابھی لوگوں کو یاد ہے کہ جس دن خلیفہ ابوبکر کی بیعت کی جا رہی تھی تم نے تلوار نکال لی تھی اور کہہ رہے تھے خلافت کے لئے کوئی سوائے ابن ابی طالب ع کے مناسب نہیں ہے۔ اب یہاں کس لئے آئے ہو؟

زبیر نے جواب دیا: خلیفہ عثمان کے خون کے مطالبہ کے لئے۔

ابوالاسود نے کہا: تم اور تمہارے رفیق نے خلیفہ کے قتل کے منصوبہ کی سرپرستی کی اور انھیں قتل کر ڈالا۔ اب کس بنیاد پر خلیفہ کے خون کو مولا علی ع کی گردن پر ڈال رہے ہو؟

زبیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا کہ جاؤ اور طلحہ سے گفتگو کرو, وہ جو بھی ارادہ کرے گا میں بھی اس کا ساتھ دوں گا۔

ابوالاسود فورا طلحہ کے پاس پہنچے, گفتگو کی, ان کو نصیحت کی مگر طلحہ پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

اس گفتگو کے بعد ابوالاسود کوفہ کے گورنر عثمان ابن حنیف کی طرف لوٹے تا کہ انھیں ان سرداروں کے ارادہ سے واقف کر سکیں۔

ام المومنین کی جانب سے منادی نے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا, جس کے بعد لشکر بصرہ کی طرف حرکت کرنے لگا۔

گورنر کے نمائندوں نے لشکر سے قبل پہنچ کر گورنر عثمان ابن حنیف کو لشکر کے سرداروں کے ارادہ سے واقف کرادیا اور ایک شعر پڑھکر گورنر کو اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے جوش دلوایا: اے حنیف کے بیٹے مخالف گروہ کا لشکر تم سے مقابلہ کے لئے آیا ہے اٹھو اور مظبوطی سے ان پر قدرت وتسلط رکھتے ہوئے جنگ کرو۔ ان کے مقابلے کے لئے زرہ وتلوار سے مسلح ہو جاؤ۔

عثمان ابن حنیف نے یہ سن کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کعبہ کے خدا کی قسم اسلام پر مصیبت کا وقت ہے (تاریخ طبری جلد۶ صفحہ۳۱۱۵و۳۱۱۶۔ شرح نہج البلاغہ جلد۲ صفحہ۸۱)۔

عثمان بن حنیف مجبوراً آمادہ جنگ ہو کر بصرہ کے لشکر کو لیکر مربد کے مقام پر پہنچے کر رک گئے تاکہ ام المومنین, طلحہ و زبیر اور ان کے لشکر کو بصرہ میں داخل ہونے سے روکا جاسکے۔

طلحہ و زبیر کی تقریر بصرہ میں داخل ہونے سے قبل:

ام المومنین, طلحہ و زبیر مربد کے مقام پر بصرہ کے لشکر کے قریب پہنچے۔ طلحہ و زبیر نے اپنے مقصد کو لوگوں پر واضح کرنے کے لئے اہل بصرہ سے خطاب کیا۔

طلحہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد خلیفہ عثمان کے فضائل کا تذکرہ کر کے شہر مدینہ کی اہمیت و احترام کو پیش کرتے ہوئے خلیفہ کے قتل کا ذکر کیا کہ قاتلوں نے حرمت کا خیال بھی نہ کیا۔ اس کے بعد لوگوں کو تحریک کیا کہ وہ خلیفہ کے خون کا بدلا لینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ طلحہ نے کہا اس کام میں اللہ کے دین اور اسکی مملکت کی عزت کی خاطر مظلوم خلیفہ کے خون کے لئے قدم اٹھانا اللہ کے حدود میں ہے لہذا اس امر کا احترام کیا جانا چاہیے۔ اگر یہ کام انجام پائے تو تمہاری عزت پلٹ آئے گی اور اگر یہ کام انجام نہ دیا تو قدرت اور قانون باقی نہ رہے گا (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱۱۸ و ۳۱۱۹)۔

زبیر نے بھی طلحہ ہی طرح گفتگو کی۔ ان کی گفتگو کے بعد بصرہ کے عوام دو گروہ میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک گروہ کہتا تھا یہ حق کہہ رہے ہیں اور ہم کو نیکی کی دعوت دے رہے ہیں جبکہ دوسرا گروہ کہہ رہا تھا یہ مکار ہیں, یہ خلیفہ کے قتل میں شریک ہیں, حضرت علی ع کی بیعت کر چکے ہیں باطل پر ہیں اور گناہ کی ترغیب دے رہے ہیں۔

ان دو گروہوں میں تکرار شروع ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی ام المومنین عایشہ نے بلند آواز میں گفتگو شروع کی, طلحہ و زبیر کی گفتگو کی تائید کرتے ہوئے لوگوں کو خلیفہ کے خون کے مطالبہ لئے ترغیب دی۔

ام المومنین کی گفتگو کے دوران ایک شخص نے انھیں خطاب کر کے کہا: اے مومنین کی ماں! خلیفہ کا قتل آپ کے گھر سے نکل کر یہاں آنے کے فتنہ سے کم اہمیت رکھتا ہے (جبکہ اللہ نے اس طرح گھر سے باہر نکلنے اوراس طرح لوگوں کے درمیان ظاہر ہونے کو حرام قرار دیا ہے) اور وہ بھی اس طرح اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر تیر وتلوار ونیزوں کے درمیان سفر کرنا۔ اللہ نے تمہارے لئے احترام قرار دیا تھا اور تم کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا تھا مگر تم نے اس احترام کو باقی نہ رکھا۔ پردہ کے باہر نکل آئیں اور اپنے حریم کو باقی نہ رکھا کیونکہ جو کوئی تم سے جنگ کو جائز سمجھتا ہے وہ تمہارا خون بہانہ بھی جائز سمجھتا ہے۔ اگر آپ اپنی مرضی سے آئی ہیں تو یہاں سے گھر لوٹ جائیے اور اگر مجبور کر کے لائے ہیں تو بتلائیے کس نے مجبور کیا ہے ہم آپ کو اس کے شر سے نجات دلوائیں گے (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱۲۰)۔

طبری اس گفتگو کے بعد نقل کرتا ہے کہ قبیلہ بنی سعد کا یک نوجوان آگے بڑھا اور طلحہ و زبیر کو مخاطب کر کے کہا: اے زبیر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص اصحاب سے ہو اور اے طلحہ تم نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطرہ سے محفوظ رکھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ مومنین کی ماں کو اپنے ہمراہ جنگ کے میدان میں لے آئے ہو۔ کیا تم لوگوں نے اپنی بیویوں کو بھی جنگ میں

شرکت دی ہے؟

طلحہ و زبیر نے جواب دیا کہ نہیں اے جوان۔

اس جوان نے کہا: میں تم سے بیزار ہوں۔تم نے اپنی عورتوں کی عصمت کی حفاظت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ کو گھر سے نکال کر یہاں لے آئے۔قسم خدا کی یہ انصاف سے دور ہے۔اس طرح کے اعتراضات و نصیحتیں اورلوگوں نے بھی کئے مگر ان پر اس کا اثر نہ ہوا۔

دولشکروں میں ٹکراو کے بعد صلحہ نامہ کا لکھا جانا:

جب باغی لشکر بصرہ میں داخل ہونا چاہتا تھا, بصرہ کے لشکر کی طرف سے حکیم بن جبلہ نے حملہ کر کے ان کو داخل ہونے سے روک دیا۔عورتوں نے بھی گھر کی چھتوں پر سے پتھر برسائے جس کے نتیجہ میں طلحہ و زبیر نے بھی اپنا راستہ بدلا اور رات شہر کے باہر گذاری۔دوسرے دن بصرہ کا لشکر, طلحہ و زبیر کے لشکر کے سامنے صف آرا ہوا اور بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف نے ان کے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا: کیا تم نے خلیفہ عثمان کو قتل کرنے کے لئے لوگوں کو تحریک نہیں کیا۔ کیا امیرالمومنین ع کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔لہذا اب بہتر یہی ہے کہ فتنہ وجنگ اور خون بہانے سے دوری اختیار کرو۔مگر ان لوگوں پر اس گفتگو و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا, انہوں نے خلیفہ کے خون کے مطالبہ کو دہرایا جس کے نتیجہ میں

جنگ چھڑ گئی۔دونوں طرف کے لوگ قتل وزخمی ہوئے۔چونکہ بصرہ کے گورنر کوحضرت علی ع کی طرف سے جنگ کا حکم نہ تھالہذا ءوہ ان دونوں میں اصلاح کروانا چاہتا تھا چنانچہ ایک صلح نامہ لکھا گیا اور دونوں طرف کے افرد نے اس پر دستخط کئے۔

صلح نامہ کا مضمون اور شرائط:

"یہ صلح نامہ ہے گروہ عثمان بن حنیف انصاری (و مومنین و پیرو علی ابن ابی طالب ع) اور گروہ طلحہ و زبیر (و مومنین و , پیرو طلحہ وزبیر) کے درمیان۔ ذیل کے امور پر عمل کا وعدہ ہوا ہے:

۱۔دارلامارہ, میدان, مسجد, بیت المال ومنبر پر عثمان بن حنیف کا اختیار رہے گا (طلحہ و زبیر اوران کے گروہ کے افراد کو ان میں رکاوٹ ایجاد کرنے کی اجازت نہیں ہے)۔

۲۔طلحہ وزبیر اوران کے ہمراہ افراد شہر میں جہاں چاہیں قیام کر سکتے ہیں۔

۳۔کسی کو بھی حق نہیں ہے کہ عوام کے اختیار کے ذرائع جیسے راستہ, پانی کی نہر, بازارو کوچہ وغیرہ کے تعلق سے لوگوں کو منع کریں یا اسے نقصان پہنچائے۔

۴۔ یہ قرارداد مولا علی ع کے بصرہ تشریف لانے تک قابل اعتبار رہے۔امیرالمومنین ع کے آنے کے بعد لوگوں کو اختیار ہوگا کہ وہ جنگ یا صلح کو اختیار کریں, جس

گروہ کو چاہیں اختیار کریں یا چھوڑ دیں, بصرہ میں قیام کریں یا بصرہ سے چلے جائیں۔

۵۔ہر دو گروہ کے افراد پر واجب ہے کہ جو طے پایا ہے اور دستخط ہوئے ہیں اس پر پوری طرح عمل کریں اور اللہ سے بھی عہد کریں جو عہد نبیوں کے عہد سے زیادہ محکم تر ہوتا ہے"

دونوں گروہ کے افراد نے اس صلح نامہ پر دستخط کئے اور ان میں صلح برقرار ہو گئی۔

گورنر عثمان بن حنیف نے دارلامارہ میں قیام کیا اور سپاہیوں و دوستوں کو حکم دیا کہ وہ اسلحہ اتار دیں اور اپنے گھر, دیہات و شہر کو لوٹ جائیں اور زخمیوں کے علاج پر توجہ دیں۔

طلحہ و زبیر اور ام المومنین کی وعدہ خلافی اور جرائم:

کچھ دن امن و امان سے بسر ہوئے۔طلحہ و زبیر کو یہ فکر ہوئی کہ امیرالمومنین ع کے بصرہ پہنچتے ہی حالات بدل جائیں گے اور بصرہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا لہذا انھوں نے قبیلوں کے سرپرستوں اور قوم کے بزرگوں سے مخفیانہ گفتگو وقول و قرار خلیفہ کے خون کا بدلہ لینے اور مولا علی ع کو خلافت سے ہٹانے, عثمان بن حنیف کو بصرہ سے باہر کرنے کے تعلق سے شروع کر دی۔

ان افراد کو عہدہ ومقام کی لالچ بھی دی گئی۔اقتدار پسند نادانوں نے طلحہ و

زبیر کی دعوت کو قبول کرلیا۔ جب قبیلوں کے سرپرستوں اور بزرگوں کی رضامندی حاصل ہوگئی تو گورنر سے مخالفت اور وعدہ خلافی شروع کردی چنانچہ ایک رات بارش ہورہی تھی اس رات دارلامارہ پر حملہ کر کے گورنر کو اسیر کر کے ان کو اس قدر مارا کے مرنے کے قریب ہوگئے اس کے بعد ان کے سر ,داڑھی اور ابروں کے بالوں کو ہاتھوں سے نوچ نوچ کر گنجا کردیا۔

بیت المال کو لوٹ کر خالی کردیا۔ جب صبح ہوئی تو نماز کی امامت کے لئے طلحہ و زبیر میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ ام المومنین کو اطلاع دی گئی انھوں نے حکم دیا ایک دن عبداللہ بن زبیر نماز پڑھائے اور دوسرے دن محمد بن طلحہ۔ اس کے فوری بعد عبداللہ ابن زبیر و محمد ابن طلحہ میں نماز کی امامت کے لئے جھگڑا شروع ہوا اور طلوع آفتاب قریب ہورہا تھا کہ مسجد میں موجود لوگوں نے اعتراض کرنا شروع کیا۔ آخر قرعہ کے ذریعہ محمد بن طلحہ نے نماز کی امامت کی۔ لوگوں پر واضح ہونے لگا کہ ان کا مقصد اس قیام سے کیا ہے۔

طبری اس واقعہ کے ضمن میں لکھتا ہے کہ اس کے بعد ایک شخص نے طلحہ و زبیر سے قسم دیکر سوال کیا کہ کیا کوئی خاص حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تمہیں اس تعلق سے دیا گیا ہے؟

اس کے جواب میں طلحہ خاموش ہوگئے مگر زبیر نے کہا: نہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حکم نہیں ملا مگر ہم نے سنا ہے کہ تم لوگوں کے پاس مال و دولت زیادہ ہے ، ہم چاہتے ہیں تمہارے مال میں شریک ہو جائیں ۔(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱۳۶) ۔

اس بغاوت کے بعد بصرہ طلحہ و زبیر کے قبضہ میں آ گیا اور ان کے سپاہیوں نے سارے شہر کو اپنے اختیار میں لے لیا۔

ام المومنین نے خلیفہ عثمان کے بیٹے ابان سے کہا کہ بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف کو قتل کر دے ۔عثمان نے فریاد بلند کی اور کہا : اے عایشہ رض و اے طلحہ و اے زبیر میرا بھائی سھل بن حنیف امیرالمومنین ع کی طرف سے مدینہ کا حاکم ہے وہ میرے خون کے انتقام میں تمہارے خاندان سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسی وقت بصرہ کے معزز گھرانے کی ایک عورت نے انھیں اس سے روکا اور کہا: خدا کے لئے ایسا نہ کرو مومنین کی ماں ! عثمان بن حنیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کا خیال کرو۔

ام المومنین نے گورنر کے قتل کا حکم واپس لیا مگر قید کرنے کا حکم صادر کیا۔

(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱۲۶) ۔

اس کے بعد ام المومنین نے عبداللہ ابن زبیر کے مشورہ پر حکم دیا کہ بیت المال کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کو جنکی تعداد ۷۰ تھی بدترین طریقہ سے قتل کیا

جائے۔ یہ سب نیک وشائستہ سپاہی تھے جو فوراً جانوروں کی طرح سر کاٹ کر قتل کر دئے گئے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۵۰)۔

جنگ جمل اصغر :

جب حکیم بن جبلہ کو اطلاع ہوئی کہ باغی سردار و لشکر مکر و دھوکہ سے بصرہ پر قبضہ حاصل کر لئے ہیں تو جسا کہ انھوں نے عثمان بن حنیف سے وعدہ کیا تھا کہ حق کی راہ میں شھادت کے لئے تیار رہے , انہوں نے قبیلہ عبد القیس کے ۳۰۰ شجاع جنگجو افراد کولیکر طلحہ و زبیر کے لشکر کے مقابل قیام کیا۔ طلحہ و زبیر بھی ام المومنین کو اونٹ پر سوار کر کے میدان میں لے آئے۔ دونوں لشکروں نے صفیں تشکیل دیں۔

جنگ جمل اصغر کے دن لشکر کی سپہ سالاری ام المومنین نے اپنے ذمہ لی۔ بصرہ کا لشکر جس میں صرف ۳۰۰ سپاہی تھے اس کا سپہ سالار حکیم بن جبلہ تھا۔ جنگ شروع ہوئی حکیم اور اس کے سپاہیوں نے وفاداری کا ثبوت دیا اور اس امتحان سے کامیاب نکلے۔ سب شہید ہوئے۔ جس وقت جنگ اپنے شباب پر تھی لشکر ام المومنین کا ایک سپاہی جس کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا, اس نے تلوار کا وار کر کے حکیم کے پیر کو کاٹ ڈالا۔ حکیم نے اپنے کٹے ہوئے پیر کو اس کے سر پر مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ حکیم نے اس حالت میں لڑتے ہوئے دشمن کے کئی سپاہیوں کو

ہلاک کیا۔ حکیم کے تین بھائی بھی اس جنگ میں شہید ہوئے ۔ حکیم اوراس کے سارے ساتھی آخری نفس تک دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی وجانشین کے حق کے دفاع میں شہید ہوئے (اسد الغابہ جلد۲ صفحہ۴۰ ۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ۵۱) ۔

طلحہ و زبیر نے اس فتح کی اطلاع اہل شام کو دی ۔ ام المومنین نے اہل کوفہ کو فتح کی خبر دے کر لوگوں کو مولا علی ع کی بیعت توڑنے اور خلیفہ عثمان کے خون کے مطالبہ کے لئے تحریک کیا۔ ام المومنین نے اہل یمامہ کو بھی خط لکھ کر اپنے قیام اور فتح بصرہ کی اطاع دی۔

جب بصرہ طلحہ و زبیر کی مکاری کی وجہ سے ان کے زیر قدرت آ گیا تو لوگوں سے بیعت لی گئی ۔ جب بیعت ہو چکی تو زبیر نے سوال کیا کہ کیا ایک ہزار مرد جنگی آمادہ ہیں کہ مولا علی ع کی طرف حرکت کریں اور انھیں رات میں یا صبح کے وقت قتل کر دیں تا کہ وہ بصرہ نہ آسکیں ۔ کسی نے جواب نہ دیا۔

زبیر نے کہا یہ خاموشی اس فتنہ کی وجہ سے ہے جس کے تعلق سے ہم گفتگو کر رہے ہیں ۔ یہ سن کر زبیر کے غلام نے کہا: اس قیام کو فتنہ کہتے ہو جبکہ اس راستہ پر تلوار چلاتے ہو؟ ۔

زبیر نے کہا: وائے ہو تجھ پر ۔ ہم اپنے تمام کاموں کے تعلق سے ہوشیاری وبصیرت

رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے قدم کس راستہ پر اٹھ رہے ہیں مگر اس قیام کے تعلق سے میں نہیں جانتا کے ہم آگے بڑھ رہے ہیں یا پیچھے لوٹ رہے ہیں۔

علقمہ بن وقاص نے بیان کیا: میں نے طلحہ کو تنہائی میں دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کو اپنے سینہ پر مار رہا تھا۔میں نے اس سے کہا: اے ابومحمد اگر اس قیام سے خوش نہ ہو تو جنگ سے دوری اختیار لو۔

طلحہ نے جواب دیا: اے علقمہ ہم سب ایک گروہ تھے دشمن کے مقابل میں مگر اب دو فولاد کے پہاڑ ہیں ایک دوسرے کے مقابل اور چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو برباد کردیں۔

امیرالمومنین کا لشکر کے ہمراہ ذی قار سے بصرہ کے لئے حرکت کرنا:

بصرہ میں ام المومنین عایشہ طلحہ و زبیر اور ان کے لشکر کے جرائم کی ناگوار خبر سن کر امیرالمومنین علی ع ذی قار سے بصرہ کے لئے لشکر کو ساتھ لیکر نکلے۔ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا کہ امیرالمومنین ع مدینہ سے نکلتے وقت سھیل بن حنیف کو مدینہ میں اور قشم بن عباس کو مکہ میں حاکم بنا کر چلے ۔ ربذہ سے ذی قار چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ پہنچے۔ اہل بصرہ قبیلہ ربیعہ کے ۳ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مولا علی ع کے لشکر سے ذیقار کے مقام پر آ کر ملے۔

احنف بن قیس نے امام ع کے لئے پیغام بھجوایا کہ اگر آپ چاہتے ہوں تو میں ۲۰۰

جنگی سواروں کے ہمراہ آپ کے پاس آجاوں اور اگر اجازت دیں تو بنی سعد سے جنگ کرنے سے دوری اختیار کر کے چھ ہزار تلواروں کو آپ سے دور کر دوں۔مولا علی ع نے احنف کو اجازت دی کہ وہ جنگ میں شرکت نہ کرے۔

جب بصرہ میں امیر المومنین ع کے ذی قار سے لشکر کے ساتھ حرکت کرنے کی خبر پہنچی توام المومنین, طلحہ و زبیر لشکر کو لیکر بصرہ کے باہر قصر عبید اللہ ابن زیاد کے مقام پر ٹھہرے۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لشکر کی شان و عظمت:

مسعودی نے مروج الذھب میں منذر ابن جارود سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی ع کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچا تو میں شہر سے باہر نکلا تا کہ اس لشکر کا نظارہ کرسکوں۔میں نے ایک ہزار سواروں کا دستہ دیکھا جن کے آگے ان کا سردار طاقتور گھوڑے پر سفید لباس اور سفید ٹوپی پہنے ہاتھ میں پرچم لئے سوار تھا۔اس کے سپاہی ہتیار میں ڈوبے ہوئے سر پر سفید و زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

میں نے سوال کیا یہ سردار کون ہے؟ جواب ملا پرچم دار ابوایوب انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ انصار کا دستہ ہے۔

اس دستہ کے پیچھے ایک سردار کو دیکھا جو سفید لباس پہنے زرد عمامہ باندھے تلوار و کمان حمائل کئے پرچم لئے ہوئے کھجور کے رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اور اس

کے پیچھے ایک ہزار سپاہی تھے۔ یہ سردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خزیمہ بن ثابت انصاری (ذوالشہادتین) ہے یہ دستہ بھی انصار کا تھا۔

اس کے پیچھے ایک سردار کو دیکھا جو زرد عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھے ہوئے, سفید قبا پہنے تلوار و کمان حمائل کئے پرچم لئے ہوئے تھا جس کے ہمراہ ایک ہزار سپاہیوں کا دستہ تھا۔

پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ سردار ابوقتادہ ابن ربعی ہے۔

اس دستہ کے آگے بڑھنے کے بعد ایک اور سردار اور ایک ہزار سپاہیوں کے دستہ پر نظر پڑی۔ سردار کے عمامہ کا ایک حصہ اس کے سینہ پر پڑا تھا۔ سفید لباس پہنے تیز رو گھوڑے پر سوار قرآن کی تلاوت کی آواز کے ساتھ تلوار و کمان اپنے دوش پر رکھے سفید پرچم ہاتھ میں لئے, ایک ہزار سپاہیوں کے دستہ کے آگے جن کے عمامہ مختلف قسم کے تھے سکون و وقار کے ساتھ حرکت کر رہا تھا۔ سپاہیوں میں کچھ عمر رسیدہ اور کچھ جوان تھے جن کی پیشانیوں پر سجدے کے نشان نمایاں تھے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی عمار یاسر اور ان کے ہمراہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مھاجر و انصار اور ان کی اولادیں ہیں۔

ان کے پیچھے ایک پرچم دار اور ایک ہزار سپاہیوں کے دستہ کو دیکھا۔ سردار کھجور

کے رنگ کے گھوڑے پر سوار سفید لباس , سفید عمامہ , اور زرد ٹوپی تلوار گردن میں لٹکتی ہوئے اور کمان کاندھے رکھے پیر زمین تک پہنچ رہے تھے۔ میں نے سوال کیا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ قیس ابن سعد ابن عبادہ ہے۔

اس دستہ کے بعد میری نظر ایک آسمانی رنگ کے آنکھوں کے گھوڑے پر سوار پر پڑی میں نے گھوڑے کو اس سے بہتر انداز میں چلتے نہیں دیکھا تھا۔ سوار کے سر پر کالا عمامہ تھا جس کا ایک سرا سینہ پر لٹک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پرچم تھا۔ میں نے سوال کیا یہ کون ہے؟ جواب ملا عبداللہ ابن عباس جن کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تھے۔

اس کے پیچھے ایک اور گروہ اور ایک اور پرچم دار جو گذشتہ میں گذرے نبیوں کی شبیہ تھا۔ میں نے سوال کیا یہ کون ہے؟ یہ عبیداللہ ابن عباس تھے۔ اس کے بعد ایک اور سوار کو دیکھا وہ قثم بن عباس یا معبد بن عباس تھے۔ اس کے ساتھ ہی قافلہ کے بعد قافلہ پرچم لئے شور کررتی ہوئی موجوں کی طرح گذرتا گیا۔

ان کے پیچھے ایک سپاہ نمودار ہوئی جو اسلحہ سے مسلح تھی اور کئی پرچم ان کے ساتھ تھے۔ اس سپاہ کے آگے ایک بڑا پرچم تھا اور پرچم کے آگے ایک سوار تھا اس کے رعب و ہیبت سے سانس سینوں میں رک گئی تھی۔ وہ اپنی نگاہوں کو اکثر نیچے کئے ہوئے تھا۔ اس کے دونوں جانب دو حسین وجمیل جوان اور سامنے

ایک حسین وجمیل جوان نے میری توجہ کو جذب کیا۔ میں نے سوال کیا یہ کون ہیں؟ جواب ملا: علی ابن ابی طالب ع, ان کے دونوں جانب حسن وحسین علیھم السلام اور آگے محمد ابن حنفیہ پرچم دار ہے اوران کے پیچھے عبداللہ ابن جعفر طیار ہیں۔ان کے ہمراہ جوسپاہی ہیں وہ عمر رسیدہ جنگ بدر کے مہاجر وانصار ہیں۔

یہ لشکر بصرہ کے قریب زاویہ کے مقام پر رکا۔مولا علی ع نے ۴ رکعت نماز ادا کی۔ چہرے مبارک کو خاک پر رکھا, اشک جاری تھے, ہاتھوں کو بلند کر کے فرمایا:

اے پروردگار آسمان واہل آسمان, اے پروردگار زمین واہل زمین, اے پروردگار عرش بزرگ یہ شہر بصرہ ہے۔اے پروردگار میں تجھ سے اس مقام کی خیر چاہتا ہوں اوراس کے شر سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ہمارے اس سرزمین پر آنے کو رحمت وبرکت کا ذریعہ قرار دے۔ پروردگار اس گروہ نے سرکشی کی, مجھ پرستم کیا, مجھ سے کی گئی بیعت اوروعدہ کوتوڑ ڈالا۔ پروردگار مسلمانوں کے خون کی حفاظت فرما(مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۱۱)۔

مورخین کی تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دو لشکر تین دن تک اس مقام پر بغیر جنگ کئے ٹھہرے رہے صرف خطوط و پیغام ردوبدل ہوئے۔امیرالمومنین ع نے طلحہ و زبیر کے نام پیغام بھجوایا جسے سید رضی رح نے نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے۔

امابعد۔اگرچہ تم دونوں چھپارہے ہو لیکن تمہیں بہرحال معلوم ہے کہ میں نے خلافت کی خواہش نہیں کی۔لوگوں نے مجھ سے درخواست کی اور میں نے بیعت کے لئے اقدام نہیں کیا جب تک انھوں نے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا۔تم دونوں بھی انھیں افراد میں شامل ہو جنھوں نے مجھ سے چاہا تھا اور میری بیعت کی تھی۔دوسرے عام لوگوں نے میری بیعت نہ کسی سلطنت کے رعب و داب سے اور نہ کسی مال و دولت کی لالچ میں کی ہے۔لہذاء اگر تم دونوں نے میری بیعت اپنی مرضی سے کی تھی تو اب اللہ کی طرف رجوع کرو اور فوراً توبہ کرلو۔اور اگر مجبوراً کی تھی تو تم نے اپنے اوپر میرا حق ثابت کردیا کہ تم نے اطاعت کا اظہار کیا تھا اور نافرمانی کو دل میں چھپا کر رکھا تھا۔(یعنی اگر بیعت میں جبر و اکراہ اور خوف و دہشت کا عمل دخل ہوتا تو وہ غریب افراد خوف زدہ ہوتے جو مہاجرت کی وجہ سے مفلس و بے سہارا ہو گئے تھے۔تم دونوں کو کیا مجبوری تھی۔تم تو صاحب دولت و وجاہت تھے۔تمہارے تعلق سے مجبوری کا دعوی کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔پھر بیعت کا انکار کرنے والوں میں بھی صرف طلحہ و زبیر نہیں تھے بلکہ عبداللہ ابن عمر, سعد ابن وقاص , حسان بن ثابت بھی شامل تھے اور ان کو کسی نے مجبور نہیں کیا)۔اور میری جان کی قسم تم دونوں اس رازداری اور دل کی باتوں کے چھپانے میں مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہیں تھے۔تمہارے لئے بیعت سے

نکلنے اوراس کے اقرار کے بعد انکار کردینے سے زیادہ آسان روز اول ہی اس کا انکار کردینا تھا۔تم لوگوں کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے تو میرے اورتمہارے درمیان وہ اہل مدینہ موجود ہیں جنھوں نے ہم دونوں سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔اس کے بعد ہر شخص اسی کا ذمہ دار ہے جواس نے ذمہ داری قبول کی ہے۔ بزرگوارو! موقع غنیمت ہے اپنی رائے سے باز آجاؤ کہ آج تو صرف ننگ وعار کا خطرہ ہے لیکن اس کے بعد عار و نار دونوں جمع ہوجائیں گے۔ والسلام(نہج البلاغہ مکتوب ۵۴)۔

طلحہ و زبیر کے امام علیہ السلام کے پیغام کے بعد بھی گمراہی وسرکشی کو جاری رکھا اور علانیہ طور پر سرکشی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کا پیغام ام المومنین عایشہ کے لئے:

امیرالمومنین ع مسلمانوں کا قتل اورخون ریزی کوروکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے جبکہ ام المومنین و طلحہ و زبیر نے عھد وپیمان کی خلاف ورزی کی, بصرہ کے گورنر کے ساتھ مکرودھوکہ واھانت کی۔بیت المال کولوٹ کر اس کی حفاظت کرنے والوں کوقتل کیا۔بصرہ میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا۔

مولاعلی ع نے عبد اللہ ابن عباس اورزید بن صوحان کوام المومنین کے پاس بھجوایا کہ ان کوخطرہ سے آگاہ کریں تاکہ وہ اپنے راستہ سے پلٹ جائے

اور اتمام حجت بھی ہو جائے ۔ امام ع نے پیغام بھجوایا کہ: عایشہ اللہ تعالی تم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہو اور باہر نہ نکلو ۔ تم اس بات کو جانتی تھیں مگر کچھ لوگوں نے تمہیں بہکایا اور گھر سے باہر لے آئے ۔

اب حالات اس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ مسلمانوں کی جانیں خطرہ و تباہی میں پڑھ گئیں ہیں ۔ اس نازک موقع پر مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت کرو تا کہ تم مصیبت وفتنہ میں نہ پڑھ جاؤ ۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اور جنگ ومبارزہ سے دور رہو ۔ اگر تم مدینہ لوٹ کر نہ جاؤ اور اس آگ کو خاموش نہ کرو تو عنقریب جنگ کے شعلے کچھ افراد کو لپیٹ میں لے لیں گے اور بڑی تعداد میں لوگ قتل ہو جائیں گے ۔ لہذاء اے عایشہ اللہ سے خوف کرو اور توبہ کرو ۔ اللہ کی طرف لوٹ جاؤ یقیناً اللہ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور انھیں بخش دیتا ہے ۔ اس بات سے تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ کہیں عبداللہ ابن زبیر کی دوستی اور طلحہ سے رشتہ داری تمہیں اس بات پر نہ لے آئے جس کا انجام آگ ہے (تاریخ ابن اعثم صفحہ ۱۷۵) ۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ام المومنین عایشہ حضرت علی ع کی نصیحتوں کے آگے تسلیم نہ ہوئیں اور اپنی سرکشی جاری رکھی ۔ حضرت ع کے پیغام کے جواب میں عبداللہ ابن عباس اور زید ابن صوحان سے کہا: میں علی ابن ابی طالب ع سے بحث

کرنا نہیں چاہتی ہوں کیونکہ میں احتجاج وخطابت میں علی ع کی برابری نہیں کرسکتی ہوں (تاریخ طبری جلد۳ صفحہ۳۹۳) ۔

امام علیہ السلام کے قاصدوں نے ام المومنین وطلحہ و زبیر کے جوابات ,انکی دشمنی ,ان کی ضد اوران کی جنگ شروع کرنے کی دھمکیاں امام ع سے بیان کیں ۔امام ع بھی آمادہ جنگ ہوئے جب ان بیعت توڑنے والوں نے حکمت آمیز نصیحت کوقبول کرنے سے انکارکردیا۔امام ع نے اپنے لشکرکو مخاطب کرتے ہوئے اللہ کی حمد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

اے لوگو ! مین نے اس گروہ سے بہت صبر وضبط کے ساتھ گفتگو کی کہ شاید اپنی غلطی کااحساس کرکے لوٹ آئیں ۔میں نے بیعت کے توڑنے پر ان کی شدید تنقید کی اور جو ظلم وستم وہ بصرہ میں انجام دے چکے ہیں اس پر بھی انہیں آگاہ کیا مگرانہیں شرم نہ آئی ۔میرے لئے انہوں نے پیغام بجھوایا ہے کہ ان کے نیزوں کے مقابلہ کے لئے تیاراوران کی تلواروں کے لئے آمادہ ہو جاوں ۔انھوں نے میرے لئے پیغام بھجوایا ہے کہ میرا نفس باطل کی تمنا رکھتاہےاور مجھ سے دھوکہ اور جھوٹا وعدہ کیا گیاہے !ماں ان کا غم منائے میں آج تک جنگ سے ڈرایانہیں گیا تھااور میں کبھی جنگ و لڑائی سے

خوف زدہ نہیں ہوا ہوں۔حقیقت میں پہلے وہ انصاف سے کام لے جو مجھے جنگ کی دعوت دے رہا ہے اوراس کے بعد گرجے اور بجلی گرائے یہ میرا گذشتہ دیکھے ہوئے ہیں اور میرے استحکام سے واقف ہیں۔انھوں نے مجھے کیسے پایا؟ میں ابو الحسن ہوں, مشرکوں کی قدرت کو کچل چکا ہوں اوران کے گروہ کو بکھیر دیا ہوں اورآج اسی قلب کے ساتھ اپنے دشمن کا دیدار کرنے والا ہوں۔

میں پروردگار کی مدد اوراس کے وعدہ پر اطمنان رکھتا ہوں۔میں اپنے عمل پر یقین رکھتا ہوں اور عقیدہ پر زرہ برابر شک نہیں ہے۔

اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ موت ایسی چیز ہے کہ گھر میں چھپ کر بیٹھنے والا بھی اسے کھو نہیں سکتا اوراس سے بھاگنے والا بھی اسے کمزور نہیں بنا سکتا ہے۔موت سے راہ فرار ممکن نہیں ہے۔اگر کوئی قتل نہ ہوتو بستر پر مرے گا۔بہترین موت اللہ کی راہ میں قتل ہونا ہے۔قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں علی ع کی جان ہے مجھے ہزار تلوار کے ضربہ کھا کر مرنا آسان اور گوارا ہے بہ نسبت یک موت کے جو بستر پر آئے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۱ صفحہ۱۰۱۔تاریخ اعثم صفحہ۱۷۵)۔

اس خطبہ کے بعد ہاتھوں کو دعاء کے لئے اٹھا کر فرمایا :

اے اللہ طلحہ نے مجھ سے کئے گئے وعدہ وبیعت کو توڑا ہے۔لوگوں کو عثمان کے

خلاف تحریک کیا اور قتل کروایا۔قتل کے بعد مجھ پر قتل کی تہمت لگائی۔ پروردگار اسے مہلت نہ دے۔

پروردگار طلحہ نے مجھ سے رحم کا رشتہ قطع کرلیا, مجھ سے کیا گیا وعدہ توڑ ڈالا اور دشمن کو میرے مقابل صف آراء کیا لہذاء آج جس طرح تو چاہتا ہے میرے لئے کافی ہو جا۔

اس کے بعد دونوں لشکر (جمعرات کے دن ۱۵ جمادی الثانی ۳۶ ہجری) ایک دوسرے کے مقابل صف باندھ کر جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔مولا علی ع کے لشکر کی تعداد ۲۰ ہزار اور طلحہ و زبیر کا لشکر ۳۰ ہزرار کا تھا۔مولا علی ع کے لشکر یں ۸۰ جنگ بدر کے سپاہی اور ۱۵۰۰ رسول اللہ کے اصحاب شرکت کئے (بحار الانوار صفحہ ۴۳۴)۔بعض روایتوں میں جنگ کی تاریخ جمعہ ۱۰ جمادی الثانی لکھی ہے۔

امیرالمومنین ع نے لشکر کے میمنہ کی سرداری مالک اشتر و سعید بن قیس کو, میسرہ کی سرداری عمار ابن یاسر وشریح بن ہانی کو اور قلب لشکر کی سرداری محمد ابن ابی بکر و عدی بن حاتم کو عطا کی پرچم محمد ابن حنفیہ کے حوالے کیا۔ (مناقب جلد ۳ صفحہ ۱۵۳)۔

امام ع کے لشکر کی صف آرائی کے بعد, امام ع لشکر کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا:

تم جنگ میں پہل نہ کرو کیونکہ الحمدللہ تم دلیل وحجت رکھتے ہو۔تمہارا جنگ کا شروع نہ کرنا ان کے اقدام سے پہلے خود دلیل و حجت ہے تمہارے حق پر ہونے کی۔جب ان سے جنگ شروع ہوجائے تو زخمیوں کوقتل نہ کرو اگروہ دوبارہ حملہ کرنے کے قابل نہ ہوں۔جنگ سے بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرو۔کشف عورت نہ کرو۔لاش کی بے حرمتی نہ کرو۔ان کے گھروں میں داخل نہ ہواوران کے مال سے کچھ نہ لو۔

مسعودی نے اس کے علاوہ نقل کیا کہ فرمایا:

ان کے مال کو ہاتھ نہ لگانا سوائے اسلحہ اوروہ مال وغلام وکنیز جووہ میدان جنگ میں لائے ہیں۔اس کے علاوہ جوبھی ہے وہ مقتول کے وارثوں میں اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم ہوگا۔عورتوں کو نہ ستاؤ اگرچہ کہ وہ تمہیں یا تمہارے سرداروں کو برا کہیں کیونکہ وہ کمزورہیں۔

قرآن کوحاکم قراردیاجائے:

حضرت علی ع نے ہر ممکنہ کوشش فرمائی کہ مسلمانوں کے قتل کوروکا جاسکے۔امام ع نے ارادہ کیا کہ قرآن کو اپنے اوردشمن کے درمیان حاکم قراردے اور قرآن کے فیصلے کوانھیں ہدایت کے راستے پرلانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ تاریخ طبری اوردوسری تاریخوں میں نقل ہے کہ جنگ جمل کے شروع ہونے سے

پہلے مولا علی ع قرآن حکیم کو دست مبارک میں لے کر اپنے اصحاب و دوستوں کے مقابل تشریف لائے عبداللہ ابن عباس کو دیکر فرمایا:

اس قرآن کو لیکر طلحہ و زبیر و عایشہ کے پاس جاؤ اور انھیں قرآن کی طرف دعوت دو۔ طلحہ و زبیر سے کہو کہ علی ع کہتے ہیں کہ کیا تم نے اپنے اختیار سے میرے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی؟ اب اس بیعت کو توڑنے کی وجہ کیا ہے؟ یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان ہے۔ عبداللہ ابن عباس دشمن کے لشکر کی طرف بڑھے, دیکھا کہ زبیر ان کی طرف متوجہ ہیں اس لئے زبیر سے پہلے گفتگو شروع کی۔

عبداللہ ابن عباس نے پہلے انھیں جنگ سے دوری اختیار کرنے کے تعلق سے کہا اور کہا کہ امیر المومنین ع نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے اختیار سے بیعت نہ کی تھی؟ اب کیوں اور کس جواز کی بنیاد پر جنگ کرنے کو حلال قرار دے رہے ہو؟ یہ قرآن اور اس کے احکام ہمارے درمیان حاکم ہیں اگر چاہو تو اسے حکم قرار دیں۔

زبیر نے کہا: اپنے سردار کے پاس لوٹ جاؤ کہ ہم نے جبر کی وجہ سے بیعت کی تھی۔

یہ جواب سن کر عبداللہ ابن عباس طلحہ کے پاس گئے وہ زرہ پہنے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے سواری کے قریب کھڑے تھے۔ عبداللہ نے طلحہ سے کہا

کہ امیرالمومنین یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا بات تمہیں سرکشی وقیام پر اکسائی ہے اور کیوں تم نے بیعت توڑنے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ میری بیعت اب بھی تمہاری گردن پر ہے؟

طلحہ نے جواب دیا کہ میں نے خلیفہ عثمان کے خون کے مطالبہ کے لئے قیام کیا ہے۔کیا تمہارے چچا کے بیٹے (علی ع) یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کوفہ پر اختیار حاصل کرلئے ہیں جبکہ میں نے مدینہ کو خط بھیجا ہے اور مکہ میں میرے لئے بیعت لی جارہی ہے؟

عبداللہ ابن عباس نے کہا: اے طلحہ اللہ سے خوف کرو, عثمان کے خون کا مطالبہ تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ان کے بیٹے اس کام کے لئے تم سے زیادہ مناسب ہیں جبکہ ان کے فرزند ابان بن عثمان نے اس تعلق سے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔

طلحہ نے جواب دیا کہ ہم اس کام کے لئے زیادہ توانائی رکھتے ہیں۔تمہارے چچا کے بیٹے نے عثمان کو قتل کیا اور زور وزبردستی سے ہمارے حق حکومت کو غصب کیا ہے۔

عبداللہ نے کہا: میں تمہیں مسلمانوں اوران کے خون خرابہ کے تعلق سے خبردار کررہا ہوں۔

یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم رہے گا۔ قسم ہے اللہ کی تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصاف نہیں کیا, اپنی عورتوں کو گھر میں رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ کو جسے حکم دیا گیا تھا گھر میں رہے, انھیں اپنے ساتھ لے آئے۔

یہ سن کر طلحہ نے عبداللہ کی طرف سے منہ موڑا اور لشکر سے مخاطب ہو کر کہا: اس قوم سے جنگ کرو ابو طالب کے بیٹے ع پر نصیحت کا اثر نہیں ہو رہا ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے کہا: کیا تم ابو طالب کے بیٹے ع کو تلوار سے ڈرا رہے ہو؟ خدا کی قسم تلوار تم پر جلد ہی آپڑے گی ۔

طلحہ نے کہا کہ (ہر حال میں) ہمارے درمیان تلوار ہی رہے گی۔

عبداللہ ان دونوں سے جواب لیکر ام المومنین عایشہ کے پاس گئے۔قاضی کعبہ بن سور اونٹ کی لگام تھامے کھڑا تھا۔قبیلہ ازد و ضبہ کے افراد انہیں گھیرے ہوئے تھے۔جب ام المومنین کی نگاہ عبداللہ پر پڑھی تو عبداللہ سے مخاطب ہو کر کہا: اے ابن عباس تم یہاں کیوں آئے ہو؟ خدا کی قسم میں تمہاری کوئی بات میں سننا نہیں چاہتی ۔اپنے سردار کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔جو افراد اونٹ کے قریب جمع تھے انھوں نے یہ سن کر بلند آواز سے کہا : اے ابن عباس قبل اس کے کہ تمہارا خون

بھے یہاں سے دور ہو جاؤ۔

ابن عباس نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر ان تینوں سے ہوئی گفتگو کو بیان کیا اور عرض کیا اب آپ کس چیز کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم یہ لوگ آپ کی تلوار سے ہی ماننے والے ہیں لہذا ء ان کے حملہ کرنے سے قبل آپ حملہ کر د یجئے۔

مولا علی ع نے فرمایا کہ اللہ کی بارگاہ میں فتح کے لئے حاضر ہوں۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ ابھی میں امام ع کی خدمت سے جدا نہیں ہوا تھا کہ دشمن کے لشکر نے تیراندازی شروع کر دی۔ ہر طرف سے تیر ہوا میں ٹڈیوں کی طرح پھیل گئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے؟ آپ کب تک انھیں اجازت دیں گے کہ یہ جو چاہے کرتے رہیں؟ حکم دیجے کہ ہم انہیں اس کام سے روک دیں۔

مولا علی نے فرمایا: ایک مرتبہ اور مجھے حجت تمام کر لینے دو۔ اس کے بعد امام ع دوبارہ قرآن کو لیکر لشکر میں تشریف لائے اور فرمایا: کون ہے جو اس قرآن کو لیکر ان لوگوں کو قرآن کے احکامات کی دعوت دے ؟ یہ جان لو کے وہ قتل کر دیا جائےگا مگر میں اللہ کی بارگاہ میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لوں گا۔ فرمایا کہ وہ اس قدر قوی و فداکار ہو کہ اگر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو قرآن کو

دوسرے ہاتھ میں لے لے ۔اگر دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو قرآن کو دانتوں سے پکڑ لے ۔یہ سن کر ایک جوان بنام مسلم جس کا تعلق کوفہ کے قبیلہ عبد القیس سے تھا , وہ سفید قبا پہنے ہوئے تھا اٹھا اور عرض کیا : یا امیرالمومنین ع میں اس کام کو انجام دوں گا۔

مولا علی ع نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی, دوبارہ وہی بات دہرائی۔ وہ جوان پھر آگے بڑھا اور عرض کیا : یاامیرالمومنین ع میں۔ اس کے علاوہ کسی اور نے جواب نہ دیا۔

مولا علی ع نے دوسری مرتبہ بھی اس کی طرف توجہ نہ فرمائی, تیسری مرتبہ پھر اپنا مطالبہ دہرایا۔وہ جوان تیسری مرتبہ آگے بڑھا اور عرض کیا : یاامیرالمومنین ع میں۔ اس کے علاوہ کسی اور نے جواب نہ دیا۔

امام ع نے قرآن کو اسے دیتے ہوئے فرمایا :اس قرآن کی انھیں دعوت دو اور کہو کہ یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم رہے ۔اللہ سے خوف کرو اور اپنے اور ہمارے خون کی حفاظت کرو۔

وہ نوجوان امام ع کا حکم سن کر بغیر دل میں کوئی خوف لائے جرئت سے حرکت کر کے دشمن کے لشکر کے سامنے آ کر انھیں برادری اور قرآن کی دعوت دی۔

ابن اعثم کوفی کے بیان کے مطابق ام المومنین عایشہ نے فریاد بلند کی کہ اسے

نیزے مار کر ختم کر دو۔

ام المومنین کے خادموں میں سے ایک اس نوجوان کے سامنے آیا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈلا۔ اس نے قرآن کو دوسرے ہاتھ سے اٹھالیا اور اس کے حکم کی دعوت دی۔ دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا گیا۔ اس نوجوان نے قرآن کو دانتوں سے تھام لیا اس حال میں کہ اسکے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ تلوار سے قتل کر کے اسے شہید کر دیا گیا۔ اس نوجوان کی ماں وہاں موجود تھی اس نے اپنے آپ کو اس نوجوان کی لاش پر گرا دیا اور اسے کھینچنے کی کوشش کی۔ امیرالمومنین ع کے لشکر کے کچھ لوگوں نے اس کی مدد کی اور اس کے خون میں ڈوبے ہوئے جسد کو اس کے دو کٹے ہوئے ہاتھوں کے ہمراہ امیرالمومنین ع کی خدمت میں لائے۔

حضرت ع نے فرمایا: پروردگار میں نے مسلم کو اس گروہ کی جانب بھیجا تھا۔ اس نے تیری کتاب ان کے لئے پڑھی تا کہ انھیں خوف دلائے اور تیرے عذاب سے ڈرائے مگر انھوں نے اسکا خون بہا کر اس کی جان لے لی (مروج الذھب جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)۔

اس واقعہ کے بعد بھی امیرالمومنین ع نے حملہ کا حکم نہیں دیا۔ اسی وقت لشکر کے سیدھے جانب سے عبداللہ بن بدیل بن ورقہ اپنے بھائی کا جنازہ جو دشمن کا تیر لگنے سے شہید ہوا تھا لیکر امام ع کی خدمت میں پہنچے اور زمین پر رکھ

دیا۔لشکر کے دوسری طرف سے ایک شخص جو دشمن کی تیراندازی کی وجہ سے شھید ہوا تھا اس کی لاش لا کر امام ع کے سامنے عبداللہ کے بھائی کی لاش کے پہلو میں رکھدی گئی۔ان جنازوں کو دیکھ کر امیر المومنین ع نے فرمایا: پروردگار تو اس بات کا گواہ رہ کہ میں نے ان پر حجت تمام کردی۔(مروج الذھب جلد۲ صفحہ۳۶۲)۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابی عمار یاسر سواری پر بیٹھ کر دشمن کے لشکر کو مخاطب کر کے فرمائے: اے لوگو! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصاف نہیں کیا کیونکہ تم لوگوں نے اپنی ازواج کو گھروں میں پردہ میں رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے باہر لے آئے اور تلواروں و نیزوں کے درمیان انھیں رکھا ہے۔اس کے بعد عمار یاسر کچھ آگے بڑھ کر ام المومنین کی عماری کے قریب پہنچے اور عماری کی طرف دیکھ کر سوال کیا: کس لئے یہاں آئی ہو؟

ام المومنین نے کہا: عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے کے لئے!۔

عمار یاسر نے کہا: پروردگار اسے ہلاک کردے جو آج اس بات کے لئے سرکشی و بغاوت کرے جس کا اسے حق نہیں ہے۔تم خود لوگوں کو عثمان کے قتل کے لئے تحریک کرتی تھیں اور کہتی تھیں نعثل کو مار ڈالو۔

جب عمار یاسر گفتگو کررہے تھے دشمن کی طرف سے تیر ان کی طرف آرہے تھے اور عمار اپنے سر کو ادھر ادھر کررہے تھے کہ تیر سے محفوظ رہیں۔ جب تیروں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو عمار یاسر گفتگو کو نا تمام چھوڑ کر امیرالمومنین ع کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: یا امیرالمومنین ع اب آپ اور کس چیز کا انتظار کررہے ہیں؟ (کیوں جنگ شروع نہیں کرتے؟) (مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۶۲)۔

طبری وابن ابی الحدید اور دوسرے مورخین نے مختصر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جب دونوں لشکر صف آراء ہوگئے تو مولا علی ع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر سوار ہوکر بغیر اسلحہ وزرہ کے معمولی لباس میں میدان میں تشریف لائے اور زبیر بن عوام کو ان کی کنیت سے یا ابا عبداللہ کہکر کئی مرتبہ آواز دی اور اپنے قریب بلایا۔

زبیر اسلحہ میں غرق خود و زرہ پہن کر امیرالمومنین ع کی خدمت میں آئے ان کی سواریاں اس قدر قریب ہوئیں کہ جانوروں کی گردنیں ایک دوسرے کے پہلو میں تھیں۔

مولا علی ع نے فرمایا: افسوس تم پر زبیر تم یہاں کیوں آئے ہو؟

زبیر: عثمان کا خون۔

مولا علی ع : ہم میں سے جو عثمان کے قتل میں نزدیک ہے, خدا اسے ہلاک

کر دے۔

امام ع نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اے زبیر تمہیں یاد ہے وہ دن جب تم مجھے گلے لگائے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ منظر دیکھ کر تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم علی ع کو چاہتے ہو؟ تم نے جواب دیا تھا کہ کیسے نہ چاہوں یہ میرا بھائی اور میرے ماموں کا بیٹا ہے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا : مگر یہ جان لو تم قریب میں علی ع سے جنگ کرنے کے لئے نکلو گے جبکہ تم اس پر ستم ڈھا رہے ہوں گے اور وہ حق پر ہوگا۔

یہ گفتگو سن کر زبیر نے استغفار کیا اور کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے وہ بات یاد دلا دی جسے روزگار نے میرے حافظہ سے مٹا دیا تھا۔

اس کے بعد زبیر اپنے لشکر کی طرف لوٹ گئے۔

زبیر کے بیٹے عبداللہ نے آگے بڑھ کر باپ سے سوال کیا: کیا ہوا آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا؟ جاتے وقت آپ کا حال اور تھا اب اور ہے۔

زبیر نے کہا: علی ع نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان یاد دلا جسے میں روزگار کے چکر میں بھول چکا تھا۔ اب اس کے بعد میں ان سے جنگ نہیں کرونگا۔ میں آج تم سے جدا ہو کر مدینہ لوٹ جاوں گا۔ تاریخ طبری میں تحریر ہے کہ زبیر

ام لمومنین کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ جس کے تعلق سے مجھے بصیرت نہ ہو اور معلوم نہ ہو کہ یہ کام کیوں کرر ہا ہوں سوائے اس عمل کے میں یہاں پر کیوں ہوں؟ ام المومنین نے سوال کیا کہ اب کیا کرنا چاہتے ہو؟ زبیر نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کو چھوڑ کر واپس چلا جاوں۔ یہ بات سن کر زبیر کے بیٹے عبداللہ سخت ناراض ہوئے اور انھوں نے چاہا کہ اس حساس موقع پر ہر قیمت پر زبیر کو واپس جانے نہ دے۔ لہذاء عبداللہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ عبدالمطلب کی اولاد کی تلواروں سے ڈر گئے کیونکہ ان کی تلواریں تیز اور کاٹنے والی ہیں جسے دلیر جوان اٹھائے ہوئے ہیں۔

یہ سن کر زبیر نے کہا: افسوس ہے تم پر تم مجھے علی ع سے جنگ کرنے پر تحریک کرر ہے ہو؟ یہ جان لو کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان سے جنگ نہ کروں گا۔

عبداللہ نے کہا: قسم کا کفارہ ادا کر کے یہاں ٹھہرے رہو تا کہ قریش کی عورتیں یہ نہ کہیں کہ تم ڈر گئے اور کیا تم بالکل نہیں ڈرے؟

زبیر کو بیٹے کی گفتگو نے تحریک کر دیا تھا, زبیر نے کہا: میں نے کفارہ کے لئے میرے غلام مکحول کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اپنے نیزہ کو ہوا میں لہرا کر مولا علی ع کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کیا۔

مولا علی ع نے فرمایا: زبیر کو مجبور کیا گیا ہے کہ وہ یہ کام کرے ۔ اس کو تحریک کیا گیا ہے اس کے لئے راستہ کھول دو ۔

امیر المومنین ع کے لشکر نے راستہ دیدیا, زبیر اپنے لشکر میں لوٹ گئے ۔ دوبارہ زبیر نے مولا علی ع کے لشکر کے میسرہ پر حملہ کیا ۔ مولا علی ع کے کہنے پر لشکر نے راستہ دیدیا ۔ زبیر اپنے لشکر میں لوٹ گئے ۔ تیسری مرتبہ قلب لشکر پر حملہ کر کے اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس پہنچے اور ان سے سوال کیا: کیا ڈرنے والا شخص اس طرح حملہ کرتا ہے؟

عبداللہ کے لئے اب کوئی راستہ تحریک کے لئے نہ تھا لھذاء اس نے کہا: آپ نے اپنا حق ادا کردیا اب کوئی الزام لگانے کا بہانہ آپ نے نہیں چھوڑا (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰۶ ۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۷۸) ۔

اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد ابن ابی الحدید نے لکھا: زبیر سے گفتگو کرنے کے بعد جب مولا علی ع اپنے لشکر میں لوٹے تو خوش و مسرور تھے ۔ اصحاب نے سوال کیا کہ آپ زبیر کی شجاعت سے واقف ہیں اس کے باوجود آپ بغیر اسلحہ لگائے کس طرح ان سے میدان میں ملنے کے لئے گئے جبکہ وہ مکمل طور پر مسلح ہو کر آیا تھا؟

حضرت علی ع نے فرمایا: وہ میرا قاتل نہیں ہے ۔ مجھے ایک شخص قتل کرے گا جو گمنام و بے اصل ونسب ہوگا ۔ وہ مجھے مکاری و دھوکہ سے قتل کرے گا ۔ نہ جنگ کا میدان

ہوگا اور نہ کوئی معرکہ۔وہ شقی ترین شخص ہوگا۔

زبیر کا قتل:

جب زبیر نے مولا علی ع کے لشکر سے جنگ نہ کرنے کا ارادہ کیا, اس وقت بجائے اس کے کہ مولا ع کے لشکر میں شامل ہو جاتے, زبیر نے ہر دو لشکروں کو چھوڑ کر مدینہ کی جانب حرکت کی۔راستے میں وادی السباع کے مقام پر زبیر کا گذر ہوا جہاں پر احنف بن قیس اور قبیلہ بنی تمیم کے افراد جنھوں نے دونوں لشکروں میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا موجود تھے۔قبیلہ بنی تمیم سے تعلق رکھنے والے ایک دلیر و شجاع شخص بنام عمرو بن جرموز نے زبیر کو وہاں سے گذرتا ہوا دیکھ کر پہچان لیا اور احنف بن قیس کو ان کی طرف متوجہ کیا۔احنف نے کہا: مجھے زبیر سے کیا کام, جس نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ کو ایک دوسرے کا دشمن بنا کر, جنگ و قتل کے لئے ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا ہے اور خود صحیح و سالم اپنے گھر کو لوٹ رہا ہے۔حق یہی ہے کہ وہ قتل ہونے کے لایق ہے خدا اسے ہلاک کر دے۔عمرو ابن جرموز نے زبیر کے قتل کا ارادہ کر کے زبیر کا پیچھا کیا اور زبیر کے ساتھ چلنے لگا۔زبیر نے عمرو سے سوال کیا کہ اسے زبیر سے کیا کام ہے؟

عمرو نے کہا کہ میں تم سے لشکر کے تعلق سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

زبیر نے کہا: میں ان دولشکروں کواس حال میں چھوڑا ہوں کہ ایک دوسرے کے مقابل تلواریں لئے کھڑے تھے۔

اس کے بعد ابن جرموز زبیر کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ دونوں ایک دوسرے سے خطرہ محسوس کررہے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو زبیر نے کہا کہ میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔

ابن جرموز نے کہا کہ وہ بھی نماز پڑھنا چاہتا ہے۔

زبیر نے ابن جرموز سے امان مانگی اوراس کوبھی امان دی۔ ابن جرموز نے زبیر کوامان دی۔ زبیر نے وضو کیااور نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ عمرو ابن جرموز نے پشت سے حملہ کر کے زبیر کوقتل کرڈالا۔ زبیر کی لاش پر کچھ خاک ڈالکر زبیر کا سر , تلوار اورانگھوٹی لیکر احنف کے پاس پہنچا اورساراواقعہ بیان کیا۔

احنف نے کہا: خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ تم نے اچھا کام کیاہے یابرا کام کیاہے بہتر یہ ہے کہ تم مولا علی ع سے یہ بات بیان کرو۔

عمروابن جرموز مولاعلی ع کی ملاقات لے لئے پہنچا۔ حضرت ع کے دربان سے پیغام بھجوایا کہ وہ زبیر کا کٹا ہوا سر تلواراورانگھوٹی اپنے ساتھ لایا ہے۔ مولاعلی ع نے عمرو سے پوچھا کہ کیا تم نے زبیر کوقتل کیا؟

عمرو نے کہا: ہاں میں نے قتل کیا ہے۔

امام ع نے فرمایا: خدا کی قسم صفیہ کا بیٹا(زبیر) بزدل و پست آدمی نہ تھا برے نقشہ نے اسے حق سے منحرف کر دیا تھا۔اس کے بعد فرمایا: تلوار مجھے دو۔

حضرت ع نے تلوار کو حرکت دے کر فرمایا: یہ وہ تلوار ہے جس نے بہت مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ے چہرے مبارک سے رنج وغم کو دور کیا ہے۔

ابن جرموز نے کہا: میرا انعام دیجئے!

امیرالمومنین ع نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے زبیر کے قاتل کو دوزخ کی خوش خبری دیدو(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۲۳۵)۔

ابن جرموز افسردہ ومایوس باہر آیا اور شعر زمزمہ کرتا تھا کہ زبیر کا سرلیکر علی ع کی خدمت میں آیا تا کہ علی ع کی قربت حاصل ہو مگر انھوں نے مجھے آتش جہنم کی بشارت دی (مروج الذھب جلد ۲ صفحہ ۳۶۴)۔

امیرالمومنین ع کی طلحہ سے گفتگو:

زبیر کو جنگ کے ارادہ سے منصرف کرنے کے بعد امام علیہ السلام نے مسلمانوں کے قتل وخون کو روکنے کی غرض سے طلحہ کو اس کی کنیت یا ابامحمد کہہ کر آواز دی اور قریب بلایا۔جب طلحہ امام ع کے برابر میں کھڑے ہوئے تو امام ع نے طلحہ سے پوچھا کہ کس وجہ سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟

طلحہ نے کہا: عثمان کے خون کا مطالبہ!

مولاعلی ع نے فرمایا: خدا کی لعنت ہو مجھ پر یا تم پر جسے عثمان کے قاتل ہونے کی نسبت دی جائے۔ میں عثمان کا قاتل ہوں یا تم؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے تعلق سے یہ نہیں سنا کہ "اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ" (پروردگار دوست رکھ اسے جو علی ع کو دوست رکھے اور اسکا دشمن ہوجا جو علی ع سے دشمنی رکھے)۔ کیا تم پہلے شخص نہیں تھے جس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر بیعت کو توڑ ڈالا جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے جو وعدہ کر کے وعدہ توڑ دے تو گویا اس نے اپنے خلاف وعدہ خلافی کی ہے۔ طلحہ نے کہا: میں استغفار کرتا ہوں اور اپنے لشکر کی طرف لوٹ گئے۔

مروان ابن حکم نے جب دیکھا کہ طلحہ بھی زبیر کی طرح مولا علی ع کی گفتگو سے متاثر ہوگئے ہیں تو کہنے لگا کہ زبیر جنگ سے لوٹ گیا اب طلحہ بھی لوٹ جائے گا لہذاء طلحہ کو عثمان کے خون کے قصاص کے لئے یہاں قتل کروں یا کسی اور مقام پر؟ مروان نے سونچا اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے اور فوراًا یک تیر طلحہ کی طرف چلایا جوان کی گردن میں لگا۔

اسد الغابہ ابن اثیر اور تھذیب ابن عساکر میں نقل ہے کہ تیر لگنے کے بعد طلحہ نے کہا: سبحان اللہ میں نے آج اہل قریش سے کسی کو نہ دیکھا جسکا خون میرے خون سے زیادہ ضایع و برباد ہو گیا ہو۔ میں نہیں جانتا کس نے میری طرف تیر پھینکا ہے

اللہ نے جومقدر میں لکھا ہے وہ ضرور ہوگا۔اس کے بعد طلحہ میدان جنگ کے باہر ایک کنارے پر آرام کی غرض سے آئے اور مولا علی ع کے اصحاب سے کہتے تھے میں طلحہ ہوں کوئی مجھے پناہ دے۔اس گفتگو کو تکرار کرتے کرتے دنیا سے گذر گئے۔

مروان نے خلیفہ عثمان کے بیٹے ابان بن عثمان سے جو ساتھ تھے کہا: میں نے تمہارے باپ کے قاتلین میں سے ایک کو قتل کر دیا ہے جو تمہارے لئے کافی ہے۔

مولا علی علیہ السلام جنگ کے بعد لاشوں کے پاس سے گذر رہے تھے کہ طلحہ کی لاش پر نظر پڑی, اس کے سرہانے کھڑے ہو کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے بعد فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں چاہتا تھا ان کا انجام اس طرح ہو۔میں انھیں مردہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔طلحہ کے بیٹے محمد بھی جنگ جمل میں قتل ہوئے۔امیر المومنین ع نے اسکی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: یہ شخص اپنے باپ کے حق میں نیکی اور باپ کی اطاعت میں مارا گیا ہے (مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۶۵)۔

جنگ کا آغاز:

امیرالمومنین ع کھڑے سواری قربوس کی زین پر ٹیکا لگا کر پیش آنے والے حادثہ اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے تعلق سے سوچ رہے تھے۔تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ مخالف لشکرام المومنین عایشہ کی سرپرستی میں لشکر مولا علی ع پر سیدھے اور بائیں جانب سے حملے کرر ہا تھا۔لشکر مولا علی ع کے حکم کا منتظر تھا۔ جناب عقیل کے بیٹے جوش وخروش میں امیرالمومنین ع کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے چچا مخالف لشکر دونوں طرف سے قریب ہو چکا ہے آپ ابھی سو رہے ہیں! امیرالمومنین ع نے: فرمایا اے میرے بھتیجے! جلدی نہ کرو۔تمہارے چچا کی موت کا ایک دن معین ہے۔خدا کی قسم میں نہیں جانتا اس دن مجھے موت اپنے آغوش میں لے گی یا میں موت کو اپنی آغوش میں لے لوں گا۔امیرالمومنین ع کی خواہش اور کوشش رہی کہ جنگ جلد ختم ہو جائے تا کہ مسلمانوں کا خون کم سے کم بہے اس لئے لشکر کے پرچم کو اپنے بیٹے محمد حنفیہ (جنکا سن اس وقت ۱۹ برس کا تھا) کو دیکر حکم دیا کہ دشمن کے لشکر کے قلب پر حملہ کر کے دشمن کے پرچم کو سرنگوں کردو۔ محمد حنفیہ نے حملہ کا آغاز کیا, تیروں کی بارش ہو رہی تھی, محمد حنفیہ کو صاف نظر نہیں آرہا تھا اس لئے کچھ لمحوں کے لئے ٹھہرے تا کہ دشمن کے تیروں میں کمی آجائے تو

پھر سے حملہ شروع کیا جا سکے۔مولا علی ع بیٹے کے آہستہ حملہ کرنے اور ٹھہر جانے سے غصہ میں آ گئے اور فرمایا: بیٹا کیوں آگے نہیں جاتے؟

محمد حنفیہ نے وجہہ بیان کی۔امام ع نے فرمایا قلب لشکر پر حملہ کرو, تیروں کے درمیان دشمن پر حملہ کرو۔اگر مر جاؤ گے تو جنت نصیب ہو گی۔

پرچم دار نے حملہ شروع کیا مگر راستہ میں پھر ٹھہرے۔امیرالمومنین ع بیٹے کے قریب پہنچے اپنی تلوار کے پہلو سے پیٹھ پر مارا اور فرمایا: یہ ڈر تمہاری ماں کے خون کا اثر ہے پرچم کو محمد حنفیہ سے لیا اور غضبناک شیر کی طرح دشمن کے لشکر پر حملہ کر کے سپاہ دشمن کو اس طرح بکھیر دیا جیسے تیز ہوا راکھ کو بکھیر دیتی ہے(مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۶۶)۔

جنگ جمل میں مولا علی ع کی شجاعت:

امیرالمومنین ع کا سن جنگ جمل کے وقت ۶۰ برس کا تھا۔۲۵ برس سے زیادہ کا عرصہ مشکلات, سختیوں, محرومیوں اور گوشہ نشینی کی زندگی میں گذرا۔مگر جنگ جمل میں دوران جوانی و میدان بدر و احد و خیبر اور حنین کی طرح معرکہ آرائی کی۔اگر جنگ جمل میں مالک اشتر و عمار یاسر و عدی بن حاتم نہ ہوتے جنھوں نے اکثر مولا علی ع کو میدان میں جانے سے روکا, تو مولا علی ع کسی اور کو تلوار چلانے کا موقع ہی نہ دیتے۔

جنگ جمل میں بصرہ کے نامور سرداروں میں سے جو مولا علی ع کی تلوار سے قتل ہوئے ان میں عبد اللہ بن یثربی اور عبد اللہ بن خلف خزاعی جو بصرہ میں ام المومنین عایشہ کا میزبان تھا ۔اس کا شمار بصرہ کے امیر ترین رئیس و سرپرستوں میں ہوتا تھا۔ جب یہ لشکر سے باہر لڑنے کے لئے آیا تو مبارز طلب کیا رجز پڑھا کہ علی ع کے سواء اور کوئی نہ آے۔ امیر المومنین میدان میں تشریف لائے اور ایک ہی وار میں سر کو آدھا کر کے ہوا میں اچھال دیا۔

عبد اللہ بن ابزی ام المومنین کے اونٹ کے سامنے آیا, اونٹ کی مہار کو پکڑا اور مولا علی ع کے لشکر پر حملہ کیا۔ اسکا رجز تھا: میں تم پر تلوار سے ضرب لگاوں گا مگر میں ابوالحسن ع کو نہیں دیکھ رہا ہوں حقیقت میں یہ ایک غم کی بات ہے اور دوسرے بہت سے غموں کے علاوہ۔ اس لمحہ امیر المومنین ع لشکر سے باہر تشریف لائے نیزہ پھینک کر اسے ہلاک کیا اور فرمایا: اب ابوالحسن کو دیکھا ؟ اور کس طرح دیکھا؟ نیزہ کو اس کے بدن میں چھوڑ دیا۔

ابن ابی الحدید کی زبان سے سنئے (خطبہ نمبر ۱۳ کی شرح میں لکھتے ہیں) : امیر المومنین ع انصار و مباجر سے تشکیل پائے لشکر ''کتیبہ خضراء'' کے درمیان تھے اور آپ کو حسن ع و حسین ع اور محمد حنفیہ گھیرے ہوئے تھے۔ یہ لشکر ام المومنین کے اونٹ کی طرف حملہ آور ہوا۔ پرچم کو محمد حنفیہ کو دیا اور فرمایا: آگے بڑھو اور اسے عایشہ

کے اونٹ کی آنکھ میں چبھو دو۔ اونٹ تک پہنچنے سے پہلے نہ دم لو نہ ٹھہرو۔ محمد حنفیہ نے پرچم کو لیا اور حملہ کیا۔ تیروں کی بارش ہونے لگی۔ محمد حنفیہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تیروں کے کم ہونے تک ٹھہر جاؤ۔ مولا علی ع نے پیغام بھجوایا آگے بڑھو۔ جب مولا علی ع نے ملاحظہ فرمایا کہ حرکت کی رفتار میں کمی ہے تو خود آگے بڑھے اور اپنا بایاں ہاتھ محمد حنفیہ کے سیدھے شانہ پر مارا اور فرمایا: آگے بڑھو اے ماں کے بیٹے!

(جنگ جمل کے بعد محمد حنفیہ جب بھی اس دن کو یاد کرتے تو گریہ کرتے اور فرماتے: اب بھی میں امیر المومنین ع کی سانس کی آواز کو پیٹھ کے پیچھے محسوس کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ دن ہرگز نہیں بھول سکتا)۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں گویا علی ع نے اپنے بیٹے کے حال پر گریہ کیا, پرچم کو محمد سے اپنے بائیں ہاتھ میں لیا اور سیدھے ہاتھ میں ذولفقار تھی۔ اس طرح دشمن کے لشکر پر حملہ کیا کہ لشکر کے درمیان غایب ہو گئے۔ کچھ دیر بعد لشکر سے باہر آئے۔ تلوار جو تیڑی ہو گئی تھی اسے زانو پر رکھ کر زور ڈالکر سیدھا کیا۔ اس وقت آپ ع کے بیٹوں, اصحاب و دوستوں مالک اشتر اور عمار یاسر نے عرض کیا:

یا امیر المومنین ع یہ کام ہمارا ہے ہم اسے انجام دیں گے۔ امام ع نے ان کی درخواست پر توجہ نہ کی اور غضبناک شیر کی طرح انکی طرف اس طرح دیکھا کہ

سب دور ہٹ گئے۔دوسرے لمحہ امیرالمومنین ع کی نظر بصرہ کے لشکر کی طرف تھی۔ اس وقت پرچم کو محمد حنفیہ کے سپرد کیا اور دوبارہ اکیلے قلب لشکر پر حملہ کیا۔تلوار چل رہی تھی اور لشکر ان کے دونوں طرف سے بھاگ رہا تھا۔زمین دشمن کے خون سے سیراب ہوگئی۔دوسری مرتبہ لوٹے, تلوار تیڑی ہوگئی تھی زانو پر رکھ کر سیدھا کیا۔آپ کو اصحاب و دوستوں نے گھیر لیا اور خود امام ع اور اسلام کی خاطر قسمیں دیں اور عرض کیا: اگر آپ کی شہادت ہوگئی یا آپ کو کوئی حادثہ پیش آئے تو اسلام ختم کر دیا جائے گا۔لہذاء آپ اس طرح تنہا دشمن کے لشکر کے درمیان جا کر حملہ نہ کریں۔

مولا علی ع نے فرمایا: خدا کی قسم میرا مقصد سوائے اللہ کی رضا اور اور روز جزاء کے انعام کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔اس کے بعد اپنے فرزند محمد حنفیہ سے فرمایا: بیٹے اس طرح حملہ کرو۔

اصحاب نے عرض کیا: کوئی نہیں ہے جو آپ کی طرح یہ کام انجام دے سکے۔ (شرح نہج البلاغہ جلد اصفحہ ۷۹)۔

ایک اور مقام پر اس طرح نقل ہے کہ جب پرچم کو محمد حنفیہ کو دیا اور فرمایا حملہ کرو۔محمد حنفیہ ٹھہرے۔علی ع نے دوبارہ فرمایا: حملہ کرو۔ محمد حنفیہ نے عرض کیا : یا امیرالمومنین ع تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔مولا علی ع نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا

اور فرمایا: تمہاری ماں کے دودھ کا اثر ہے(یعنی اگر تمہاری ماں بنی ہاشم اور خاندان عبدالمطلب سے ہوتی تو تیروں کی پرواہ نہ کرتے)۔ اس کے بعد پرچم محمد حنفیہ کے ہاتھ سے لیا اور حملہ کیا۔(شرح نہج البلاغہ جلد۱ صفحہ۸۱)۔

ام المومنین عایشہ کے لئے فداکاری:

جب مولاعلی ع کا قدرت مند لشکر دشمن کے لشکر پر حملے کرنے لگا , اس وقت بصرہ کے دو قبیلے ام المومنین کی حفاظت کی غرض سے اونٹ کے اطراف جمع ہوئے ان قبیلوں نے اس کام میں بڑی قربانیاں دیں۔

ان میں کا ایک قبیلہ ازد تھا جس نے ام المومنین سے اظہار عقیدت ومحبت میں اس قدر افراط کیا کہ جس اونٹ پر ام المومنین سوار تھیں اس اونٹ کے فضولات کو ہاتھ میں لیکر سونگھتے اور کہتے کہ ''ہماری ماں (ام المومنین) کے اونٹ کے فضلہ میں مشک کی خوشبو ہے''۔

ام المومنین کے لشکر کے ایک عمر رسیدہ شخص نے جب ام المومنین کے لئے اس حساس موقع پر خطرہ کا احساس کیا اور قبیلہ ازد کی فداکاری وعقیدت کو دیکھا تو ان کو مزید تحریک کرنے کے لئے شعر کہے , جس کا ترجمہ اس طرح ہے :

''اے گروہ ازد اپنی ماں کی حفاظت کرو کیونکہ وہی ہے تمہاری نماز , تمہارا روزہ اور بڑا احترام جو تم سب پر واجب ہے۔ پوری قدرت اور استقامت

کے ساتھ ان کی حفاظت کرو ایسا نہ ہو کہ دشمن تم پر کامیاب ہو جائے۔ اگر دشمن تم پر کامیاب ہو گیا تو تم پر ہر طرح کا اختیار حاصل کرلے گا اور ظلم وستم تم پر شروع کردے گا۔ خبردار آج خود کو رسواء نہ کرلو۔ تم پر تمہارا قبیلہ فدا ہو جائے"۔

اس قبیلہ کے افراد ام المومنین کی عماری کو گھیرے ہوئے تھے۔ شدت عقیدت کے ساتھ ان کے حمایت میں اس طرح لگے ہوئے تھے کہ خود ام المومنین ان کے اس عمل سے تعجب کر رہی تھیں چنانچہ تعجب سے سوال کیا: تم لوگ کون ہو؟

انھوں نے جواب دیا ہم قبیلہ ازد کے لوگ ہیں۔

ام المومنین نے ان کو سرہاتے ہوئے کہا: "وہی آزاد و صابر افراد"۔

یہ جملہ اس قدر ان پر اثر کیا کہ آخری سانس تک حفاظت و فداکاری کرتے رہے

دوسرا قبیلہ جس نے ام المومنین کی حفاظت کی ذمہ داری انجام دی قبیلہ بنی ضبہ تھا۔ یہ پست بدکردار ظالم افراد کا گروہ تھا۔ ان کا رجز کچھ اس طرح کا تھا:

"اے ہماری ماں, اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی, اے گذرے مبارک شخص کی کفو, ہم گروہ بنی ضبہ اس وقت تک یہاں سے نہ جائیں گے جب تک ہم خاک پر کھوپڑیوں کو پڑا نہ دیکھ لیں کہ ان سے جمع ہوا سرخ خون جاری ہے

اس گروہ نے بھی مولا علی ع کے لشکر سے سخت جنگ کی۔ خلیفہ عثمان کے خون کے مطالبہ کو اپنا نعرہ بنائے ہوئے تھے۔ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ اس قبیلہ

کے ۴۰ افراد ایک کے بعد ایک مہار پکڑ کر قتل ہوئے۔ام المومنین ان کو جوش میں لانے کے لئے کہتی رہیں : ''میں ہمیشہ بنی ضبہ میں فتح وکامیابی کو دیکھ رہی ہوں''۔

جنگ کے بعدام المومنین اس قبیلہ کے تعلق سے کہتی تھیں : ''جب تک اس قبیلہ کے افراد کی آواز میرے کانوں میں آتی رہی میرااونٹ کھڑا رہا''۔

تیسرا قبیلہ جوام المومنین کی حفاظت کے لئے اٹھا قبیلہ بنی ناجیہ تھا۔انھوں نے بھی حفاظت کی خاطر قربانیاں دیں مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ جب تک ام المومنین کا اونٹ کھڑا رہا اس وقت تک مسلمان قتل ہوتے رہے (شرح نہج البلاغہ جلد اصفحہ ۲۰۸)۔

عمرو بن یثری ضبی بصرہ کے لشکر کے شجاع افراد سے تھا۔اس نے امیرالمومنین ع کے لشکر کے چند افراد کو شہید کیا۔آخر میں اس نے زید ابن صوحان کو شہید کرنے کے بعد فاتحانہ ام المومنین کے اونٹ کی طرف گیا, مہار کو تھاما اور رجز پڑھا اور میدان میں لوٹ آیا۔مبارز طلب کیا, عمار بن یاسر اس کے مقابلہ کے لئے گئے۔ عمرو کی تلوار عمار کی سپر میں پھنس گئی, عمار نے سر پر ضربت لگا کر عمرو کو زمین پر گرادیا۔عمرو کا پیر پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مولا علی ع کی خدمت میں لا کر عمار نے اسے قتل کیا۔

ابن ابی الحدید نے روایت نقل کی ہے کہ جب مولا علی ع نے دیکھا اونٹ کی حفاظت کی خاطر اونٹ کے کنارے کٹے ہوئے ہاتھوں کا ڈھیر لگا ہے تو مالک اشتر اور عمار یاسر کو بلوایا اور فرمایا: جاؤ اور اس اونٹ کے پیروں کو کاٹ دو۔ جب تک یہ اونٹ زندہ ہے جنگ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔ان لوگوں نے اسے اپنا قبلہ قرار دیا ہے۔

اس حکم کے ساتھ ہی مالک اشتر و عمار یاسر مراد قبیلہ کے کچھ نوجوانوں کو ساتھ لے کر جنگ کر کے اونٹ تک پہنچے۔قبیلہ مراد کے ایک شخص معمر بن عبداللہ نے اونٹ کی سرین (دم کا حصہ) پر تلوار سے ایسی ضرب لگائی کہ اونٹ ایک بڑی دلخراش آواز کے ساتھ پہلو کے بل زمین پر گرا اور گردن کو زمین پر رکھ دیا۔اونٹ کی ایسی آواز پہلے سنی نہ گئی تھی اور اسی وجہ سے اطراف کا لشکر ٹڈوں کی طرح جو سخت ہوا کے اثر سے بکھر جاتا ہے بکھر کے غایب ہو گیا۔ام المومنین کے محافظ فرار ہو گئے۔

ایک اور روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو نیزہ دیا اور فرمایا اسے اونٹ کے پیٹ میں چبھو دو مگر ام المومنین کی حفاظت کرنے والوں نے محمد بن حنفیہ کو موقع نہ دیا۔اس کے بعد امام علی ع نے وہ نیزہ اماحسن ع کو دیا اور امام حسن ع نے حملہ کر کے اونٹ کو گرا دیا۔

مولا علی نے حکم دیا کہ اس اونٹ کو جس کی نادان وگمراہ افراد (بنی اسرئیل کے بچھڑے کی طرح) پرستش کرنے لگے تھے, جلا دیا جائے اور اسکی راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا جائے۔اس تعلق سے امام علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی لعنت ہو اس اونٹ پر کس قدر شبیہ ہے بنی اسرائیل کے بچھڑے کی"۔جب اس کی راکھ کو ہوا میں اڑایا گیا تو فرمایا :

تو اپنے معبود کو تو دیکھ جس کی (پرستش) پر توڈ ٹا بیٹھا تھا کہ ہم نے اسے یقیناً جلا (کر راکھ کر) ڈالیں گے پھر اسے تتر بتر کر کے دریا میں اڑا دیں گے۔(سورہ طہ آیت ۹۷)۔

ام المومنین عایشہ کی عماری:

عماری کو تیروں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے موٹی مضبوط لکڑیوں سے بنایا گیا تھا اس پر لوہے کے ورق نصب کئے گئے تھے۔ان لوہے کے ورقوں کے اوپر فولاد کی بنی سپریں لگائی گئی تھیں۔ان سپروں کے اوپر موٹے ہرے رنگ کا غلاف چڑھا یا گیا تھا جس کے اوپر لال رنگ کا چمڑا لپیٹا گیا تھا۔اس عماری میں دو سوراخ آنکھ کے حلقے کے برابر رکھے گئے تھے کہ ام المومنین باہر دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکیں واقدی نے موسی ابن عبداللہ سے, انھوں نے حسین بن عطیہ سے اور حسین نے اپنے والد عطیہ سے نقل کیا ہے کہ اس عماری پر اس قدر تیر پیوست تھے کہ اس کی

شکل سارسل جانور کی سی ہو گئی تھی۔

امیر المومنین ع کا عمل ام المومنین کے تعلق سے:

جب ام المومنین کی عماری زمین پر گری, امیر المومنین ع نے فوراً محمد ابن ابو بکر (عایشہ کے بھائی) سے فرمایا: محمد اپنی بہن کی خبر لو ان کی خیریت معلوم کرو۔

محمد ابن ابو بکر نے عماری کے اندر ہاتھ بڑھایا۔ ام المومنین نے اضطراب کے عالم میں فریاد بلند کی کہ کون ہے جو حریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے؟

محمد نے کہا: میں محمد ابن ابو بکر تمہارا بھائی مگر شدید ترین دشمن ہوں تمہارے کردار و اعمال کا۔ امیر المومنین ع جاننا چاہتے ہیں کہ کوئی چوٹ تو تمہیں نہیں لگی؟

ام المومنین نے کہا: ایک تیر میرے بدن تک پہنچا ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ کوئی صدمہ پہنچا ہو (صرف خراش آئی ہے)۔ اس وقت امیر المومنین ع تشریف لائے اور عصاء سے عماری پر مارا اور فرمایا: "اے حمیراء کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں اسی بات کی سفارش کی تھی۔ کیا تم سے نہیں فرمایا تھا کہ گھر میں آرام کرو؟ خدا کی قسم جنھوں نے تمہیں گھر سے نکال کر باہر لایا, انھوں نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھا اور تمہیں میدان

جنگ میں لے آئے"۔

مولاعلی ع نے محمد ابن ابوبکر سے کہا: انھیں حارث عبدی کی بیٹی صفیہ کے گھر لے جاؤ اور کچھ دن وہاں رہنے دو۔محمد رات کا کچھ وقت گذرنے کے بعد صفیہ یا عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر لے گئے (مروج الذھب جلد۲ صفحہ ۳۷۰)۔

فاتحین جنگ جمل:

جنگ جمل میں بصرہ کے لشکر کے پاس سپاہی, اسلحہ, امکانات جنگی اور دولت بھی زیادہ تھی اس کے باوجود لشکر امیرالمومنین ع کو جلدی اور مکمل کامیابی حاصل ہوئی۔ بیعت توڑنے والوں خصوصاً طلحہ و زبیر کے قتل کی وجہ سے یہ فتنہ جلد ختم ہو گیا۔ یہ تیزی سے حاصل ہوئی کامیابی کی پہلی وجہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا وجود, انکی حکیمانہ رہبری اور بے نظیر شجاعت ہے۔دوسری وجہ ایمان وفدا کاری لشکر ہے۔تیسری وجہ لشکر میں موجود شجاع اصحاب کے شجاعانہ حملے ہیں۔ان شجاع اصحاب میں سے ایک مالک اشتر نخعی ہیں۔

مالک اشتر کی شجاعت اور اسلامی جنگوں میں ان کی معرکہ آرائی خصوصاً مولاعلی ع کے ہمراہ مشھور ومعروف ہے۔جنگ جمل کے واقعات میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کوفہ کا گورنر ابوموسی اشعری امیرالمومنین ع کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوگوں کو مولاعلی ع کے لشکر میں شرکت سے منع کر رہا تھا, مالک اشتر کوفہ

گئے اور اسے حکومت سے معزول کر کے کوفہ سے نکال دیا۔

مالک اشتر کو جب اطلاع ملی کہ ام المومنین مکہ میں امیرالمومنین ع کے خلاف خروج کی تیاری کر رہی ہیں تو انھیں لکھا کہ: اے عایشہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہو, اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو۔ اگر یہ کام کیا تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر نافرمانی کی اور اپنی بھول کو جاری رکھا اور پردہ کو چاک کیا اور اپنے بالوں کو لوگوں پر ظاہر کیا تو میں تم سے جنگ کروں گا تا کہ تم کو اپنے گھر لوٹا دوں وہ جگہ جسے اللہ پسند فرماتا ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ صفحہ ۸۰)۔

ابن ابی الحدید نے مالک کی تلوار سے قتل ہوئے شجاعان بصرہ کے نام لکھے ہیں۔

بصرہ کے لشکر سے نامور شجاع خباب بن عمرو راسبی باہر نکلا اور رجز پڑھ کر مبارز طلب کیا۔ مالک اشتر نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عتاب جو اشرف قریش سے تھا اور اسکی مخصوص تلوار تھی بنام ولول وہ رجز پڑھ کر مبارز طلب کیا, وہ بھی مالک کی تلوار سے قتل ہوا۔ اس کے بعد ایک اور قریش کے اشراف سے بنام عبداللہ بن حکیم بن حزام لشکر سے باہر آیا, رجز پڑھ کر مبارز طلب کیا۔ مالک نے اس پر حملہ کیا, اس کے سر پر تلوار سے ضرب لگائی, وہ زمین پر گر کر اٹھا اور معرکہ سے نجات پا گیا۔

جنگ کے تیسرے دن سب سے پہلے میدان میں عبداللہ ابن زبیر آئے اور مبارز

طلب کیا, مالک اشتران کے مقابلے کو نکلے ۔ام المومنین نے سوال کیا کہ عبداللہ کے مقابلہ پر کون آیا ہے ۔جب مالک اشتر کا نام سنا تو کہا: آہ اسماء بغیر بیٹے کے ہوگئی (اسماء ام المومنین کی بہن اور عبداللہ کی ماں ہے) دونوں میں لڑائی ہوتی رہی, مالک نے عبداللہ کو زمین پر گرایا اور سینہ پر بیٹھ گئے ۔دونوں لشکروں نے ہجوم کیا, بعض نے عبداللہ کی نجات کے لئے اور بعض نے مالک کی مدد کے لئے ۔مالک اشتر نے تین دن سے اپنے پیٹ کو خالی رکھا تھا (شجاعان عرب کی یہ رسم تھی جنگ کے وقت اپنے پیٹ کو غذاء سے خالی رکھیں کہ اگر قتل ہو جائیں یا پیٹ چاک کر دیا جائے تو معدہ کی غلاظت لوگوں کی نفرت کا سبب نہ بنے)۔ مالک اشتر کا یہ طریقہ تھا وہ شجاع اور عمر رسیدہ تھے ۔عبداللہ نے فریاد بلند کی اے لوگو مجھے اور مالک کو قتل کر دو (اگر کہتے مجھے اور اشتر کو قتل کر دو تو لوگ دونوں کو قتل کر دیتے)۔جنگ شدت سے ہو رہی تھی اور کئی افراد ان دونوں کو پہچان نہ سکے اس طرح عبداللہ ابن زبیر مالک اشتر کے ہاتھ سے بچ نکلے ۔

ابن ابی الحدید نے اس واقعہ کے ضمن میں مالک کے اشعار اور مولا علی ع کے صحابی اصبغ ابن نباتہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جنگ جمل کے بعد ایک دن مالک اشتر اور عمار بن یاسر ام المومنین عایشہ کے پاس گئے ۔ام المومنین نے عمار یاسر سے سوال کیا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا کہ

مالک اشتر!

ام المومنین نے مالک سے مخاطب ہوکر کہا: اے مالک تم نے میری بہن کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ کیا حرکت کی تھی؟

مالک: صحیح ہے اگر تین کا بھوکا نہ ہوتا تو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے شر سے نجات دلوادیتا۔

ام المومنین نے کہا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں مگر تین چیزوں کے لئے: مرتد, زنای محسنہ اور ناحق قتل نفس۔

مالک نے کہا: میں بھی ان میں سے بعض چیزوں کے لئے ان سے لڑ رہا تھا۔اے ام المومنین خدا کی قسم میری تلوار نے اس وقت سے قبل کبھی مجھ سے خیانت نہیں کی تھی اوراس کے بعد میں نے قسم کھائی ہے کہ اس تلوار کو کبھی اپنے ساتھ نہ رکھوں گا۔

مالک اشتر کے بعد شجاعت و فداکاری کے میدان میں جو نام ملتا ہے وہ عمار بن یاسر کا ہے۔ان کا شمار اسلام کے سابقین و مدافعین میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابہ میں ہوتا ہے۔

عمرو بن یثری ضبی بصرہ کے لشکر کے شجاع افراد سے تھا۔اس نے امیرالمومنین ع

کے لشکر کے چند افراد کو شھید کیا۔ آخر میں اس نے زید ابن صوحان کو شھید کرنے کے بعد فاتحانہ ام المومنین کے اونٹ کی طرف گیا, مہار کو تھاما اور رجز پڑھا اور میدان میں لوٹ آیا۔ مبارز طلب کیا, عمار بن یاسر اس کے مقابلہ کے لئے گئے۔ عمرو کی تلوار عمار کی سپر میں پھنس گئی, عمار نے سر پر ضربت لگا کر عمرو کو زمین پر گرا دیا۔ عمرو کا پیر پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مولا علی ع کی خدمت میں لا کر عمار نے اسے قتل کیا۔

جنگ جمل کے شجاع فاتحین میں عدی ابن حاتم کا نام و تذکرہ بھی موجود ہے۔ امیر المومنین ع کے بزرگ اور باوفا اصحاب و دوستوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اسی جنگ جمل میں ان کی ایک آنکھ ضایع ہوگئی۔ جنگ جمل کے بعد ایک دن عبداللہ ابن زبیر نے عدی ابن حاتم سے پوچھا کہ تمہاری آنکھ کب نابینا ہوئی؟

عدی ابن حاتم نے جواب دیا: جس دن تمہارے باپ کا قتل ہوا اور تم اپنی خالہ (ام المومنین عایشہ) کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس دن میں نے حق کی نصرت کی اور تو نے حق کو رسواء کیا۔

جنگ جمل میں عدی کا ایک بیٹا شھید ہوا۔ دوسرے بیٹے جنگ صفین اور دوسری جنگوں میں مولا علی کے ہمراہ لڑتے ہوئے شھید ہوئے۔ معاویہ ابن ابوسفیان نے ایک دن عدی ابن حاتم سے امیرالمومنین ع کی شھادت کے بعد پوچھا: تمہارے بیٹے کیا

ہوئے ؟

عدی: قتل ہو گئے

معاویہ: علی ع نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا, ان کے بیٹے زندہ ہیں اور تمہارے بیٹے قتل ہو گئے!

عدی نے کہا: میں نے مولا علی ع کے ساتھ انصاف نہیں کیا, وہ شہید ہو گئے اور میں زندہ ہوں۔

جنگ جمل کے شجاع اور فداکاروں میں محمد بن ابوبکر کا نام بھی ملتا ہے, ان کی ماں اسماء بنت عمیس تھیں۔

زید بن صوحان کا شمار بھی شجاعان لشکر میں ہوتا ہے۔ امیر المومنین ع کے باوفا اصحاب ودوستوں میں گنے جاتے ہیں۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ جب زید زمین پر گرے تو مولا علی ع ان کی بالین پر تشریف لائے اور فرمایا: خدا رحمت کرے تم پر اے زید تمہارا خرچہ کم اور تمہاری کوشش و مدد زیادہ تھی۔

زید نے مولا ع کی آواز پر سر کو بلند کر کے عرض کیا: اللہ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے اے امیر المومنین ع, خدا کی قسم میں جانتا ہوں آپ اللہ کی معرفت رکھتے ہیں اور اللہ کے نزدیک آپ ہر چیز کے جاننے والے ہیں اور اللہ آپ کے قلب میں عظیم ہے۔

خدا کی قسم میں نے بغیر علم آپ کے ہمراہ جنگ نہیں کی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی زوجہ ام المومنین ام سلمہؓ سے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جس جس کا مولا ہوں علی ع اس اس کا مولا ہے ۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی نصرت نہ کروں کیونکہ نتیجہ میں اللہ میری نصرت نہیں کرے گا۔

جنگ جمل کی مدت کتنی تھی اور کب ختم ہوئی ؟

جنگ جمل کے شروع اور ختم کے تعلق سے اکثر تاریخوں میں تذکرہ نہیں ملتا صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ اس جنگ کی مدت ایک دن سے زیادہ نہ تھی۔ مناقب ابن شہر آشوب میں نقل ہے کہ جنگ جمل ظہر کے بعد شروع ہوئی اور مغرب سے قبل ختم ہو گئی۔ ابن ابی الحدید کے مطابق اس جنگ کا سلسلہ تین دن رہا۔

جنگ جمل کے تعلق سے ام المومنین کا بیان:

واقدی نے ام المومنین سے واقعہ جمل اور شکست کو خود ان کی زبانی بشرح ذیل نقل کیا ہے۔

محمد بن حمید نے حمیدہ بنت رفاعہ سے اور حمیدہ نے اپنی ماں کبشہ بنت کعب سے روایت کی ہے کہ میرے والد خلیفہ عثمان بن عفان کے قتل سے بہت رنجیدہ ہوئے, ہمیشہ ان کے لئے گریہ کرتے تھے۔ جنگ جمل میں شرکت نہ کرنے کی وجہ ان کی بینائی تھی جو مسلسل رونے سے چلی گئی تھی۔ انھوں نے حضرت علی ع کی بیعت بھی نہ کی تھی اور نہ ان کی خلافت کا اقرار کیا, تھا بلکہ ان کے تعلق سے شدید کینہ وغضب ان کے دل

میں تھا۔

جنگ جمل سے عایشہ رض کی واپسی کے بعد میرے والدان سے ملاقات کے لئے گئے ,
سلام کیا اجازت لے کر گھر میں داخل ہوئے۔ان کے اور ام المومنین کے درمیان
پردہ ڈالا گیا۔عا یشہ رض نے جنگ کے تعلق سے بہت مختصر گفتگو کی اور تفصیلات سے گریز
کیا۔

کبشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اسی دن ظہر کے بعد پیغام بھجوایا, ملاقات کی اجازت
لیکر کچھ انصار کی عورتوں کے ساتھ ام المومنین کے مکان پر گئی اور انھوں نے اپنے قیام
وخروج کے تعلق سے بیان کیا۔انھوں نے کہا کہ میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ
حالات اتنے خراب ہوجائیں گے۔میرے لئے اونٹ پر سفر کرنے کے لئے
ایک خاص عماری بنائی گئی, میں اس میں زرہ پہن کر بیٹھی اور اس اونٹ کو لوگوں
کے درمیان رکھا گیا۔مین لوگوں کو صلح, قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل
کرنے کی دعوت دیتی رہی مگر کسی نے بھی میری ایک بات بھی نہ مانی۔جو لوگ ہماری
مدد کے لئے آئے تھے انھیں جنگ کی جلدی تھی اور ہماری طرف سے تیر اندازی
شروع ہوئی جس سے علی ع کے دوستوں میں سے ایک دو لوگ مارے گئے۔
جنگ میں شدت آ گئی, دونوں طرف سے حملے ہونے لگے۔علی ع کے لشکر کے سپاہی
صرف میرے اونٹ کو ہلاک کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔کئی تیر عماری میں

پیوست ہوئے۔میں زخمی بھی ہوئی۔اس کے بعدام المومنین نے ہمیں اپنی کلائی پر زخم کانشان دکھایا۔خودبھی روئیں اورہمیں بھی رولایا۔

عایشہؓ نے کہاجوکوئی میرے اونٹ کی مہار پکڑتااسے قتل کردیاجاتاتھا۔آخرمیں میری بہن کے بیٹے عبداللہ بن زبیر نے مہار تھامی,مین نے فریادبلندکی اوراس سے کہا کہ تجھے ہمارے رشتہ کی قسم مجھ سے فاصلہ اختیارکر۔اس نے کہا: مادرعزیز مسئلہ موت کا ہے آدمی اچھی نیت کے ساتھ قتل ہوجائے بہتر ہےاس سے کہ اچھی نیت کوچھوڑدے اورقیدکرلیاجائے۔میں نے پکارا ہائے اسمہ بے بیٹے کی ہوگئی۔عبداللہ ابن زبیر نے کہا: مادرعزیز خاموش ہوجائے آپ دیکھ رہی ہیں کیاہورہاہے۔میں نے اپنے پر کنڑول کیااورساکت ہوگئی۔

ہمارے ساتھ قریش کے کم عمرنوجوان تھے جوفنون جنگ سےواقف نہ تھےاور کسی جنگ کاتجربہ بھی نہیں رکھتے تھے ۔وہ سب مارے گئے۔میں ان حالات میں تھی اور اکثرسپاہی میرے اونٹ کے چاروں طرف تھے۔کچھ دیر کے لئے چاروں طرف خاموشی ہوگئی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ خاموشی خیر لائے گی یاشر؟ کیاجنگ ٹھنڈی پڑھ گئی؟ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ خودعلی ابن ابوطالب ع جنگ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اونٹ کوہلاک کردو۔میں نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے قتل کرناچاہتے ہیں۔اسی وقت علی ابن ابی طالب ع میرے بھائی محمدابن ابی بکر معاذ

ابن عبداللہ تمیمی اور عمار بن یاسر کے ساتھ آئے اور عماری کو اونٹ پر باندھنے کی رسیوں کو کاٹ ڈالے۔عماری کو ہاتھوں پر اٹھالیا۔جو سپاہی میرے چاروں طرف تھے وہ بھاگ گئے مجھے ان کی کوئی اطلاع نہ تھی۔لشکر علی ع کا منادی اعلان کررہا تھا: کسی بھاگنے والے اور جنگ سے فرار کرنے والے کا پیچھا نہ کرو, کسی زخمی کو قتل نہ کرو, جو بھی ہتیار زمین پر ڈال دے اس کے لئے امان ہے۔لوگوں کی جان میں جان آئی, راحت کا احساس کیا, بھاگنے سے شرم محسوس کرنے لگے, عام طریقہ سے چلنے پھرنے لگے۔مجھے بھی عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر پہنچادیا گیا۔اس گھر کا آدمی جنگ میں مارا گیا تھا وہ لوگ سوگ میں تھے۔وہ سب لوگ جنھیں علی ع سے وشمنی تھی اور جنگ برپا کئے تھے وہ علی ع سے ڈر رہے تھے اور اس گھر میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ میری بہن کے بیٹے عبداللہ ابن زبیر کو جوزخمی ہو گئے تھے انھیں میدان جنگ سے باہر لے گئے تھے۔میں نے طلحہ کے تعلق سے سوال کیا, جواب ملا وہ مارے گئے۔پوچھا ابوسلمان نے کیا کیا؟ جواب ملا مارے گئے۔ان حالات میں میرے آنسوخشک ہو چکے تھے اور سخت رنج وغم سے انا اللہ وانا الیہ راجعون کہتی اور اپنی ندامت کو ظاہر کرتی رہی۔قتل ہونے والوں کے نام لئے جاتے اور ان پر گریہ ہوتا۔کچھ دن اس کیفیت میں گذرے میں نے عبداللہ ابن زبیر کے تعلق سے سوال کیا, جواب ملا وہ بھی مارے گئے۔اس خبر سے میں اس قدر رنجیدہ وافسردہ ہوگئی کہ قریب تھا میرا قلب

پھٹ جاتا۔خدا کی قسم تین دن تک میں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پانی ہی پیا۔میں جس گھر میں تھی انھوں نے مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ان کے گھر میں روٹی بہت تھی۔میں چاہتی تھی اپنی بھوک کو کچھ کھا کر کم کروں مگر یہ کام نہیں ہوسکتا تھا میں اللہ کی بارگاہ میں اس فتنہ سے پناہ مانگنے لگی۔

میں نے خودلوگوں کو عثمانؓ کے خلاف تحریک کیا تھا یہاں تک کہ اسے قتل کردیا گیا۔جب وہ قتل کردئے گئے میں اپنے کئے پر پشیمان ہوگئی کہ مسلمانوں کو ان جیسا عابد، سخی، قرابتداروں پر رحم کرنے والا دوسرا نہیں مل سکتا۔

راوی کبشہ بنت کعب کہتی ہے کہ میں گھر واپس آکر ساری تفصیل والد سے بیان کی۔اس نے کہا: خدا عایشہؓ اور امیرالمومنین عثمانؓ پر رحمت کرے کہ خدا کی قسم عایشہؓ خلیفہ کی سخت ترین دشمن تھیں مگر اب پشیمان ہے اور توبہ کرلی ہیں۔چاہتی تھیں ان کے خون کا بدلہ لیں مگر جو چاہتی تھیں اس کے خلاف ہوا۔خدا ان سب پر رحمت نازل کرے۔اس کے بعد میرے باپ نے اضافہ کیا کہ خدا عمرابن خطابؓ پر بھی رحمت نازل کرے کہ خدا کی قسم وہ ان سب چیزوں کو گویا دیکھ رہے تھے، چنانچہ ایک دن کہا تھا اگر کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو وہ تم میں ہی پیدا ہوگا اور اگر اختلاف ہوجائے تو تمہارے لئے وہ پیش آئے گا جو تم پسند نہیں کرتے ہو (نبرد جنگ جمل شیخ مفیدرح صفحہ ۲۲۵)۔

خلیفہ عثمان رض کے بیٹوں کو امیر المومنین ع نے معاف کر دیا:

ابان و سعید بن عثمان کو جنگ میں شکست کے بعد مولا علی ع کی خدمت میں اسیر کر کے لایا گیا اور وہ مولا ع کے سامنے کھڑے تھے وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نہ کہا کہ انھیں قتل کر دو۔ امیر المومنین ع نے فرمایا کتنی بیہودہ بات کہی ہے میں نے سب کو امان دی اور ان کے گناہ کو بخش دیا ہے, ان دو کو قتل کر دوں؟ اس کے بعد ان دو سے مخاطب ہو کر فرمایا: اپنی گمراہی سے لوٹ آئے ہو اب جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اگر جی چاہتا ہے تو میرے پاس رہ سکتے ہو۔ تم سے رشتہ کی بنیاد پر صلہ رحم کروں گا۔

ان دونوں نے کہا: یا امیر المومنین ع ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ بیعت کر کے وہ دونوں لوٹ گئے (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ ۲۲۸)۔

عبداللہ ابن زبیر کی سرگذشت:

ابوالزیاد نے ہشام بن عمروہ سے اور ہشام نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے کہا: جو کوئی عایشہ رض کے اونٹ کی مھار پکڑتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ جب کوئی مھار پکڑتا تو عایشہ رض اس سے پوچھتیں تم کون ہو؟ جب کوئی مھار پکڑنے والا نہ رہا تو میں نے جیسے ہی مھار کو پکڑا, ام المومنین نے پوچھا تم کون ہو؟ مین نے جواب دیا کہ تمہاری بہن کا بیٹا۔ فوراً کہا! ہائے میری بہن اسماء بغیر

بیٹے کی ہو گئی۔ اس وقت مالک اشتر نے مجھ پر حملہ کیا۔ ہم دونوں زمین پر گر کر کشتی لڑنے لگے۔ میں پکارنے لگا مجھے اور مالک کو ایک ساتھ قتل کر دو اور مالک بھی پکارنے لگے مجھے اور عبداللہ کو ایک ساتھ قتل کر دو۔ میں شدید زخمی ہو گیا لاشوں اور زخمیوں کے درمیان پڑا رہا۔

اس وقت اسود بن ابی البختری میرے قریب سے گزرا, مجھے زخمیوں میں دیکھ کر اپنے گھوڑے پر ڈال کر لے جانے لگا۔ جب کبھی دور سے علی ع کے لشکر کے کسی فرد کو دیکھتا تو مجھے مردہ کی طرح زمین پر لٹا دیتا اور جب کوئی متوجہ نہ ہوتا تو گھوڑے پر ڈالکر آگے بڑھ جاتا۔ آخرکار اسود نے مجھے قبیلہ ضبہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے گھر میں پہنچا دیا۔

اس کی زوجہ نے میرے زخموں کو دھویا اور اس پر کافور لگایا۔ جب میرے زخم بہتر ہوئے تو میں نے گھر والوں سے کہا کہ ام المومنین کو میرے زندہ رہنے کی اطلاع دیدو مگر اس بات کا خیال رکھو کہ محمد بن ابوبکر تم کو نہ دیکھے اور اسے خبر نہو کہ میں کہاں ہوں۔ میں نے اپنے قاصد کو اسکا حلیہ بتا دیا تھا کہ محمد بن ابوبکر چھوٹے قد کا ہے۔

میرا قاصد عایشہ رض کے پاس میرے زندہ رہنے کی اطلاع دینے کے بعد انھیں اس بات کو محمد بن ابوبکر سے راز میں رکھنے کی درخواست بھی کی۔

عایشہ رض نے اس سے کہا کہ راز میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تم محمد بن ابوبکر کو

میرے پاس بلا کر لاؤ (ان کا پتہ بتلایا) ۔ جب محمد بن ابی بکر کو ان کی بہن کے پاس لایا گیا تو عایشہ رض نے محمد سے کہا کہ بھائی مجھے یقین نہیں آتا ہے کہ جو کام میں کہنے والی ہوں اسے تم انجام دو گے ۔ انھوں نے پوچھا کیا کام ہے؟ عایشہ رض نے کہا کہ عبد اللہ ابن زبیر کے پاس جاؤ اور انھیں یہاں لے آؤ ۔ وہ شخص محمد بن ابو بکر کو میرے پاس لے آیا ۔ جیسے ہی عبد اللہ کی نظر محمد ابن ابو بکر پر پڑی, عبد اللہ وحشت زدہ ہو کر اس شخص کو نفرین کرنے لگے ۔ محمد نے عبد اللہ کو سکون سے رہنے کے لئے کہا اور ساری بات بتا دی ۔ محمد نے عبد اللہ کو گھوڑے پر اپنے آگے بیٹھا کر ام المومنین عایشہ رض کے گھر تک پہنچا دیا ۔

ام المومنین عایشہ رض کی مدینہ واپسی :

جب حضرت علی ع نے بصرہ سے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ام المومنین کو حکم دیا کہ وہ مدینہ واپسی کے لئے تیار ہو جائیں ۔

حضرت علی ع نے چالیس عورتوں کے سروں پر عمامہ بندھوایا اور ٹوپیاں پہنوا کر ان کے کاندھوں پر تلوار لٹکا کر ام المومنین کی حفاظت کی غرض سے ان کی سواری کے ہمراہ مدینہ بھجوایا ۔ ان عورتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ طول راہ حفاظت کے لئے سواری کے دونوں جانب اور پیچھے حرکت کریں ۔ راستہ تمام عایشہ رض اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرتی رہیں کہ پروردگار علی ع نے نہ میری حرمت کا خیال رکھا

اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور چالیس مرد میرے ساتھ کر دئے ۔ جب مدینہ پہنچے تو ان عورتوں نے اپنے عماموں کو کھولا اور ٹوپیاں اتاریں اور تلواروں کو باہر رکھ کر گھر میں داخل ہوئیں تو عایشہ رض کو پتہ چلا کہ جنہیں وہ مرد سمجھ رہیں تھیں وہ سب عورتیں تھیں لہذاء علی ع کو برا کہنے پر پشیمان ہوئیں اور اللہ کی بارگاہ میں جزاء خیر کی دعاء کی کہ مولا علی ع نے رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین کی حرمت کا خیال رکھا (نبرد جمل شیخ مفید صفحہ ۲۴۹) ۔

جنگ جمل کے ضایعات و تلفات:

طبری نے لکھا کہ جنگ جمل میں قتل ہونے والوں کی کل تعداد چھ ہزار سے زیادہ ہے ۔

ابن اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ لشکر علی ع کے ایک ہزار سات سو اور دشمن کے لشکر کے چھ ہزار افراد قتل ہوئے ۔

ابن عبدربہ نے عقدالفرید میں لکھا کہ لشکر عایشہ رض سے ۲۰ ہزار افراد اور علی ع کے دوستوں سے پانچسو افراد قتل ہوئے ۔

تاریخ یعقوبی میں لکھا ہے کہ اس دن دونوں طرف کے ملا کر ۳۰ ہزار سے زیادہ افراد قتل ہوئے ۔

مناقب ابن شہر آشوب میں تحریر ہے کہ امیرالمومنین ع کے لشکر میں ۲۰ ہزار

افراد تھے جن میں ۸۰ بدر کے صحابی تھے۔۲۵۰ وہ اصحاب تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان (درخت کے نیچے) کے موقع پر بیعت کی تھی۔ایک ہزار پانچسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور عایشہ رض کے لشکر میں ۳۰ ہزار یا اس سے کچھ زیادہ افراد تھے۔

قتادہ سے اس کے بعد نقل ہے کہ اس دن ۲۰ ہزار سے زیادہ افراد قتل ہوئے۔

کلبی نے روایت کی ہے کہ علی ع کے لشکر سے ایک ہزار پیدل اور ۷۰ سوار سپاہی شہید ہوئے جن میں زید بن صوحان, ھند جملی, ابو عبداللہ عبدی اور عبداللہ بن رقبہ شامل ہیں۔

لشکر عایشہ رض سے صرف قبیلہ ازد سے ۴ ہزار افراد قتل ہوئے, قبیلہ بنی عدی سے ۹۰ افراد, قبیلہ بنی بکر سے ۸سو, بنی حنظلہ سے ۹ سو, بنی ناجیہ سے ۴سو, باقی ۹ ہزار افراد دوسرے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے (مناقب جلد۲ صفحہ ۱۶۲)۔

آج کے مسلمانوں سے یہ سوال ہے کہ جنگ جمل کے لئے لوگوں کو تحریک کرنے اور خلیفہ و امام برحق کے خلاف لشکر جمع کر کے ان افراد کا خون بہانے کی ذمہ داری کس کی گردن پر ہے؟ ان افراد کا جواب اللہ کی بارگاہ میں کیا ہوگا؟ جو افراد یہ کہتے ہیں کہ عایشہ رض طلحہ رض و زبیر رض نے اپنے اس عمل سے قبل از موت توبہ کر لی, اور اللہ نے بھی ان کی توبہ قبول کر لی اور دنیا سے جاتے وقت ان کی گردن پر کسی

قسم کا گناہ نہ تھا۔وہ کس بنیاد پر یہ کہتے ہیں؟ کس دلیل وعقیدہ کی بنیاد پر ان کو اس عظیم جرم سے بری قرار دیتے ہیں؟ طلحہ و زبیر کے اچانک قتل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان کو توبہ کا موقع ملنا تو دور کی بات ہے انھیں توبہ کی رغبت بھی نصیب نہ ہوئی۔

کیاایک زبانی استغفار ان ہزاروں کے خون کا جواب ہوسکتا ہے؟ اسی فتنہ کی وجہ سے جنگ صفین وجنگ نہروان کی بھی بنیاد پڑی اور کتنے بے گناہ مسلمانوں کا خون خرابہ ہوا۔اس جنگ کی وجہہ سے حرمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضایع ہوئی اور کچھ عرصہ بعد اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کربلا میں قتل وشہادت کا باعث ہوا۔

امیرالمومنین ع کی گفتگو جنگ جمل کے مقتولین سے :

جنگ جمل کے ختم ہونے, طلحہ و زبیر کے قتل اورام المومنین عایشہ کے عبداللہ ابن خلف خزاعی کے گھر منتقل ہونے کے بعد امیرالمومنین علی ع عمار یاسر اور کچھ اصحاب کے ہمراہ میدان جنگ میں تشریف لائے جہاں پر مقتولین کے جنازے پڑے تھے۔

جب عبداللہ ابن خلف خزاعی کے جنازہ کے قریب پہنچے جو بہترین لباس میں تھا, لوگوں نے کہا یاامیرالمومنین ع یہ ان کا سردار وسر پرست تھا۔امام ع نے فرمایا

: نہیں یہ ان کا سردار نہ تھا بلکہ یہ متوازن نفس کا حامل شریف آدمی تھا اور جب عبدالرحمان بن عتاب بن اسید کے جنازہ کے پاس پہنچے تو فرمایا کہ یہ اس قوم کا رہبر وسردار تھا۔ ہر جنازہ کے قریب سے گذرے جب قریش کے اشرف کے جنازوں پر نظر پڑی تو فرمایا: خدا کی قسم تمہارا قتل ہونا میرے لئے سخت اور غمگین کرنے والا ہے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کردیا تھا تلواروں کے خطرہ سے مگر تم لوگ اپنی جوانی میں تھے نہ اس کا علم رکھتے تھے اور نہ اس سے واقف تھے۔ افسوس صد افسوس ہلاکت و ناپسند موت سے۔ میں اللہ سے ایسی موت سے پناہ مانگتا ہوں۔

اپنے راستے پر چلتے ہوئے کعب بن سور کے جنازہ کے پاس پہنچے جو مقتولین کے درمیان زمین پر پڑا ہوا تھا اور اس کی گردن میں قرآن تھا۔ فرمایا: پہلے اس قرآن کو اٹھالو اور پاک جگہ پر رکھدو۔ فرمایا اسے بٹھاؤ, لوگوں نے اس کے جنازے کو بٹھانے کی کوشش کی مگر وہ زمین کی جانب گرنے لگا۔ امام ع نے اس جنازہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے کعب میں نے میرے پروردگار کے وعدہ کو صحیح پایا, کیا تم نے بھی تم سے کئے گئے وعدہ کو صحیح پایا؟ فرمایا اس کے جسد کو پیٹھ کر بل لٹا دو اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ جب طلحہ کے جسد کو مقتولین کے درمیان دیکھا تو فرمایا اسے بیٹھاؤ۔ اس سے بھی وہی گفتگو کی جو کعب کے جسد سے کی تھی اور

فرمایا اسے بھی پیٹھ کے بل لٹا دو۔

ایک قاری قرآن امیر المومنین ع کے مقابل آ کر کہنے لگا: یا امیر المومنین ع آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں، یہ نہ تو آپ کی بات سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں امام ع نے فرمایا: دونوں نے میری بات سنی بدر کے مقتولین کی طرح جنھیں کنویں میں ڈالا گیا تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو کی تھی۔ اگر ان کو جواب دینے کی اجازت دی جاتی تو تم عجیب چیزیں سنتے اور دیکھتے۔

اس کے بعد عبداللہ ابن مقداد کے جنازہ کے قریب سے گذرے جو مقتولین کے درمیان پڑا تھا۔ فرمایا: اللہ تمہارے باپ پر رحمت نازل کرے کہ انکا خیال ہمارے تعلق سے تمہارے خیال سے بہتر تھا۔

عمار نے کہا: خدا کا شکر کہ اسے اس طرح ذلیل کر کے زمین پر ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم یا امیر المومنین ع میں حق کے معاملے میں یہ نہیں دیکھتا ہوں کہ کون کسکا بیٹا یا کسکا باپ ہے۔ یہ سن کر مولا علی ع فرمایا: اللہ کی تم پر رحمت رہے اور حق تمہیں اسکا صلہ عطا کرے۔

امیر المومنین ع جب عبداللہ بن ربیعہ کے جنازہ کے پاس سے گذرے جو جنازوں کے درمیان پڑا تھا تو فرمایا: یہ بیچارہ خلیفہ عثمان کی نصرت کے لئے نہیں نکلا تھا، خدا کی قسم خلیفہ کا نظریہ اس کے تعلق سے اور اس کے باپ کے تعلق سے اچھا

نہیں تھا۔جب معبد بن زہیر کے جسد کو دیکھ تو فرمایا: اگر فتنہ انگیزی ستارہ ثریا میں بہی ہوتی تو یہ اسے حاصل کر لیتا(یعنی یہ فتنہ کا شوقین تھا) خدا کی قسم یہ کسی چیز کا بھی علم نہیں رکھتا تھا۔جس نے اسے دیکھا تھا اس نے مجھے بتایا کہ یہ تلوار کے خوف سے چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔اب دیکھو اس طرح برباد پڑا ہوا ہے۔

جب مسلم بن قرظہ کے جنازہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: اس کے حق میں میں نے نیکی کی تو یہ میرے خلاف لڑنے آ گیا۔خلیفہ عثمان مکہ میں اس سے کچھ طلب رکھتے تھے۔اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں خلیفہ سے سفارش کر کے معاف کروا دوں۔میں نے گفتگو کر کے معاف کروا دیا۔خلیفہ نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تم سفارش نہ کرتے تو میں ہرگز اسے معاف نہ کرتا۔میں جانتا ہوں کہ اس کا قبیلہ اچھا نہیں ہے اور یہ خلیفہ کی نصرت میں ہلاک ہوا۔

اس کے بعد عبداللہ بن عمیر بن زہیر کے جنازے کے قریب پہنچے اور فرمایا: یہ بھی ان میں سے تھا جسکا گمان تھا کہ خلیفہ عثمان کے خون کے انتقام کے لئے تلوار چلا رہا ہے۔اس نے مجھے خط لکھا تھا جس میں خلیفہ کو برا لکھا تھا جس سے خلیفہ رنجیدہ ہوئے مگر انہوں نے اسے کچھ دیکر خوش کر دیا تھا۔

عبداللہ بن حکم بن حزام کے جنازے کے قریب پہنچے تو فرمایا: اس کا باپ میرے

خلاف جنگ کا مخالف تھا, باپ نے میری بیعت کی مگر جنگ میں میری نصرت نہ کی گھر میں بیٹھا رہا۔جس نے بھی ہماری نصرت نہ کی یا دشمن کی بھی مدد نہ کی میں ان پر اعتراض نہیں کرر ہا ہوں بلکہ اعترض ان پر ہے جنھوں نے ہم سے جنگ کی۔

جب عبداللہ بن مغیرہ بن اخنس کے جسد کے قریب پہنچے تو فرمایا: اس کا باپ خلیفہ عثمان کے گھر کے حملہ میں مارا گیا, اس دشمنی میں یہ نکلا تھا مگر چونکہ جوان و نا تجربہ کار تھا اس لئے انجام سے واقف نہ تھا۔

عبداللہ بن اخنس بن شریق کے جنازہ کے قریب سے جب گزرے تو فرمایا: میں نے خود دیکھا جب تلواریں میان سے باہر آگیں تو یہ جان بچانے کے لئے بھا گنے لگا۔میں نے اسے قتل کرنے سے منع کیا مگر میری آواز سنی نہ گئی۔یہ بھی ان میں سے تھا جو مجھ پر غضبناک تھے۔قریش کے دوسرے نوجوان جنگ کے فن سے واقف نہ تھے اوران کے ساتھ جنگ برپا کرنے والوں نے مکرو دھوکہ سے کام لیا اور انھیں میدان جنگ میں لے آئے بیچارے بے چینی و اضطراب میں ہلاک ہو گئے۔

اس کے بعد امیرالمومنین ع نے اعلان کروایا جو کوئی اپنے مقتولین کو دفن کرنا چاہتا ہے دفن کردے۔فرمایا ہمارے مقتولین کو ان کے لباس ہی میں دفن کیا جائے وہ شہید کے عنوان سے محشور ہوں گے اور میں خود ان کی وفاداری کی گواہی

دوں گا۔

جنگ جمل کے اختتام پر اہل مدینہ کے نام امیرالمومنین ع کا خط:

میدان جنگ سے امیرالمومنین ع خیمہ میں تشریف لے گئے , عبداللہ بن ابی رافع کو بلوایا اور اہل مدینہ کے نام حسب ذیل خط لکھوایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ خدا علی ابن ابی طالب کا تم پر سلام ہو۔ابتداء اللہ تعالی وحدہ لاشریک کی حمد و ثناء بجالاتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ پروردگار اپنے فضل واحسان اور ہم پر اپنی توجہ کی بنیاد پر میری اور تمہاری نظر میں عادل حاکم ہے اور وہ گفتگو میں صادق ہے چنانچہ اپنی کتاب میں فرمایا: اللہ ہرگز کسی قوم میں تبدیلی نہیں لاتا جب تک لوگ خود اپنی نفس میں تبدیلی نہیں لاتے اور جب اللہ کسی کو سزا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور نہ ان کا اس کے سواء کوئی سرپرست و والی ہے (سورہ الرعد آیت ۱۱)۔

اب تمہیں میں اپنے عمل اور اہل بصرہ و قریش اور دوسرے افراد جو طلحہ و زبیر کے ہمراہ آئے تھے ان کے تعلق سے اطلاع دینا چاہتا ہوں۔جیسا کہ تم جانتے ہو ان دونوں نے اپنی مرضی اور بغیر کسی جبر کے انجام دی گئی بیعت کو توڑ ڈالا۔میں تمہارے پاس سے میری بیعت کئے افراد جو حق پر ثابت قدم تھے

ان کے ہمراہ حرکت کر کے ذی قار پر پہنچا جہاں کوفہ سے آیا گروہ ہمارے ساتھ ہو گیا۔طلحہ وزبیر ہم سے پہلے بصرہ پہنچ چکے تھے اور انھوں نے میرے نمائندہ عثمان بن حنیف کے ساتھ جو حرکت کی اس سے تم واقف ہو۔میں نے ذی قار سے ان کے پاس قاصد بھجوائے, ہر طرح سے دلیل و برھان سے حجت قائم کی۔ جب بصرہ پہنچا ہوں تب دوبارہ ان کو حق کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دیا, پھر اتمام حجت کیا کہ گذشتہ میں انجام دی گئی خطاولغزش , وعدہ خلافی اور بیعت شکنی کو نظرانداز کرنے کا وعدہ بھی کیا مگروہ مجھ سے اور میرے ہمراہ افراد سے سوائے جنگ اور اپنی گمراہی پر ضد کرنے کے کسی اور بات پر راضی نہ ہوئے۔میں بھی ان حالات میں مجبوراً جھاد کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں رکھتا تھا۔اللہ تعالی نے ان بیعت توڑنے والوں میں سے ایک گروہ کو قتل کیا, ایک گروہ جنگ سے فرار کیا ۔ان ہی لوگوں کی درخواست پر میں نے اپنی تلوار ان سے روک لی اور سب کو معاف کر دیا اور ان سے حق وسنت کے مطابق عمل کیا۔ ان کے لئے حاکم کا انتخاب کیا ہوں اور وہ عبداللہ بن عباس ہیں ۔اگر اللہ نے چاہا تو میں کوفہ جاوں گا۔(یہ خط جمادی الاول ۳۶ھ ہجری بدست عبداللہ بن ابی رافع لکھا گیا)

امیرالمومنین ع کا خط اہل کوفہ کے نام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ خدا علی ابن ابی طالب کا تم پر سلام ہو۔ابتداء اللہ تعالی وحدہ لاشریک کی حمد و ثناء بجالاتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔پروردگار عادل حاکم ہے اور وہ ہرگز کسی قوم میں تبدیلی نہیں لاتا جب تک لوگ خود اپنی نفس میں تبدیلی نہیں لاتے اور جب اللہ کسی کو سزا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور نہ ان کا اس کے سواء کوئی سرپرست و والی ہے (سورہ الرعد آیت ۱۱)۔

اس خط کے ذریعہ تمہیں میں اپنے عمل اور لشکر بصرہ و قریش اور دوسرے افراد جو طلحہ وزبیر کے ساتھ اس شہر کو آئے تھے ان کے انجام کی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ان دونوں نے اپنی بیعت اور وعدہ کو توڑ ڈالا تھا, جب مجھے اس کی اطلاع ملی میں مدینہ سے حرکت کیا اور جب ذی قار پر پہنچا تو میرے نمائندہ عثمان بن حنیف کے ساتھ کئے گئے ظلم کی اطلاع ملی۔میں اپنے بیٹے حسن ع و عمار و قیس کو تمہارے پاس بھجوایا تھا, انھوں نے تم سے چاہا تھا کہ مدد و نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارا حق دلوانے کے لئے باہر نکلیں اور تمہارے بھائیوں نے فوراً دعوت کو لبیک کہا, میرے پاس چلے آئے اور اللہ کے حکم کی اطاعت میں جلدی کی۔جب ہم بصرہ کے قریب پہنچے تو ان کو حق کی

طرف لوٹ آنے کی دعوت دیا اتمام حجت کیا کہ گذشتہ میں انجام دی گئی خطا و لغزش ، وعدہ خلافی اور بیعت شکنی کو نظر انداز کرنے کا وعدہ بھی کیا مگر وہ مجھ سے اور میرے ہمراہ افراد سے سوائے جنگ اور اپنی گمراہی پر ضد کرنے کے کسی اور بات پر راضی نہ ہوئے ۔ میں بھی ان حالات میں مجبوراً جنگ و جہاد کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں رکھتا تھا ۔ اللہ تعالی نے ان بیعت توڑنے والوں میں سے ایک گروہ کو قتل کیا ، ایک گروہ جنگ سے فرار کیا ۔ جب ان لوگوں نے جنگ روکنے کی درخواست کی تو میں نے اپنی تلوارا کو نیام میں رکھ لیا اور سب کو معاف کر دیا اور ان سے حق و سنت کے مطابق عمل کیا ۔ عبد اللہ بن عباس کو بصرہ کا حاکم قرار دیا ہوں ۔ انشاء اللہ کوفہ آ رہا ہوں ۔ زجر بن قیس جعفی کو بھیج رہا ہوں تا کہ ہمارے اور ان کے تعلق سے تمہیں واقف کرائیں کہ کس طرح انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا اور پروردگار نے کس طرح ان سے منہ پھیر لیا ۔ تم پر سلام و رحمت و برکات کا نزول ہو ۔ (یہ خط جمادی الاول ۳۶ھ ہجری بدست عبد اللہ بن ابی رافع لکھا گیا) ۔

مولا علی ع کا خطاب اہل بصرہ سے :

امیر المومنین ع نے اللہ کی حمد و ثناء ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خاندان پر درود وسلام کے بعد اہل بصرہ کو مخاطب کر کے فرمایا : اللہ تعالی

نہایت بخشش والا, مہربان اور سخت انتقام لینے والا ہے۔اس نے بخشش و معافی کو فرمابردار بندوں کے لئے قرار دیا ہے اور عذاب وانتقام ان کے لئے ہے جواس کے حکم سے مخالفت و بغاوت کریں اور دین میں بدعتوں کورواج دیں۔نیکی کرنے والے صالح افراد اللہ کی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں۔اے اہل بصرہ اللہ نے مجھے تم لوگوں پر کامیاب کیااور تمہیں تمہارے اعمال کی وجہ سے شکست وتسلیم کروایا۔تمہیں چاہیے کہ ہرگز دوبارہ ان چیزوں کوانجام نہ دو۔تم نے جنگ کی ابتداء کی حق اور انصاف کوقبول نہ کرنے کے لئے لڑے۔

بیت المال سے تقسیم:

اس خطبہ کے بعد منبر سے اتر کر اپنے اصحاب کرلیکر بیت المال تشریف لے گئے۔کچھ قرآن کے قاریوں کوبھی بلوایااور بیت المال کے خزانہ دار کو بیت المال کے دروازوں کوکھولنے کاحکم دیا۔امام کے اصحاب ۱۲ ہزار تھے ہر ایک کو ۶ ہزاردرہم دینے کاحکم فرمایا۔خودامام ع نےبھی سب کے برابر ۶ ہزاردرہم لئے تھے۔اس موقع پرایک شخص آیااوراس نے عرض کیا کہ میرانام لکھنا بھول گئے تھے اس لئے مجھے میراحصہ نہیں ملا۔چونکہ اوررقم نہیں تھی اس لئے امیرالمومنین ع نے اسے اپنے حصہ کے ۶ ہزاردرہم دے دئے۔

(پایان جلداول)

حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شخصیت کی شناخت کے نتیجہ میں اگر محبوب سے محبت و عشق ہونے لگے تو ایسی محبت اور ایسا عشق محب کی آخرت میں نجات اور اس دنیا میں کردار سازی کے ضامن ہیں کیونکہ شخصیت مجموعہ ہے افکار وگفتار و کردار و رفتار اور عقائد کا۔

ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ سے ان واقعات کو پیش کرتے ہیں جن کو پڑھ کر ہمارے نوجوان اسلام اور اسلام کی نامور شخصیتوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یہ اعتراض وہی کر سکتے ہیں جو مسلمانوں کی تاریخ کو اسلامی تاریخ کا نام دیتے ہوئے اسے ایک خاص زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ قرآن و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں تاریخی واقعات کو حق و باطل کے معیار پر تجزیہ کرنے والا مسلمان اس طرح کی گفتگو وتحریر کی اہمیت کو جانتا ہے اور اسے دوسروں تک خصوصا مسلمان نوجوانوں تک پہچانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔